

مطالعہ دہیر کی روایت



مقدمہ و انتخاب
سید تقی عابدی



PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



مطالعہ دبیر کی روایت

مقدمہ و انتخاب

سید تقی عابدی

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

فہرست

سید تقی عابدی

مقدمہ

مرزا دیر کی حیات اور فن کا اجمالی جائزہ

مرچے

45	1	ظفر انور میں کن فیکوں ذوالجلال ہے
54	2	بلقیس پاساں ہے یہ کس کی جناب ہے
76	3	ہم ہیں وطن میں اور طبیعت سفر میں ہے
99	4	آمد خزاں کی بھٹن خیر الوداع ہے
122	5	کس شیر کی آمد ہے کہ دن کانپ رہا ہے
152	6	سر عظم سرور اکرم ہوا طالع
168	7	معروف گہداشت شہنشاہ قلم ہے
198	8	معراج سخن کو ہے مرے ذہن رسا سے
225	9	جب ماہ نے فواہل شب کو ادا کیا
258	10	بانو کے شیر خوار کو بھگم سے پیاس ہے
273	11	جب پریشاں ہوئی سولا کی جماعت دن میں
282	12	چہلم جو کر بلا میں بخر کا ہو چکا
296	13	نگلوں دھندلک گرد ہے ان کی
323	14	قید خانے میں ظالم ہے کہ بند آتی ہے
338	15	جب داغ نیکی نہ یکسو آفاں کی

سلام

37	مدح علی میں ہے یہ بلندی کلام کی	1
53	اے بھرتی جو اٹک مری چشم تر میں ہے	2
75	سلامی ذرہ نہ دوں آفتاب کے بدلے	3
97	سردار و علم داڑ کا بھرتی کو غم ہے	4
120	بھرتی ہے سو گوار ماہ حیدر چاندنی	5
150	مستور اگر کمال ہو سر و دام کا	6
167	نہرا اے دام جو راہِ رضا میں تھا	7
197	ہے عکس گیسوے زرخ اکبر کہاں کہاں	8
223	ہی درخشہ ہے سر کا ازل سے جو قلم ہے	9
257	بھرتی کچھن قضا شیر کے گلشن میں ہے	10
272	بھرتی جب کہ چہ شاہ کا سر نیزے پر	11
281	ارہیں کے سو گوار و الوداع	12
295	بھرتی یاد حق ہے یاد علی	13
322	نام پر شاہ کے پانی جو پلا دیتے ہیں	14
337	بھرتی دامن میں لی جب کر بلا کے بن کی خاک	15

رباعیات

- 1 حیدر نے ہر عالم کو تسخیر کیا 36
- 2 کہنے کو اذان کے دین سب ملتا ہے 36
- 3 کیا قامت زہرا دہلی زبیا ہیں 52
- 4 "ح" نام میں ہے حق کی حمایت کے لیے 52
- 5 قطرے کو گہر کی آمد دیتا ہے 74
- 6 یا رب جبروتی تجھے زودہ ہے 74
- 7 کیا روئے عیبر نے ضیا پائی ہے 96
- 8 آدم نے شرف خیر بشر سے پایا 96
- 9 یوں دانے بھی آسیا میں کم پتے ہیں 119
- 10 دنیا کا جب کارخانہ دیکھا 119
- 11 مذاح ہوا مورد اور رسول 149
- 12 گر مسیح امام دوسرا حاصل ہو 149
- 13 ہمسرہ نجف پاک کا کب عرش ہوا 166
- 14 کیا نفع جو بستی و پرہیزی ہے 166
- 15 انسوی مری قدر نہ جاہل کجے 196
- 16 ہے رزم و سراپا تو زباں اور ہی ہے 196
- 17 ناداں کہوں دل کو کہ غرور مند کہوں 222
- 18 اوتی سے جو سر جھکائے اعلیٰ وہ ہے 222
- 19 دنیا زنداں ہے چائے آرام نہیں 256
- 20 ہالائے زمیں زندوں کی تعمیریں ہیں 256

271	تائید خدا ہے بارگاہیں ہم ہیں	21
271	یہ لفظ یہ معنی ہمیں دیکھتے ہیں	22
280	تائید کا پختن سے میں طالب ہوں	23
280	ہاں بلبل سدرہ شہر تحسین ہو جائے	24
294	بن خمن کے ہزار ہار آئی دنیا	25
294	ہر شام کو خود شید کہاں جاتا ہے	26
321	شیران مضا میں کو کہاں بند کروں	27
321	جو طم سحانی دیاں کو بجے	28
336	گنبد جسے رب ہوا دیتا ہے	29
336	رتہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے	30



مقدمہ

مرثیہ کی مختلف تعریفوں میں ایک مختصر تعریف یہ بھی ہے کہ یہ وہ نظم ہے جس میں غزل کا تحول، قصیدہ کی غلط فہم، رہائی کی تاثیر، مثنوی کا تسلسل کے ساتھ ساتھ ناول نگاری، ڈرامہ نگاری کے عناصر اور حکایات و روایات وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ کلاسیک مرثیے کے جو مختلف حصے ہوتے ہیں وہ مختلف رنگ و بون سے رنگے ہوتے ہیں اور مرثیہ نگار چہرہ، رخصت، سراپا، آمد، رجز، لڑائی، شہادت اور عین کے مضامین کو مختلف رنگوں میں باءِ حیا ہے۔

مرزا دیر نے مرثیوں کے چہرے بہت کمال کے کھینچے ہیں اور شاید ہی کوئی دوسرا مرثیہ نگار دیر کے مرثیوں کے چہروں کا جواب پیش کر سکے گا۔ چہرہ مرثیہ کا تمبیدی حصہ ہے جس کا مرثیے کے موضوع سے تعلق ضروری نہیں۔ یہاں شاعر کسی بھی موضوع کو مرثیہ کا چہرہ بنا سکتا ہے۔ دیر نے چہرہ نگاری میں قادر الکلامی، خیال آفرینی، ایجاب و مضامین اور صنائع و بدائع کے استفادہ میں بڑا کمال دکھایا ہے جو ان کی زور طبیعت کا نتیجہ تھا۔ چہروں میں اشاروں کے ذریعے یا مطلقوں میں صنعت و براعت، اجمال کو برت کر قاری اور سامع کو مرثیہ کے حال سے آگاہ کر دیتا بھی دیر کا کرشمہ ہے۔ دیر کے مرثیوں کے چہروں میں حمد، مناجات، نعت، منقبت، طعنے کرام کی مدح، توصیف عزا، مسخر کشی، طلوع و غروب، مجلس، علم اور درجنوں جدید موضوعات شامل ہیں۔

چنانچہ ڈاکٹر ایس اے صدیقی کا دیر کے چہروں پر یہ بیان ادب و فکر و نظر سے انصاف کا طالب ہے۔ وہ لکھتے ہیں "بہر حال دیر کے یہاں "چہرے" کی ان مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں چہرے کے موضوعات بہت محدود ہیں جو دراصل من حیث المجموع

اردو مرچے میں چرے کے محدود موضوعات ہیں..... اس ناکامی کا بڑا سبب یہ ہے کہ دیر نے چرے کے موضوعات کو اپنے مذاق علمی کے لیے استعمال کیا۔ طلوع سحر کو پیش کرنے کے لیے انہوں نے اتنے مضامین صرف کیے ہیں اور تشبیہات و استعارات سے اتنا کام لیا ہے کہ اصل منظر تو غائب ہو جاتا ہے البتہ قاری کو شاعر کے بلند اور پر شکوہ آہنگ اور مبالغہ آرائی سے ضرور مرعوب ہوتا پڑتا ہے۔ چرے میں ایجاد مضامین کا یہ اثر ہوا ہے کہ چہرہ مسلسل رہنے کے بجائے نکلے نکلے ہو گیا ہے۔“

راقم صرف دو مرثیوں کے چرے کے دو چار بند پیش کر رہا ہے جو دیر کے فن کی عظمت کے لیے کافی ہیں۔
مطلع:

جب سرگنوں ہوا علم کبکشان شب خورشید کے نشان نے مٹایا نشان شب
حیر شہاب سے ہوئی خالی کمان شب تانی نہ پھر شعاع قر نے خان شب
آئی جو صبح دیور جنگی سنوار کے
شب نے زور ستاروں کی دکھ دی اتار کے
ششیر شرقی جو چمسی چرخ پر شتاب بحر متغ مغربی نے دکھائی نہ آب و تاب
تھا بس کہ گرم نجر بیضائے آفتاب باقی رہا نہ چشم نیلوفر میں آب
مناج ناہتاب ہوا آب و تاب کا
بارغ جہاں میں پھول کھلا آفتاب کا

مطلع:

خورشید نے برہم جو کیا دفتر انجم سالار قمر لے کے چلا لکھڑ انجم
قدروں کو چلی نے کیا ہمسرا انجم زائل صدف شب سے ہوئے کوہرا انجم
انگشتی مرث کا خورشید تگمیں تھا
کیا خوب تگمیں تھا کہ جہاں زیر تگمیں تھا

مٹی سحر مہر سے لے کر قلم در کھینے لگا معزولی و منصوبی لشکر
 فردیہ شب کو کیا خارج دفتر منصوب ہوا عامل روز اپنی جگہ پر
 چہرہ نہ رہا لشکر انجم میں کسی کا

پہوان چرخوں کو ملا برطرفی کا

مرغ ملک مہر کا روکش ہوا ناگاہ قوس ملک اور اسطہ جنگ بھی دلخواہ
 انجم کی زرہ نیزہ مقرب سپر ماہ پر مخبر خورشید نے کیا جلوہ کیا داہ
 جہاد ملک قرمب قرمب چھوڑ کے بھاگا

خورشید کی دہشت سے سپر چھوڑ کے بھاگا

اوراق ملک خط شعاعی سے محقق اطباق زمیں غیرت اوراق مطاق
 تھی سورہ والفجر کی تفسیر ہر ایک جا معنی جعل الشمس ضیا کے ہوئے
 دنیا میں نہ عظمت شب پیدا کی رہی تھی
 پر ایک سیاہی رہا اصرار کی رہی تھی

ان موضوعات اور مضامین سے دیر کی طبیعت میں موجود افراد ان ایجاد کے عناصر کا پتہ چلتا
 ہے۔ اس لیے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ دیریت میں قادر الکلامی اور مشکل پہانی کے ساتھ ساتھ
 رطابت، جوش مدح اور نئے نئے مضامین کا جوش و خروش موجود ہے۔ دیر کے مرثیہ کا چہرہ
 سودا کے قصیدے کی یاد تازہ کرتا ہے جس میں میر کی غزل کا بقول بھی موجود ہے۔ کہیں
 نفسیات کی بلاغت کا اظہار ہے:

گوشت چادر کا اگر سر سے سرک جاتا ہے

ننگے سر کوفہ میں پھرنا اسے یاد آتا ہے

کہیں کسی لفظ کی تکرار سے شادی و غم، وقار اور عظمت کا بھی اقرار نمایاں ہوتا ہے۔ اس
 ذیل کے بند میں 'کس' کی تکرار اور 'آبرو' کی ردیف کی کرشمہ سازی دیکھیے:

کس کی زبان سے خیاس نے پائی ہے آبرو

کس تھکنے لب کے حصے میں آئی ہے آبرو

ایمان کس شہید پہ لائی ہے آمد
دہرا میں کس کے غم کی سالی ہے آمد

بیٹسا ہوا ہے کون عزیزوں سے چھوٹ کر

دوتے ہیں یہ حباب کسے چھوٹ چھوٹ کر

مرثیہ کی جان رنایت ہے اور دہر رنائی مضامین لکھنے میں تائید نہیں کے حامل معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہی رنایت دہریت کی شجاعت بھی کہلائی۔ شعی اعلیٰ حسین منیر شکوہ آبادی، "خانہ دل فراش" میں لکھتے ہیں۔ آتش مرحوم نے جب مرزا دہر کا مرثیہ "کوہ رقیم پر جو خلق کا گزر ہوا" سنا تو سرجلس بعض مقامات پر دوران مرثیہ بکاہ پکار کر کہ اٹھے کہ "اے میاں اگر ایسے مضامین کہو گے تو تم مر جاؤ گے یا خون قہو کو گے۔" مرزا غالب نے دہر کی اسی رنایت، قادر الکلامی اور معنی آفرینی سے متاثر ہو کر کہا تھا۔ "یہ کام مرزا دہر کا ہے دوسرا اس راہ میں قدم نہیں رکھ سکتا۔"

علامہ شبلی کے پاس متضاد بیانات اور کھٹویشن ہے۔ ایک مقام پر ذیل کے بند بیان کر کے کہتے ہیں۔

میر انیس صاحب نے بھی مختلف مرثیوں میں یہ واقعہ لکھا ہے۔ لیکن مرزا دہر صاحب نے اس واقعہ کے بیان میں جو بلاغت صرف کی ہے اور جو درد انگیز سماں دکھایا ہے کسی سے آج تک نہ ہوسکا۔ فرماتے ہیں:

ہراک قدم پہ سوچتے تھے سہلہ مصطفیٰ لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا نہ مانگتا ہی آتا ہے مجھ کو نہ اٹھا منت بھی کر کروں گا تو کیا دیں گے وہ بھلا

پانی کے واسطے نہ سئیں گے عدد مری

بیاسے کی جان جائے گی اور آمد مری

پچھے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے جاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے

غیرت سے رنگ فنی ہوا قرآ کے رہ گئے چادر پیر کے پیرے سے سرکا کے رہ گئے

آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں

ہسڑ تھارے پاس فرض لے کے آئے ہیں

فعلی دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔ دیر کے کلام کو فصاحت و بلاغت چھو بھی نہیں گئی۔ میر انیس کی طرح مرزا دیر کے پاس حسب مراتب کی رعایت بدھ اتم موجود ہے۔ یہاں مکالمہ نگاری کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ بات کرنے والوں کی نسبت کیا ہے۔ اخلاق نگاری کچھ اس انداز میں کی گئی ہے کہ مدح کے ساتھ اس کی تہلیل کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ دیر کے پاس مضامین میں سوز و گداز کے ساتھ جوش و خروش بھی ہے۔ حسب مراتب اور مدح کا توازن دیکھیے:

حضور ختمی مرتبت:

وہ کون رسول جز و کل نعلہ ایمان
سرتاج نصیحان عرب، آیہ قرآن
جانے وہ شرف ان کا جو قرآن کو جانے
قرآن سے ازل انہیں بھیجا ہے خدا نے

حضرت علی:

وہ کون سا بندہ ہے جو ہمام خدا ہے
ممکن ہے مگر عالم امکان سے جدا ہے

حضرت فاطمہ:

شان خدا ہے صل علی شان فاطمہ
حیدر کی جا ناز ہے دامن فاطمہ

حضرت عہاق کی آمد کا جوش و خروش دیکھیے:

کس شیر کی آمد ہے کہ دن کانپ رہا ہے رستم کا جگر زیر کلن کانپ رہا ہے
ہر قصر سلاطین دن کانپ رہا ہے سب ایک طرف چرخ کھن کانپ رہا ہے
شیر بکف دیکھ کے حیدر کے ہر کو
جبریل لرزتے ہیں سمنے ہوئے پر کو

حالی کا سوس ہو یا اقبال کا شکوہ۔ جوش کا مرثیہ ہو یا ترقی پسند شعرا کی نظمیں، ان سب

میں دیر کے فن کی گہن گرج سٹائی دیتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دیر کی زبان کے قادر الکلام الفاظ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں تبدیل ہو گئے ہیں لیکن لہجہ کا اہوار اور خیال کا چڑھاؤ یہ بتاتا ہے کہ شاعر نے دیر اور دیگر مرثیہ نگاروں سے استفادہ کیا ہے۔ شاہوں کا چراغ آتے ہی گل کر دیا ہم نے ہر جا عمل ختم رسل کر دیا ہم نے خرق میں در قلعہ کو پل کر دیا ہم نے اک جزو تھا کھڑا اُسے کل کر دیا ہم نے دھوکا نہ ہو یہ سب شرف شیر خدا ہیں پھر وہ نہ جدا ہم سے نہ ہم اُن سے جدا ہیں

یہ سچ ہے کہ دیر نے زبان کی پاکیزگی، بندش کی چستی اور شعری محاسن پر بہت زور طبع صرف کیا اسی لیے ان کا انداز بیان ہادقار اور پُر لفظہ رہا۔ دیر کے کلام میں محاورات کی فراوانی، ضرب المثل کی ارزانی اور لفظوں کی قادر الکلامی ہے۔ مرثیہ کو کہیں سے بھی پڑھے سنے مضامین، نئی نئی ترکیبیں، بندشیں، صنعتیں اور نادر تشبیہیں اور استعارے قرعاس کام پر تاروں کی طرح درفش نظر آئیں گے۔ ہم قریر کی طوالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف استعاراتی نظام کو دیر کے ایک مرثیے میں پیش کریں گے کہ ایسی دوسری نظم اردو ادب میں موجود نہیں۔

استعارہ ظلم بیان کا اہم جزو ہے۔ استعارہ کا معنی ادھار لینا ہے۔ ارسطو کے قول کے مطابق استعارہ کلام کی صفائی کی کٹلی اور کلام کی کلنگی کی ضمانت ہے۔ مشہور شاعر طالب آملی کہتے ہیں۔ ”جس شعر میں استعارہ نہیں ہوتا وہ شعر بے حرہ ہوتا ہے۔“ تعہید اور استعارہ ایک ہی خاندان سے ہیں۔ لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ جوان شیر جیسا ہے تو یہ تعہید ہے، اور جب ہم نے کہا کہ یہ جوان شیر ہے تو وہ استعارہ بن گیا۔ ہم نے یہاں شیر کی طاقت کو مستعار یا ادھار لیا۔ اگرچہ تعہید میں بھی طاقت کا جو ہر مثال کے طور پر لیا جاتا ہے، لیکن تعہید استعارہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے بھی استعارہ کے مقابل پہنچ ہے۔

بڑے شاعر کی شناخت استعارہ کا صحیح اور عمدہ استعمال ہے۔ بڑا شاعر ہر معمولی حرف

کو بھی عظیم استعارے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ وہ ان لفظوں کو شعر میں باندھ کر ایک استعاراتی نظام قائم کرتا ہے۔ نزل کے شعر میں استعاراتی نظام نسبتاً آسان ہے، کیونکہ مطلب اور معنی آخری کی حدیں بے کراں ہوتے ہوئے بھی ہلکی لحاظ سے عموماً دو مصرعوں سے آگے نہیں بڑھ سکتی، جب کہ نظم مسلسل میں استعاراتی نظام قاور الکلامی اور استادی مہارت کی سند مانگتا ہے، اور اس لیے بہت سے تخلیقی نگار اسے صحر کی سے بھا نہیں سکتے اور ان کا کام تجربوں کے نمونے کئی شاعروں کے انبارِ سخن میں ملنے ہیں۔ ہم یہاں دہر کے ایک مختصر اور معروف مرثیہ ”جب پریشاں ہوئی مولیٰ کی جماعت دن میں“ پیش کرتے ہیں جو استعاراتی نظام کی عمدہ مثال ہے، اس پینتیس بند کے مرثیے میں مرزا دہر نے ایک دو نہیں بلکہ چھ استعاراتی نظاموں کو مرثیہ میں داخل کر کے ان کا سلسلہ اس طرح برقرار کیا ہے کہ قاری یا سامع کا ذہن ایک دوسرے سے غلط ملط نہیں ہوتا بلکہ استعاراتی نظام کے ساتھ تصوراتی نظام بھی سہ بعدی یا قہری ڈائی مختل صورت میں آشکار ہوتا ہے۔ یہ مرثیہ ’جب‘ سے شروع ہوتا ہے۔ مرزا دہر کے تقریباً اسی (80) کے قریب مرثی لفظ ’جب‘ سے شروع ہوتے ہیں جو قرآنی آیات ’اذن‘ کی نقل ہے۔ یہاں سامعین کے ذہن کو شاعر لفظ ’جب‘ سے بھنچوڑ کر فوراً کربلا کے میدان میں لاتا ہے۔ ہم یہاں صرف مرثیہ کے چار پہلے بندوں کے اشعار سے پیوستہ استعاراتی نظام کو بیان کریں گے۔

پہلا بند:

جب پریشاں ہوئی مولیٰ کی جماعت دن میں ہر نمازی کو پسند آئی اقامت دن میں
قبلہ دیں نے کیا قصدِ جہادِ دن میں شکلِ عرابِ نئی تیغِ شہادت دن میں
نفل ہوا اس کو امام دو جہاں کہتے ہیں
تیغوں کے سائے میں مہیڑا ازاں کہتے ہیں

پہلے مصرعہ ج: ”جب پریشاں ہوئی مولیٰ کی جماعت دن میں“ ایک استعاراتی نظام میں ”مولیٰ“، نماز جماعت کا امام ہے، تو دوسرے استعاراتی نظام میں سپہ سالارِ فوج ہے۔ لفظ ”جماعت“ ایک نظام میں نماز جماعت ہے تو دوسرے نظام میں لشکر اور فوج کے

معنی میں ہے۔ ”پریشان“ ہونا ایک طرف نماز جماعتِ کلہر کا اختتام ہے تو دوسری طرف لشکر کا خاتمہ ہے۔ اس بند کی روایت ”رن میں“، واقعات کو قصوراتی نظام میں کر بلا کے میدانِ کارزار میں جکڑے ہوئے ہے۔

دوسرا مصرعہ :ع۔ ”ہر نمازی کو پسند آئی اقامت رن میں“، میں ’نمازی‘ ایک استعاراتی نظام میں نماز پڑھنے والے کے معنی میں ہے تو دوسرے نظام میں ’مجاہد‘ ہے۔ ’اقامت‘ ایک نظام میں نماز کا رکن ہے تو دوسرے نظام میں قیام برائے جہاد کے معنی میں ہے۔ لفظ ’پسند‘ ایک معنی میں نماز کی چاہت ہے تو دوسرے معنی میں رخصت جنگ و جہاد ہے۔

تیسرا مصرعہ :ع۔ ”قبلہ دیں نے کیا قصد عبادت رن میں“ لفظ ’قبلہ‘ ایک استعاراتی نظام میں وہ جہت ہے جس کی طرف نماز برگزار کی جاتی ہے ’قبلہ‘ دوسرے استعاراتی نظام میں تھیب امام حسین ہے جو دین کا مرکز ہے۔ ’قصد‘ ایک نظام میں نماز کی نیت ہے اور دوسرے نظام میں جہاد کا ارادہ ہے۔ لفظ ’عبادت‘ سے مراد ایک طرف نماز ہے تو دوسری طرف جہاد ہے۔

چوتھا مصرعہ :ع۔ ”شکلِ محراب نئی منیٰ شہادت رن میں“ ان میں لفظ ’محراب‘ ایک استعاراتی نظام میں وہ مقام ہے، جس کا امام کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے، دوسرے استعاراتی نظام میں محراب کی شکل غازی اور دشمن کی ٹکڑوں کے ٹپے سے بنتی ہے۔ ”منیٰ“ ایک نظام میں زبان اور نطق ہے تو دوسرے نظام میں تلوار اور شمشیر ہے۔ ’شہادت‘ ایک معنی میں گواہی شہدان ہے تو دوسرے معنی میں شرک کا کٹنا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کیا، دو استعاراتی نظام مسلسل پہلو پہ پہلو چل رہے ہیں لیکن ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں، بالکل اسی طرح جیسے کہکشاں میں نظامِ شمسی کے علاوہ دیگروں دوسرے نظام کے سیارے اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں، لیکن ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے۔ اس بند کے نیپ کے شعر میں تیسرا استعاراتی نظام برقرار کیا جا رہا ہے۔

فل ہوا اس کو امام دو جہاں کہتے ہیں

تیغوں کے سائے میں شہرِ ازاں کہتے ہیں

ابھی تک دونوں استعاریاتی نظام خاک کر بلا یعنی فرش زمین پر ظاہر ہو رہے تھے لیکن اب تیسرے استعاریاتی نظام سے عرش والے شامل ہو گئے۔

اس ٹیپ کے شعر کے پہلے مصرعہ میں لفظ 'مطل' سے مراد لہیک کی آوازیں ہیں، اقرار ہے، اطمینان ہے، تو دوسرے استعاریاتی نظام میں ملک کی صلوں کی بے قراری ہے۔ 'امام دو جہاں' ایک طرف زمین والوں کے لیے عبادت اور جان بازی کا دنیا و آخرت کا قوشہ ہے۔ 'امام دو جہاں' دوسری طرف عرش والوں کے لیے مدد اور نصرت کا فریضہ ہے، جو خوشنودی خدا ہے۔ 'تینوں کا سایہ' ایک طرف وہ انصار باوقاف ہیں جو وقت نماز تکویدوں کو ہاتھ میں لیے حیدروں کو سینے سے روک رہے ہیں 'تینوں کا سایہ' دوسری طرف وہ حملہ ہے جس میں امام حسینؑ اپنی آخری جہت کو دشمن کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ لفظ 'اذان' ایک معنی میں نماز کا رکن 'حی علی الفلاح' ہے، لفظ 'اذان' دوسرے معنی میں جہاد کا نعرہ "اللہ اکبر" ہے۔

یعنی یہاں دوسرے مصرعہ میں پھر دونوں استعاریاتی نظام نمودار ہوئے لیکن تیسرا 1۔ تہاراتی نظام جس میں عرش والے شامل ہوئے، اب دوسرے بند کے ساتھ پچست ہو گا، کیونکہ امام حسینؑ فرش اور عرش کے کینوں کے لہم ہیں، ان پر لہم کی اطاعت اور حفاظت فرض ہے لیکن ان کے اختیارات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ بنی نوع انسان کی طرح آزاد نہیں۔

دوسرا بند:

جتنی حق سے ہوئے حامل عرش اعظم کر بلا جانے کا فرماں ہو الہی اس دم
تا شریک ہو تھا ہوں عبادت میں ہم سب صفیں پائے ہیں پس پھج لہم اکرم
آج تک ہم کیا عرش غلا پر سجدہ
اب سوئے کعبہ کریں خاک شفا پر سجدہ

دوسرے بند کے مصرعہ اول میں دیر ایک عمدہ مضمون کی بنیاد رکھ رہے ہیں جو آگے چل کر اسی بند کے آخری مصرعہ پر کھلے گا۔ حامل عرش اعظم ایک طرف ملانکہ ہیں تو دوسری

طرف رکھیں نلک جبریل ہیں۔

ع: ”کر بلا جانے کا فرماں ہوا فہی اس دم“

’کر بلا‘ یہاں پورے استعارہ میں پیش ہوا، جس کی تفصیل پر دفسر گوئی چند نرنگ کی شاہکار تصنیف ساتھ کر بلا بطور استعارہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس مصرعہ میں بحر لفظ ’فرمان‘ سے اس بات کی تاکید لازم ہے کہ عرش والے پورے طور پر ہر فعل میں تحجب فرمانِ ایزدی ہیں۔

ع: ”تا شریک شدتھا ہوں عبادت میں ہم“

’شدتھا‘ یہاں پہلے کے استعاراتی نظاموں سے منسلک ہو رہا ہے۔ ’شریک‘ ایک نظام میں نماز کی صفوں میں شامل ہونے کے ہیں تو دوسری طرف جہاد میں مددگاری کے ہیں۔ ’عبادت‘ ایک معنی میں نماز ہے تو دوسرے معنی میں جہاد ہے۔

ع: ”سب صفیں بانو جیں ہیں پختہ لائم اکرم“

’صفیں‘ ایک نظام میں نماز کی صفیں ہیں تو دوسری طرف لشکر کی صف آرائی ہے۔ ’نہیں پشت‘ سے مراد ایک جگہ پردوں میں ہے تو دوسری طرف پیچھے رہنے کے ہیں۔ فیپ کا شعر:

آج تک ہم نے کیا عرش غلا پر سجدہ

اب سوئے کعبہ کریں خاک شفا پر سجدہ

اس شعر میں سجدہ کی روایف سے مراد اطاعت اور جاں نثاری ہے۔ واقعہ کر بلا کے بعد شہیدوں کا خون خاک کر بلا میں شامل ہو گیا، اور یہ خاک اکسیر میں خاک شفا، اور خاک شفا سے ہو گئی اس کی قدر و منزلت اب عرشِ ملا سے بڑھ گئی۔ اسی لیے ملائک اب خاک شفا پر جہین نماز رکھ کر سجدہ کریں گے تاکہ خون شہدا کی خوشبو اور عطست سے سجدہ معنی ہو جائے۔ خاک شفا ایک معنی میں شفا یاب ہونے کی تاثیر رکھتی ہے تو دوسرے معنی میں اس کے توسط سے شفا سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

’کعبہ‘ ایک استعاراتی نظام میں وہ قبلہ اور جہت ہے جس سے نماز پڑھی جاتی ہے، تو دوسرے معنی میں وہ مرکوز دنیا ہی نہیں بلکہ مرکوز کائنات ہے جس کی طرف اب ملائک بھی سجدہ کریں گے کیونکہ توجہ زمیں اور مصلحت خاک بڑھ چکی ہے۔

جب فرشتوں نے امام مظلوم کو تجھ مصیبت میں دیکھ کر التجا کی کہ کربلا جانے کا حکم دیا جائے تو جواب دیا گیا، تم کون ہو؟

قدر داں اس کا میں ہوں میرا شاسا یہ ہے

کیوں نہ ہو میرے محمدؐ کا نواسا یہ ہے

اس شعر میں لفظ 'میرے محمدؐ' میں خاص ربط عشق ہے۔ حبیب کا نواسہ ہے اسی لیے میں اس کا قدر داں ہوں اور یہ میرا جانا پہچانا ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہاں ان استعاراتی نگاہوں کو برقرار رکھتے ہوئے ایک عشقی استعاراتی نظام کا رد کھلتا ہے، جس کا ہر لفظ ایک عشق کی کتاب کا دفتر معلوم ہوتا ہے۔

یہ وہ طاعت ہے کہ تجھ ہی ادا کرتے ہیں میرے عاشق تہ شمشیر دعا کرتے ہیں
سرہم ہوتا ہے اور خلیک خدا کرتے ہیں صادق الوعدہ یونہی وعدہ وفا کرتے ہیں
پہلے مصرعہ کے لفظ 'وہ' لفظ میں دیر نے دنیا بھر کی وسعت بھردی ہے۔ عظیم شاعر کی ایک شائستہ یہ بھی ہے کہ جس لفظ سے جیسا چاہے کام لیتا ہے۔ یہاں معنوی لفظ کے کائناتوں پر پہاڑوں کا وزن رکھ دیا گیا ہے۔ یعنی وہ جس کا راز صرف مصیبت الہی جان سکتی ہے۔ 'طاعت' ایک نظام میں نماز ہے اور دوسرے میں شریک کا کھانا ہے۔

اب نماز جماعت نہیں کیونکہ جماعت قسم ہو چکی ہے۔ اب جہاد نہیں کیونکہ لشکر تمام ہو گیا ہے۔ اب منزل شہادت عقلی ہے، اب عاشق و معشوق کا معاملہ ہے، اب خلوت اور تنہائی چاہیے، اب نفس مطمئنہ کو سرور قلب ملے گا۔ یہاں لفظ 'ادا' یعنی یہ ایک قرض تھا یہ قرض بھی تھا جس کو حسینؑ تجھ ادا کر رہے تھے۔

دوسرا مصرعہ: "میرے عاشق تہ شمشیر دعا کرتے ہیں۔"

اس مصرعہ میں عاشق، تہ شمشیر اور دعا کے الفاظ مکمل استعاراتی نظام کے ایسے سیارے ہیں جو اپنے معنی رکھتے ہوئے بھی مستعار معانی میں نمودار ہوئے ہیں یعنی زمین کی طرح ششی نظام میں سورج کے گرد بھرتے ہوئے بھی اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں۔ مضمون کی طوالت کو خوش نظر رکھتے ہوئے اس استعاراتی گفتگو جو مرثیہ دیر کی پہچان ہے، یہاں تکمیل

چھوڑتے ہوئے اس بند کے آخری دو شعر پیش کرنا چاہتا ہوں جہاں استعاراتی نظام در نظام
سلسلہ وار بنتے جاتے ہیں۔

سر قلم ہوتا ہے اور فکر خدا کرتے ہیں
صادق الوعدہ یونہی وعدہ وفا کرتے ہیں
ہم قناز اس کے جنازے کی جو پڑھوائیں گے
تم بھی جانا کہ رسولانی سلف جائیں گے

مرزا دیر کے مرثیوں میں انہیں کے مرثیوں کی طرح نیکروں ایسے اشعار ملتے ہیں
جن کو ترتیب دے کر درجنوں رزم نامے ترتیب دیے جاسکتے ہیں۔ جو اردو ادب میں
خال خال ہیں۔

ہمیں دیر کے مطالعے کی ضرورت اس لیے ہے کہ انہیں کے پاس دیر نہیں جبکہ
دیر کے پاس انہیں نظر آتے ہیں۔ شبلی نعمانی کی قنازہ کتاب ’مواعدہ انہیں و دیر‘ کے
جواب میں سید ظہیر الحسن صاحب فوق نے جو کتاب ’المیاد انہیں‘ انہیں اس میں جس قسم کا کام
شبلی نے میر انہیں کا پیش کیا تھا فوق نے اسی رنگ کا کام مرزا دیر کے یہاں سے پیش
کر کے یہ ثابت کیا کہ مرزا دیر اس رنگ پر بھی قادر تھے۔
ہم جانتے ہیں۔ میر انہیں نے دعا مانگی تھی:

جب تک یہ چمک میر کے پر تو سے نہ جائے
الہم غن میرے فکر سے نہ جائے

اور دیر نے دعا کی تھی:

جب تک جہن نظم کی بنیاد رہے کی
رہیں غنی سب کو تری یاد رہے کی

آخر میں ہم ڈاکٹر ظہیر فتح پوری کی سچ گفتار پر اپنی گفتگو ختم کرتے ہیں:

”بحیثیت شاعر دیر نے اپنا فرض ادا کر دیا لیکن ہم بے دیر کا فرض ابھی باقی ہے اور
دیر شناسی کی راہ میں کئی مراحضیں موجود ہیں۔ عام قارئین تو الگ رہے، مصنفوں حتیٰ کہ

نقدوں تک میں "کاغذ اور لے بھاگی" کا رد یہ چلایا جاتا ہے۔ چنانچہ صاف فکر آتا ہے کہ آسان پسندی کی خاطر دہر کا مطالعہ کیے بغیر وہ مسواذ میں ٹپکی کے غلط رویے کی بھرمانہ تقلید کرتے رہے ہیں اور حقیقت سے منہ پھیر کر اس عقیدے نے فوق کی فوقیت اور ثابت کے ثبوت پر نظر ڈالنا تو درکنار سید عابد علی عابد کی تذکرہ بالا قریوں تک کو پڑھنے کی دھست گہرا نہیں کی۔ میں یہاں اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا کہ اس شکل کو جو 'نجات جاوید' کو کتاب المناقب کہتا تھا اور جس کا اپنا نثری طرز انجس کے مقابلے میں دہر سے قریب تر تھا، اپنے گریبان کا لیلال کیوں نہ آیا؟ لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ جو پہلے نہ ہو سکا وہ اب ضرور ہونا چاہیے اور وہ یہ کہ دہر پر ائمہ خیال کرنے سے پہلے دہر کو پڑھ لیا جائے۔"

آخر میں اپنے کرم فرما جناب نیاز احمد اور افضل احمد صاحب کا خاص شکریہ ادا کرتا ہے کہ ان کی ہدایت، خاص توجہ اور محبت کی وجہ سے یہ انتخاب تکمیل کو پہنچا۔ نہیں شاہ حسین شاہر کا بھی ممنون ہوں کہ ان کا خلوص و سلوک اس کتاب کی اشاعت میں شامل و حاصل رہا۔

سید تقی عابدی

اپریل 2013

مرزا دبیر کی حیات اور فن کا اجمالی جائزہ

- نام : مرزا سلامت علی
- حلقہ : دبیر
- عطار (غیر منقوط کلام میں عطار و حلقہ استعمال کیا ہے)
- تاریخ ولادت : 11 جمادی الاول 1218ھ ("بخت دبیر" ملاء تاریخ ولادت 1218ھ)
- مطابق 29 اگست 1803
- مقام ولادت : دہلی، مختار علی ماران متصل لال ڈکی
- والد : مرزا غلام حسین
- دادا : مرزا غلام محمد
- جد : ملا ہاشم شیرازی نثار، جو شیخ محمد اہلی شیرازی کے برابر حقیقی تھے۔
- نوٹ : ملا اہلی شیرازی، ایران کے مشہور شاعر تھے۔ ان کی مثنوی "سحر حلال" ایران میں مقبول تھی۔ اس مثنوی کی صنعت گری یہ ہے کہ اس کو دو بحرین میں پڑھ سکتے ہیں اور ہر شعر میں دو قافیے ہیں، یعنی یہ مثنوی ذو بحرین اور ذو قافیہین معاً سمجھیں۔
- مرزا دبیر نے اپنی ایک رباعی میں اپنے جد کی تصنیف "سحر حلال" پر یوں فخر کیا ہے :

کب غیر کے مضمون پر خیال اپنا ہے الہام خدا شریک حال اپنا ہے
اک یہ بھی ہے اعجاز احمد کا دبیر دنیا میں سخن "سحر حلال" اپنا ہے

شریک حیات : مرزا دبیر کی بیوی آردو کے عظیم المرتبت شاعر سید انشاء اللہ خاں انشا کی حقیقی نواسی اور سید معصوم علی کی بیٹی تھی۔ مرزا دبیر کے فرزند ابوج نے

اس پر اپنے ایک شعر میں فخر بھی کیا ہے۔

نانا ہیں مرے سید عالی نسب انشا

عاجز ہے خرد، اُن کے فضائل ہوں کب انشا

اولاد : ایک بیٹی اور دو بیٹے۔

الف : بیٹی سب سے بڑی تھی جو میر دذریع علی صبا کے فرزند میر بادشاہ علی بھا کی شریک حیات ہوئی۔ کہتے ہیں کہ دبیر کی غزلوں کے دیوان، بھا اپنے گھر لے گئے۔ چنانچہ جب ان کے گھر آگ لگی، دیوان خاکستر ہو گئے۔ بھا غزل، سلام اور مرثیہ بھی کہتے تھے۔

پ : بڑے بیٹے مرزا محمد جعفر اوج۔ ولادت 1853 وفات 1917

نوٹ : مرزا اوج اعلیٰ پائے کے مرثیہ نگار شاعر تھے۔ مرزا اوج شاعری کے مجتہد تھے۔ انہوں نے مختلف نئے تجربات بھی کیے ان کے مرثیوں میں انشا، دبیر اور انیس : تینوں کے محاسن ملتے ہیں۔ ’سمراج الکلام‘ میں شبلی نعمانی کا یہ قول نقل کیا ہے :

”انصاف یہ ہے کہ آج مرزا اوج سے بڑھ کر کوئی شاعر ہے، نہ مرثیہ گو۔“
مرزا اوج نے نوجوانی ہی میں ’معباس الاشعار‘ تحریر کی جو فنی شاعری عروض قافیہ و تاریخ گوئی کی بلند معیار کتاب ہے جس کے متعلق داغ دہلوی نے فرمایا تھا : ”آج علم عروض کا ماہر، مرزا اوج سے بڑھ کر کوئی ہندوستان میں نہیں۔“

بھائی بہن : ایک بڑے بھائی اور دو بڑی بہنیں۔ مرزا صاحب سب سے چھوٹے تھے۔ بڑے بھائی مرزا غلام محمد نظیر، وفات 1291 ہجری۔

تعلیم و تربیت : مرزا دبیر نے تمام کتب رائج درسیہ عربی اور فارسی باقاعدہ پڑھی تھیں۔ جملہ علوم معقول اور منقول میں مہارت حاصل تھی۔ پروفیسر حامد حسن قادری کہتے ہیں : ”مرزا دبیر نے عربی اور فارسی کی تعلیم فضیلت کی حد

تک حاصل کی تھی۔“ ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی ’دہستان دیر‘ میں لکھتے ہیں: ”مرزا صاحب کی علمی حیثیت بہت بلند تھی۔ عربی و فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ تمام علوم عقلی اور نقلی پر حاوی تھے اور طبقہ علما میں شمار کیے جاتے تھے۔“ دیر چونکہ بہت ذہین تھے، اس لیے اخبار انیس سال میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

- (1) : اساتذہ مولوی غلام صاحب قاضی دوران سے ابتدائے شباب میں صرف دعو، منطق، ادب اور حکمت کا درس لیا۔
 - (2) مولوی میر کاظم علی صاحب عالم دین سے دیبانات، تفسیر و اصول و حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔
 - (3) ملا مہدی صاحب مازندرانی اور مولوی فضل علی صاحب اخباری کے آگے زانو کھنڈ کیا۔
 - (4) شاعری میں تقریباً دس سال میر ضمیر کی شاگردی کی۔ ضمیر کھنوی کو خود اس پر فخر تھا کہ وہ دیر کے استاد ہیں۔ اس مضمون کو انھوں نے اپنی ایک رہائی میں یوں پیش کیا ہے:
- پہلے تو یہ شہرہ تھا ضمیر آیا ہے
اب کہتے ہیں استاد دیر آیا ہے
کردی مری جیری نے مگر قدر سوا
اب قول بھی ہے سب کا حق آیا ہے
- (5) مرزا دیر کی اوسط عمر میں میر عشق مرحوم نے بھی مرثیوں میں مطاقی ہجیم پہنچائی ہے، اس کا اعتراف شاہد عظیم آبادی نے کیا ہے۔

شغل

: شاعری اور ادب (حکمت سے دلچسپی رکھتے تھے)۔

شغل و صورت:

ثابت کھنوی اور شاہ عظیم آبادی نے دیر کو بڑے حابے میں دیکھا تھا۔ ثابت کھنوی کہتے ہیں: ”ہنکا سا نولا رنگ، کسی قدر کشیدہ قامت، ماتھا بڑا،

کثرتِ جود سے ماتھے پر جھرے کا نشان، آنکھیں بڑی بڑی کول دو
آنکھیں داڑھی، بڑی پاٹ دار آواز۔“

آواز : مرزا دیر کی آواز پاٹ دار اور پُر تاثر تھی۔ ان کی آواز میں گداز شامل تھا
لیکن حاسدین، مرزا دیر کی آواز کو بھی نام رکھتے تھے، چنانچہ دیر اپنی ایک
رباعی میں کہتے ہیں :

جب شاہِ نجف مصین و ناصر ہوئے
کیوں سب میں نہ ممتاز یہ ذاکر ہوئے
آواز ہے بھاری تو ہو پر بات یہ ہے
مجلس میں سخن نہ بار خاطر ہوئے

مرزا دیر کا حافظ بلا کا تھا۔ واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا
صاحب کو چالیس پچاس سالہ پرانی باتیں اچھی طرح یاد تھیں۔
مرزا دیر نہایت خوش خط اور زود نویس بھی تھے۔ آپ کا خط پختہ اور
پاکا ہوا تھا۔ مرزا صاحب کا خط اُس زمانے کے ایرانیوں کی روش پر تھا۔
وہ حروف پر کم نقطے دیتے تھے اور بعض حروف پر نقطے ہی نہیں دیتے تھے۔
حروف پر نقطے نہ ہونے کی وجہ سے عربوں کی نقلیں لیتے ہوئے بعض
لفظوں کا کچھ کا کچھ ہو گیا، شاید یہ بھی وجہ تخریف ہوگی۔

اخلاق و کردار : مرزا دیر اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے۔ محمد و آل محمد کی مداحی نے ان کے
دل میں رحم، ہمدلی، سخاوت، عدالت، قناعت، متانت، صداقت،
قیمت، خود داری اور جرأت کے دلوں کو اس طرح ابھارا کہ وہ فرشتہ
صفت انسان بن کر ظاہر ہوئے۔ عدالت کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ
کبھی کسی غریب کے مقابلے میں کسی امیر پر طینت کی طرف داری نہ کی
کسی رئیس یا بادشاہ کی انھوں نے خوشامد نہ کی، کسی بادشاہ کو خداوند نہ کہا۔
جب مرزا دیر نے بادشاہ غازی الدین حیدر کے مزا خانے میں بادشاہ کی

موجودگی میں منبر پر جا کر حمد و نعت و منقبت پڑھ کر یہ قطعہ پڑھا:

واجب ہے حمد و شکر جناب اللہ میں
فضل خدا سے آیا ہوں کس پارگاہ میں
مجھ سا گدا اور انجمن بادشاہ میں
چہ چاہیے لوگ کرتے ہیں اس وقت رلا میں
ڈرتے پہ چشم مہر ہے مہر منیر کو
حضرت نے آج یاد کیا ہے دیر کو

پھر جو مرثیہ پڑھا اس کا مطلع تھا: ”دارغ فہم حسین میں کیا آب و تاب ہے“
چنانچہ جب مرثیے کے اس بند پر آئے تو بادشاہ رونے لگے اور اُسے پھر
پڑھا دیا بند یہ ہے:

جب روز کبریٰ کی عدالت کا آئے گا
بہار بادشاہوں کو پہلے بلائے گا
انصاف و عدل اُن سے بہت بوجھا جائے گا
تو آج داد دینے کی کل دلو پائے گا
کل کر دیا ہے دونوں جہاں کے چراغ کو
لونا ہے تیرے عہد میں زہرا کے بارغ کو

کہتے ہیں مرزا دیر تو مرثیہ پڑھ کر چلے گئے لیکن بادشاہ کو خوف خدا سے
ساری رات نیند نہ آئی، صبح سویرے اپنے وزیر کو انصاف اور عدالت کے
بارے میں بڑی تاکید فرمائی۔

مرزا دیر نے جب مرثیہ شروع کیا، اُس زمانے میں مرثیہ گو شعرا
سوز خوانوں کے رحم و کرم پر رہتے تھے، کیونکہ انھی سوز خوانوں کی بدولت
ان کے مرثیے مشہور ہوتے تھے۔ مشہور ہے کہ اُس زمانے میں لکھنؤ کے
مشہور سوز خواں میر علی صاحب، جو مرثیے میں خواجہ میر درد کے نواسے

تھے، جس شاعر کا مرثیہ سوز سے پڑھتے، اُسے شہرت مل جاتی تھی۔ مرزا دیر کی شہرت سن کر میر علی صاحب نے دیر کے تین مرثیوں : ع :
 ”بارغِ فردوس سے یہ بزمِ عزا بہتر ہے۔“

ع : ”بخدا تاجِ سرِ عرشِ خدا ہے شیر۔“

ع : ”جب ہوئی ظہرِ تلکِ قتلِ سپاہِ شیر۔“ کو حاصل کر کے پڑھا اور سارے نکستوں میں ان مرثیوں کی شہرت ہو گئی۔ اتفاق سے انہی مرثیوں میں سے ایک مرثیہ کسی دوسرے سوز خواں نے بھی کہیں پڑھا جہاں میر علی صاحب موجود تھے، جب میر علی صاحب کو معلوم ہوا کہ دیر نے یہ مرثیہ دوسروں کو بھی دیا ہے تو مرزا صاحب کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم مستند اور مشہور مرثیہ گو بننا چاہتے ہو تو آئید، دو مرثیہ، جو میر علی کو دیا گیا ہے، کم از کم تین سال تک کسی دوسرے کو تقسیم نہ کیا جائے۔ مرزا صاحب نے جواب بھیجا کہ میری طرف سے آدابِ عرض کیجیے اور کہیے کہ لول تو آپ سینہ، دوسرے بزرگ، تیسرے ذاکر، اس طرح واجبِ انتظام ہیں۔ میں اگر مستند مرثیہ گو بننا چاہتا ہوں تو امامِ حسین کی اعدا اور اپنی محبت و مٹھجِ خدا داد سے۔ یہ بات شاید مری مرزا سے بھی دور ہوگی کہ کوئی ذاکر مجھ سے مرثیہ مانگے اور میں یہ کہہ کر اُس کی دل شکنی کروں کہ میر علی صاحب کا نظم نہیں۔ مجھ سے یہ شرط نہ نہیں سکتی۔“ کہتے ہیں اُس دن سے پھر میر علی صاحب نے مرزا صاحب کا کوئی مرثیہ نہیں پڑھا۔

شاعری کا آغاز: دیر نے 12 سال کی عمر میں 1815 میں شاعری کا آغاز کیا۔

مدتِ مشقِ سخن : 60 سال

پہلا قطعہ : یہ قطعہ مرزا صاحب نے اپنے استادِ ضمیر کو سنایا تھا :

کسی کا کندہ گلینے پہ نام ہوتا ہے

کسی کی عمر کا لہریز جام ہوتا ہے

محبہ سرا ہے یہ دنیا کہ جس کی شام دھڑ

کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

آخری قطعہ تاریخ: یہ قطعہ تاریخ ہے جو میر انیس کے انتقال پر کہا تھا، جس کے آخری دو

صبروں کے مجموعی اعداد سے تاریخ عیسوی نکلتی ہے۔ مرزا نے معتقدین

کی طرح آسمان کے الف سدرہ کے عدد دو لیے ہیں:

آسمان ہے نام کامل سدرہ ہے روح الامیں

طور بیٹا ہے کلیم اللہ منبر ہے انیس

(1874 = 945 + 929)

پہلا مرثیہ : ع: ہانو پچھلے پہر مسز کے لیے روتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مرزا دیر کا پہلا مرثیہ ہے۔ یہ مرثیہ حضرت

علی مسز کے حال میں ہے۔

آخری مرثیہ : ع: انجیل مسج لب شہز ہیں مہاش

مرزا دیر یہ مرثیہ نظم کر رہے تھے کہ میر انیس کے انتقال کی خبر ملی۔ مرثیہ

نا تمام چھوڑ دیا اور کہا کہ "دیر یہ حیرا آخری مرثیہ ہے۔" اور یہی نا تمام

مرثیہ انہوں نے اپنی آخری مجلس میں 25 ذیقعدہ 1291 ہجری میں

پڑھا۔ یہ مرثیہ حضرت مہاش کے حال میں تھا۔

اساتذہ : تقریباً دس برس میر ضمیر کھنوی سے استفادہ کیا۔ میر ضمیر نے مخلص دیر

ککھا۔ شاد عظیم آبادی کہتے ہیں، میر عشق: فرزند اس کھنوی نے بھی

مرثیہ کے لوک و پلک سنوارنے میں مدد کی۔

شاگرد : مرزا دیر کے شاگردوں کی فہرست بڑی ہے، ہم یہاں صرف منتخب

شاگردوں کے نام پیش کریں گے:

(1) محمد جعفر اوج (2) محمد ہادی حسین عطار (3) محمد نظیر (4) میر بادشاہ بھا

(5) شاد عظیم آبادی (6) منیر شکوہ آبادی (7) مشیر کھنوی (8) صغیر کھنوی

(9) ممتاز الدولہ (10) ملکہ زمانی (11) سلطان عالیہ (12) زب النساء حاجی
(13) قدیر دہلوی (14) محمد تقی اختر (15) شیخ فقیر حسین عظیم (16) صفدر
فیض آبادی (17) سید باقر مہدی بلخ (18) محمد رضا ظہر (19) وہاب
حیدر آبادی (20) امام ہادی عفت (21) مطیر (22) سفیر (23) صبا
(24) وزیر (25) حقیر وغیرہ۔

پڑھنے کا طریقہ: مرزا دیر منبر کے چوتھے زینے پر بیٹھتے تھے۔ پہلے منبر پر بیٹھ کر دو چار
منٹ چاروں طرف مجلس کو دیکھتے۔ اکثر لوگوں سے سلامت اور مختصر
مزاج پرسی کرتے۔ اسی دوران زیر منبر کوئی مصاحب مرچے کے کاغذات
دیتے۔ مرزا صاحب ان کاغذات سے چند کاغذوں کا انتخاب کر کے زانو
پر رکھ لیتے اور پھر ہاتھ اٹھا کر یہ آواز بلند فاتحہ کہتے اور غرضوع و خشوع
کے ساتھ سورۃ الحمد تمام کر کے بھی کچھ پڑھتے۔ غیر نکلونی ٹرہا عیادت و غیر
میں لکھتے ہیں: ”آج بھی مرزا دیر کے اہل خاندان اور ان کے خاندان
کے علاوہ پہلے فاتحہ کہہ لیتے ہیں، پھر رہائی سلام اور مرثیہ پڑھتے ہیں۔
میر انیس کے خاندان میں فاتحہ نہیں کہتے اور یہی دونوں خاندانوں کی
اب پہچان رہ گئی ہے۔“

مرزا دیر اہل مجلس کو زیادہ تر مجبویا حضرات کے نقطہ سے مخاطب کرتے
جاتے۔ مصرع نصف ایک جانب اور نصف دوسری جانب نظر کر کے
پڑھتے۔ پڑھتے وقت قریب سے دیکھنے والوں کو ان کی جوش کی حالت
پوری محسوس ہوتی تھی۔ نصف مصرع کو ڈھپ کر اور نصف کو بہت آہستہ
ادا کرنا کچھ انہیں پر غم ہو گیا۔ ہاتھ یا چہرے سے بتانا مطلق نہ تھا۔ حزن
یا بین کی جگہ آواز کو نرم بنا کر سامعین پر اثر ڈالنا بھی چنداں نہ تھا۔ اکثر
اہل مجلس کو روتے روتے غم آجاتا تھا۔ پورا مرثیہ از مطلع تا مطلع مسلسل
پڑھتے میں نے نہیں سنا۔ مشکل سے مرثیہ کے ایک سو بند پڑھتے ہوں گے۔

آخر میں پسے سے شرابور ہو جاتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے تک پڑھ کر اتر آتے تھے۔"

مؤلف: "حیات دیر" ثابت لکھنوی کہتے ہیں: "مرزا دیر جوش معرفت میں سنے کے زور سے پڑھتے تھے اور مجلس میں جب بھی پڑھنے کو جاتے تھے دھوکہ کے جاتے تھے۔ آواز بھاری اور پاٹ دار تھی، فطری طور پر کہیں خود بخود ہاتھ اٹھ جاتا تھا در نہ منبر پر بیٹھ کر بتلانے کو وہ صیب جانتے تھے۔ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے مرثیہ خوانی سے بتانے کو کیا علاقہ ہے۔ اس مضمون کو اپنی ایک رباعی میں یوں بیان کرتے ہیں:

ناحق نہ چننا نہ جلاتا ہے
بے کار نہ ہر بند پہ بتلاتا ہے
ابنِ وٹ مرداں کا ثنا خواں ہوں میں
صدِ شکر کہ پڑھنا مرا مردانہ ہے

حکایت : 1872 میں دارودہ میر واجد علی تنخیر لکھنوی کے امام ہاڑے میں دیر نے یہ مرثیہ پڑھا تھا:

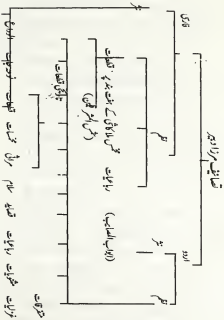
ع: پرچم ہے کس علم کا شعاع آفتاب کی "تمام مجلس تصویر بنی ہمدن گوش تھی۔ یہاں تک کہ مرزا دیر اس موقع پر پہنچے کہ حضرت جدت اپنے بچوں سے پوچھتی ہیں کہ تم نے شر سے بات کیوں کی؟ اس موقع پر مرزا دیر نے ایک مصرع تین طرح سے پڑھا۔ ہر مرتبہ مصرع کے ایک نئے معنی سامعین کے ذہن میں آئے:

- (1) کیوں۔ تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی؟ (ٹھکر کی لہجہ میں)
 - (2) کیوں؟ تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی؟ (سوالیہ طور پر)
 - (3) کیوں تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی (چسپ کے لہجہ میں)
- اس مصرعے پر اس قدر دقت ہوئی کہ مرثیہ آگے نہ پڑھ سکے۔ مرزا دیر

کو خاص کر بین کے مقامات پڑھنے میں کمال حاصل تھا۔ کہتے ہیں کہ مرزا ادب کے پڑھنے کا انداز انہیں کے ساتھ فتم ہو گیا۔ انہوں نے کسی اپنے شاگرد کو اپنے پڑھنے کا طرز نہیں سکھایا۔

طریقہ تصنیف: ثابت لکھنوی کے قول کے مطابق: ”جب تک طبیعت حاضر نہ ہوتی تھی، نہ کہتے تھے اور جب حضور قلب کا عالم ہوتا تھا، کہتے تھے اور جلد جلد کہتے تھے۔“

شاد عظیم آبادی ’سیہرالنخس‘ میں لکھتے ہیں: ”آخر شب سے تہجد پڑھ کر مرے کی تصنیف شروع ہوتی تھی۔ صبح تک جتنے بند کہتے تھے بعد اوائے نماز اس کو لیے ہوئے باہر آتے تھے۔ کاتب موجود رہے۔ خود بتاتا کہ اپنے سامنے صاف کرواتے تھے۔ یہ بھی مسودہ دوم میں داخل ہوتا تھا۔ مسودہ اول و دوم سب مقلد کیا جاتا پھر شب کو مسودہ اول نکالا جاتا تھا۔ مرے کی تصنیف یوں نہ ہوتی تھی کہ مطلع شروع کر کے چہرہ، صف آرائی، رخصت، لڑائی وغیرہ کے بند ترتیب کے ساتھ کہتے تھے بلکہ مثلاً تلواریا گھوڑا یا صف آرائی یا چہرہ یا رخصت میں جتنے مضامین متعلق مرثیہ کہتے ہیں، ہر مضمون کے سو سو دو دو بند لکھے جاتے تھے، آخر میں اس ذخیرے سے بند لے کر پانچ پانچ چھ مرے مرتب کر لیتے تھے۔ کچھ موٹی موٹی جلدیں کاتب سے صاف کرائی ہوئی، انہیں بے ترتیب بندوں کی، الگ رہتی تھیں اور جب یہ بند بصورت مرثیہ مرتب ہو جاتے تھے تو کتاب کے اندر ترتیب وار داخل کیے جاتے تھے۔ اسی طرح سلاموں، تحسوں، قطعات وغیرہ کی جلدیں صاف کی ہوئی، الگ رہتی تھیں۔ کاتب کو دم لینے کی فرصت نہ تھی، تازہ تصنیف کو تو اپنے سامنے بٹھا کر صاف کرواتے تھے، ورنہ کاتب کے حوالے کر دیتے تھے وہ الگ بیٹھا لکھا کرتا تھا۔



تعداد مرثیہ : راقم مزید تحقیقی اطلاعات فراہم ہونے تک مطبوعہ مرثی کی تعداد 290 اور غیر مطبوعہ مرثی کی تعداد 285 اور کل موجود مرثی دیر کی تعداد 675 رقم کرتا ہے۔

(1) ”دختر ماتم“ کی 14 جلدوں میں مطبوعہ مرثی کی تعداد = 338

(2) مختلف مرثیوں کی کتابوں میں مطبوعہ مرثی کی تعداد باون (52) ہے۔

$$390 = 52 + 338 =$$

(3) غیر مطبوعہ مرثیوں کی تعداد مجھے قلمی یا خوں میں 285 ہے = 285

(4) کل مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مرثیوں کی تعداد = 390 + 285 = 675

مرزا ادبیر کے مطبوعہ مراثی کا جدول

نمبر شمار	نام	تعداد مراثی	سن طبع	مطبع
1	مرثیہ مرزا ادبیر۔ جلد اول	35	1875	نول کشور پریس، لکھنؤ
2	مرثیہ مرزا ادبیر۔ جلد دوم	34	1875	نول کشور پریس، لکھنؤ
3	دختر نام۔ جلد اول	25	1897	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
4	دختر نام۔ جلد دوم	25	1896	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
5	دختر نام۔ جلد سوم	29	1896	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
6	دختر نام۔ جلد چہارم	27	1896	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
7	دختر نام۔ جلد پنجم	27	1896	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
8	دختر نام۔ جلد ششم	29	1896	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
9	دختر نام۔ جلد ہفتم	25	1898	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
10	دختر نام۔ جلد ہشتم	30	1898	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
11	دختر نام۔ جلد نهم	26	1896	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
12	دختر نام۔ جلد دہم	27	1896	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
13	دختر نام۔ جلد یازدہم	27	1896	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
14	دختر نام۔ جلد دوازدہم	29	1897	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
15	دختر نام۔ جلد سیزدہم	23	1897	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
16	دختر نام۔ جلد چہار دہم	19	1897	مطبع احمدی سنگ گنج، لکھنؤ
17	نواب کر بلا۔ جلد اول	15	1928	مطبع برہمنی، دہلی
18	نواب کر بلا۔ جلد دوم	15	1928	مطبع برہمنی، دہلی
19	سچ جیانی۔ غیر لکھنوی	14	1930	نکاحی پریس، لکھنؤ

20	شعاع دیر۔ مہذب لکھنوی	7	1951	یو تا نیچر ایڈیا پریس، لکھنؤ
21	رزم نامہ دیر۔ خبر لکھنوی		1946	نظامی پریس، لکھنؤ
22	باقیات دیر۔ اکبر جیدی	26	1984	مرزا جلی لکھنؤ، حسن آباد، سری نگر
23	دختر دیر۔ بلال نقوی	25	1995	محمد انجمن لکھنؤ، جلی لکھنؤ، کراچی
24	مقلب مرانی دیر	20	1980	مرحبہ! انکم ٹیوی، پوری مجلس ترقی ادب۔ لاہور
25	انتخاب مرانی مرزا دیر	20	1980	مرحبہ! اکبر جیدی، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ
26	انتخاب مرانی دیر	8	1962	رام نرائن کال، پٹنیر، اڈا آباد

مرثیوں کی بحر میں: مرزا دیر کے مرانی پانچ بحر کے نو حقائق میں کہے گئے ہیں لیکن اغلب مرثیے ان پانچ لوزان میں ہیں۔

(1) بحر مدل مضمون مخبون محذوف / ممکن = فاعلاتن فاعلاتن مفاعیلن فاعلن

مثال: "جب ہوئی علم حک سہا و شہیر"

(2) بحر مضارع مضمون مکفوف محذوف = مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلن

مثال: "یارب! مجھے مرقع غلدہ بریں دکھا"

(3) بحر ہزج مضمون مکفوف مکسور محذوف = مفعول مفاعیل مفاعیل فاعلن

مثال: "اے وہبہ! انعم! دو عالم کو ہلا دے"

(4) بحر جہت مضمون مخبون محذوف = مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلن

مثال: "رورائتہ شہر لہن کو جو شیر خوار ہوا"

(5) بحر سربج مسدس مطوی مکسوف = مقطعلن مقطعلن فاعلن

مثال: "جب رہے میدان میں تجھا مستی"

ایجادات : 'حیات دیر' کے مولف ثابت لکھنوی نے مرزا دیر کی ان ایجادات کو

بیان کیا ہے جو میر انیس کے کلام میں موجود نہیں۔ ہم ابدائی طور پر یہ

ایجابات یہاں بیان کرتے ہیں۔

1- مرثیہ کو حمد و نعت و منقبت سے شروع کیا، بادشاہ اور مجتہدین مصر کی بھی

مدح فرمائی۔ مثال: مطلع مرثیہ ”ملفرا نویں کن قلیوں ذوالجلال ہے“

2- چہارہ (14) مصومین علیہم السلام کے حال میں علیحدہ علیحدہ مرثیہ

کہے، چنانچہ ”ذکر ماتم“ کی چودہ جلدوں میں یہ ترتیب ہے کہ ہر جلد ایک

مصوم کے حال کے مرثیہ سے شروع ہوتی ہے۔

حکایت : مرزا اوج کہتے ہیں جب نواب نادر مرزا صاحب فیض آبادی نے مرزا

صاحب کو بلوایا تو ان سے خواہش کی کہ چودہ مصوموں کے حال میں

مختصر مرثیہ لکھ دیں تاکہ وہ ہر مصوم کی وفات کے دن مجلس میں پڑھ

سکیں، چنانچہ جب مرزا صاحب پاکی میں واپس شہر لکھنؤ آئے تو راستے

میں تمام مرثیوں کو کہہ اُن لوگوں کے ہاتھ جو مرزا صاحب کو لکھنؤ لائے

دے دیے کہ نواب صاحب کو دے دیں۔ یہ مرثیہ مختصر مرثیہ ہیں۔ مرزا

دیر کا خیال تھا کہ وہ ہر مصوم کے حال میں ایک طولانی مرثیہ کہیں گے،

چنانچہ امام موسیٰ کاظم کے حال میں ان کا ایک طولانی مرثیہ موجود ہے۔

3- حال ولادت حضرت عباس: ”انجیل مسیح لبو مہر ہیں عباس“ — اور

حال ولادت حضرت علی اکبر: ”جب رزق مرقع کون و مکاں ہوئی“ لکھا۔

4- حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی شادی کا حال اس مرثیہ میں نظم کیا جس

کا مطلع ہے:

ع: ”جب فاطمہ سے عقدِ حبِ لائق ہوا“ یہی نہیں بلکہ عقدِ حضرت علی،

جو حمیدہ ام المومنین سے ہوا، اس کا ذکر مرثیہ ع: انجیل مسیح لبو مہر

ہیں عباس“ میں ہے۔ اسی طرح حضرت عباس کی شادی کا حال :

”جب اختر یعقوب پہ کی مہر خدائے“ میں ذکر کیا ہے۔

5- مرزا دیر کے زمانے میں ترکوں نے کربلائے معلیٰ میں قتل عام کیا تھا

جس میں ہاتھیں (22) ہزار افراد قتل ہوئے۔ اس قتل و غارت کو مرزا صاحب نے کئی رہاسیات میں نظم کیا اور تفصیل سے اس مرچے میں نظم کیا جس کا مطلع ہے: ع: ”اے قہر خدا رویوں کو ذریعہ و ذریعہ کر“

6- حالات تاریخی پر مرثیہ لکھا: ع: ”فہرست یہ میجر کے لشکر کی رقم ہے“

7- مرچے میں مناظراتی پہلو۔ مرزا صاحب کے دور میں ایک شخص نے

شدت سے تعزیر داری کی مخالفت کی تھی تو مرزا صاحب نے اس کا جواب اس مرچے میں لکھا: ع: ”اے صبح قلم ابھن افروز رقم ہو“

8- مرثیوں میں طرزِ جان کے جدید نکات، جیسے شام کے زخاں میں حضرت

سکینہ کو سنانے کے لیے حضرت نعت کا کہانی کہنا، جو امام حسین کی کہانی تھی: ع: ”جب کہ زخاں میں نئی زادیوں کو رات ہوئی“

9- مرثیوں میں بہت سی معتبر روایتوں کو نظم کیا جیسے ع: ”جب دن میں

بود فتح حدو ایک شب رہے“ میں نصرانی تاجر کا واقعہ وغیرہ ہے۔

10- مرچے میں قاتلانِ حسین سے انتقام، حالِ حضرت علقا، ع: ”جب

سچی انتقام برہند خدا نے کی“

11- مرچے میں خرقہ سراپا لکھا: ع: ”اب تک کسی نے خرقہ سراپا نہیں کہا“

اصحابِ حسین: حبیب اپنی مظاہر، زہیر اپنی قین، وہب اپنی کلی کے متعلق مرثی لکھا۔

12- پانی اور آگ کا مناظرہ: ابنِ دونوں حضروں کے سبب سے جو علم

اہل بیت پر ہوئے: ع: ”آتش سے، سبب و شمنی آب کا کیا ہے؟“

13- مرزا دیر سے پہلے اور ان کے ہم حضروں میں بھی عموماً مرچے چار بحروں:

رث، ہرج، مضارع اور جث میں کہے جاتے تھے لیکن مرزا صاحب نے دوسری بحروں میں بھی مزید اور طویل مرثی لکھے، جو مقبول ہوئے۔

14- مرزا دیر نے ایک مرچے میں کئی مطلعے لکھنے کو رواج دیا یعنی ایک مرچے

میں رخصت، لڑائی، شہادت کے موقعے پر کسی مطلع دیتے تھے۔

15- ایک مرثیہ: ع: ”آہوئے کعب قربانی داور ہے حسین“۔ میں تمام

احکام ذبحہ نظم کیے، اسی طرح ع: ”کیا شانِ روضہٴ خلب بو تراب ہے۔“ میں زیارتِ ہضیہ مقدسہ کے اکثر فقرہوں کا مطلب بیان کیا ہے۔

16- مساموں میں طویل قطعہ بند رکھنا بھی مرزا دیر ہی کی ایجاد ہے، جیسے

سلام میں ٹر اور ابن سعد کی گفتگو۔ دیر کے بعد ان کے شاگردوں نے بھی مساموں میں قطعہ بند رکھے۔

17- دیر نے مرثیوں میں خطباتِ امام حسینِ نقم کیے۔

18- دیر نے ایک مرثیے میں تمام علمِ بیان اور علمِ بدیع کی صنعتوں کو جمع کیا

جس کا مطلع ہے: ع: ”طعل لبِ ہیمز گہر بار ہے دن میں“

19- دیر نے ہا کردارِ طما کی مدح و ستائش کے عنصر کا اضافہ کیا۔

20- دیر نے مائل کے لیے مشکلِ مشوی ’حسن القصص‘، ’معراجِ نامہ‘ اور

’فضائلِ چہارہ‘ معصومِ نظم کیے۔

21- دیر نے مرثیوں کے مطلعوں میں ’جب‘ ایک سو سے زیادہ اور ’جو‘ پچاس

سے زیادہ مقامات پر آیا ہے۔ یہ اسلوبِ دیر کے گہرے قرآنی مطالعے کا

نتیجہ ہے۔ بعض سورتوں اور آیوں کا آغاز ’اذا‘ سے ہوا ہے جس کے معنی

’جب‘ کے ہیں۔ مرزا دیر کے مرثیوں میں آیات و احادیث کے ٹکڑے نظم

کیے گئے ہیں:

ع: ”جب فتم کیا سورۃ واللیل قرآنے“

ع: ”یارو کریم وہ ہے جو وعدہ وفا کرے“

نیکائے زمان:

ف ۱: مرزا دیر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے اردو شعرا میں سب سے زیادہ

شعر کہے۔ دیر کے مطبوعہ اشعار کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار (1,20,000)

سے زیادہ ہے۔

ف 2: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ مرثیے لکھے۔
مرزا دہر کے مطبوعہ مرثیوں کی تعداد (390) اور غیر قلمی مطبوعہ مرثیوں کی
تعداد (285)، یعنی کل مرثیوں کی تعداد (675) ہے۔

ف 3: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ رباعیاں کہی
ہیں۔ مرزا دہر کی رباعیات کی تعداد (1332) ہے۔

ف 4: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ الفاظ استعمال
کیے۔ ہم نے نظیر اکبر آبادی کا کلیات جس میں تقریباً ساڑھے آٹھ ہزار
اشعار ہیں، کھنگالا تو معلوم ہوا کہ یہ روایتی اور رعایاتی جملہ کہ نظیر اکبر آبادی
نے سب سے زیادہ اردو کے الفاظ استعمال کیے ہیں بالکل بے بنیاد اور
غلط ہے۔ انیس اور دہر کے مقابل نظیر کے الفاظ کی تعداد بہت کم ہے۔

ف 5: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے صنعت غیر منقوٹ یا مہملہ میں
سب سے زیادہ اشعار کہے۔ انشاء اللہ خاں انشاء، جو دہر کے کئے ٹانا
خسر تھے، ان کے غیر منقوٹ اشعار دہر سے تعداد میں کم ہیں۔

ف 6: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کی آمدنی لاکھوں روپیوں تک تجاوز
کر گئی تھی اور وہ سب اہل حاجت میں تقسیم ہوتی تھی۔

ف 7: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے علم بدیع کی لفظی اور معنوی
صنعتوں کو سب سے زیادہ استعمال کیا ہے۔

ف 8: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کے حسب، نسب، کسب، مذہب،
حیات، فن اور شخصیت پر جملے کیے گئے اور بعض جملے دوست استاد اور
شاگردوں کی جانب سے ہوئے۔

ف 9: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کے دوست دہر بے اور مخالف ایسے
شدید تھے۔ اردو ادب نے ایسی چٹک نہیں دیکھی، اگرچہ خود دہر اور

انہیں کے دل ایک دوسرے سے صاف تھے اور ایک دوسرے کی قدر کرتے تھے۔

ف 10: مرزا دیر اردو کا وہ تھا شاعر ہے جس نے نثری کتاب ”ہواب العاصب“ کے علاوہ شاعری کی ہر صفت اور صنف یعنی غزل، نظم، قصیدہ، مثنوی، قطعہ، غنم، مسدس، تاریخ، رباعی، سلام، مرثیہ، شعر آشوب اور قصیدیں میں شاہکار چھوڑے ہیں۔

ف 11: مرزا دیر اردو کا وہ تھا شاعر ہے جس نے اپنی وفات کی تاریخ کی دعا مانگی اور وہ مستجاب ہوئی۔ دیر کا انتقال 30 محرم 1292 ہجری کو ہوا۔ یہ رباعی ملاحظہ کیجیے:

جب مصعب ہستی مرا برہم کرنا سی پارہ ایام محرم کرنا
برہانہ جائے مری خاک اے گردوں چار چراغ بزم ماتم کرنا
مشاعر سخن و ادب کی نظر میں:

(1) مرزا غالب: مرثیہ گوئی مرزا دیر کا حق ہے، دوسرا اس راہ میں قدم نہیں اٹھا سکا۔ یہ حصہ دیر کا ہے۔ وہ مرثیہ گوئی میں فوق لے گیا۔ ہم سے آگے نہ چلا گیا۔ ناقص رہ گیا۔

الطاف حسین حالی نے مرزا غالب کے قول کو یوں نقل کیا:

”ہندستان میں انھیں، اور دیر جیسا مرثیہ گو نہ ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔“

(2) شیخ ناسخ: مرزا دیر کے یہ شعر سن کر فرمایا: سلامت علی سا طبیعت دار خلاق مضامین نہ ہوا ہے نہ ہوگا:

ہاں ہنجر مریم کہوں چنے کو پک کے

کہاں میں جینی کو سلاتی ہیں تھک کے

(3) خواجہ آتش: مرزا دیر کے غیر محفوظ مرثیے کون کر کہا: ”بھی فیضی کی

غیر محفوظ تفسیر سنی تھی اور اب سلامت علی کا یہ غیر محفوظ مرثیہ۔“ کوہ رقیہ

پر جو علی کا گزر ہوا۔" سن کر کہا:

اے میاں! ایسے مضامین کہو گے تو مر جاؤ گے یا خون تھو کو گے۔

(4) میرا نہیں: انیس کے دل میں دیر کی بڑی عزت تھی۔ میرا نہیں کا بیان ہے کہ والد کے سامنے کوئی شخص سراپا یا کتا یا مرزا دیر کی تنقیص نہیں کر سکتا تھا اسی طرح مرزا دیر کے یہاں کسی کی جہال نہ تھی کہ میرا نہیں پر بے جا حملے کرے۔ دونوں ایک دوسرے کی نسبت فرماتے تھے کہ ایسا صاحب کمال شاید پھر پیدا نہ ہو۔





حیدر نے ہر اہلیم کو تغیر کیا
 مالک نے انھیں مالک شمشیر کیا
 قابل جو ولادت کے نہ تھا کوئی مگر
 مگر حق کا خلیق حق نے تغیر کیا



کہنے کو اذان کے دین سب ملتا ہے
 مگر نام علی نہ ہو تو کب ملتا ہے
 احمد ¹¹² محمد ⁹² و علی کو کس کو
 یہ دونوں جو باہم ہوں تو رب ملتا ہے

سلام

مدح علیؑ میں ہے یہ بلندی کلام کی عرش بریں زمیں ہے ہمارے سلام کی
 اللہ سے پوزیٹ کر جس کا غبارِ راو بحر زمیں کند ہے گردوں کے پام کی
 ذریعہٴ شمس و قمر کیوں نہ ہوں جہاں سریں ہیں ان پہ حیدرِ صفور کے نام کی
 انکسبِ اعتقاد سے گر لے کے کوئی کور اک ذرہ خاک پاسے جنابِ اہم کی
 باندہٴ شرمہ دیدہ بے نور میں لگائے قدرت وہیں نظر پڑے ربِ اہم کی
 روشن ہوں ملت پر دہ چشم اس کے اس قدر سب لوگ پوچھ جائیں خبر ہر مقام کی
 مثل دو غفل شمس و قمر آئیں دس کو ذریعہٴ بغل کتاب لیے صبح و شام کی
 بے بینک و چراغ اندھیرے میں مات کو فر فر وہ سرنوشت پریمیں خاص و عام کی
 تسبیح حق میں صرف کیا رشتہٴ نجات دیکھو خدا کے واسطے طاعتِ اہم کی
 اک دم میں قصر چار عناصر بہا دیا اللہ سے آپ تجھ جنابِ اہم کی
 انصاف و علم و علم و دلیری و جود و زہد تجھ پر خدا نے ساری فضیلت تمام کی

پردہ کلا بلندی کرسی و عرش کا

مسد ہے وہ علیؑ کی یہ خیر الامام کی

طغرا نویس کن فیکوں ذوالجلال ہے

طغرا نویس کن فیکوں ذوالجلال ہے فرمان حق میں سلطنت ہے زوال ہے
 بندے سے ہو خدا کی شان یہ حال ہے اس جا زبان طوطی سدرہ کی لال ہے
 عالم کو اپنے زور کا عالم دکھا دیا

ظلمت کو نور خاک کو آدم بنادیا
 خورشید کا غروب قر کا طلوع ہے آخر ہوئی جو شب تو پیدا شروع ہے
 ہر ایک سوئے قبلہ طاعت رجوع ہے ظاہر ہے ماہ نو سے کہ صرف رکوع ہے

لطف و غضب سے چہرے سفید و سیاہ ہیں

وحدت پہ اس کی شام و سحر دو گواہ ہیں

ابری ہے مطلق خاند قدرت ہر اک سحاب دھوتا ہے اس کو خادم باراں پہ آب و تاب
 ابری کے خشک کرنے پہ سرگرم آفتاب ہر نقطہ شش اختر تابندہ اشتاب
 چاری جو نقش بند ازل نے رقم کیا

خوب شش جہت کا مسدس رقم کیا

اے جن شانہ وہ غفور الرحیم ہے ہم سب ہیں دردمند وہ کل کا حکیم ہے
 رحمان و مستعان و رؤف و عظیم ہے اس کے سوا بھلا کوئی ایسا کریم ہے
 ایماں بھی دے مراد بھی دے عزا و جاہ بھی

روزی بھی بخشے غلہ بھی بخشے گناہ بھی

ماہی کو آب ماہ کو بخشا ہے قرص ناں تاروں کو نقل شمس کو ستار آساں
 زمیں کو آنکھ غنچہ کو گل سر کو دہاں پتھر کو لعل ، کوہ کو بخشی شکوہ و شاں

قطرے کو در عطا کیا ذرے کو در دیا

کیا خشک و تر کو فیض نے آسودہ کر دیا

کیا کیا جیاں کروں میں عنایات کبریا پیدا جیہروں کو پے رہبری کیا

ہم کو محمدؐ عربیؑ سا غیؑ دیا بسم اللہ مجیدؑ فہرست انبیاء

آگے جو انبیائے ذوی الاقدار تھے

محبوبؑ کردگار کے وہ پیشکار تھے

آفاق بہرہ در ہوا حضرت کی ذات سے آگاہ ذات نے کیا حق کی صفات سے

تصدیقِ نعم رب کی ہوئی بات بات سے رفتار نے لگا دیا راہ نجات سے

نکھے طریقے قرب خدا کے حضور سے

گمراہ آئے راہ پہ نزدیک و دور سے

سینوں سے سب کے دور ہوا درد بے دلی باقی رہی نہ جہروں میں سستی و کابلی

معراج ان کے ہاتھ سے اعجاز کو ملی واں چاند نکلوے ہو گیا انگلی جویاں ملی

انگلی سے دو قر کیا کس جلال سے

غل تھا کہ قفل چاند کا کھولا ہلال سے

سرتا قدم لطیف تھا چیکر مثال جاں اس وجہ سے نہ سایہ بدن کا ہوا عیاں

قالب میں سایہ ہوتا ہے پر روح میں کہاں سایہ انھیں کا ہے یہ زمینوں پہ آسماں

معراج میں جو وارد چرخ خم ہوئے

سائے کی طرح راہ سے جبریلؑ گم ہوئے

سایا میں ڈھونڈتا تھا رسولؐ فیور کا سائے کے بدلے مل گیا مضمون نور کا

قالب جو بن چکا ملک و جن و خود کا تقسیم شیعوں میں ہوا یہ حضور کا

سائے سے ان کے شیعوں کے پُر نور دل بنے

دل بن چکے تو دید، حق ہیں کے گل بنے

انداز ایک سائے کا ہر جا نیا ہوا عظمت میں خضر کے لیے آب بھا ہوا
 جنت میں چشم حور کا وہ طوطیا ہوا اوج ہوا میں شاہوں کی خاطر بنا ہوا
 بالکس یہ متوئے تہیں اہل شعور میں
 اندھیر ہے جو سایہ ہو خالق کے منور میں

سایہ بدن کا پاس اوپ سے جدا رہا محبوب سے ہمیشہ وصال خدا رہا
 یہ عاشق خدا بھی خدا پر فدا رہا سائے سے اپنے دور رسول جدا رہا
 دیکھو یہ ہارن لقم جو رہبت ہو سیر کی
 پر چھائیں تک نہیں یہاں مضمون فیر کی

مصرف میں اک ہا کوشہ دروز لاتے تھے آدمی تو اڑھتے تھے اور آدمی بچاتے تھے
 سائل کو اپنا قوت خوشی سے کھلاتے تھے امت کے بھوکے رہنے کا خود رخ کھاتے تھے
 ناداروں کا قلق سے اتفاق پسند تھا
 اپنا نور اپنی اہل کا فاقہ پسند تھا

لوح جہیں پہ سنگ لگا بد دعا نہ کی بچانوں کے گلے سے زہاں آسمان نہ کی
 اور زمین عارضے میں نظر بجز خدا نہ کی بخشی شفا مریضوں کو اپنی دوا نہ کی
 شکرانہ عالیت پہ تحمل بلا پہ تھا
 ہر حال میں نبی کو توکل خدا پہ تھا

آدم ہے قبلہ اور ہے مہر ہر ملک کرسی ہے ان کی خبر نہ زید ملک
 چادوب مہن خانہ ہے جبریل کی پلک حوروں کی آنکھیں فرش ہیں فرش ملا ملک
 لطف خدا کا مومنوں پر اختتام ہے
 ایسا نبی ہے اور خلق سا لام ہے

اہل عطا میں تاج سر مل اتا یہ ہیں اخیار لاف زن ہیں وہ لافا یہ ہیں
 خورشید انور فلک اتنا یہ ہیں کافی ہے یہ شرف کہ وہ قتل کفا یہ ہیں

ممتاز کو ظلیل رسولان دیں میں ہیں

کاشف ہے لوعکف یہ زیادہ یقین میں ہیں

باطل ہر اک مذہب دیرینہ کردیا سینوں سے غم دلوں سے جدا کینہ کردیا

لبریز حب حق سے ہر ایک سینہ کردیا آئین دین و شرع کا آئینہ کردیا

روشن ہے یہ حدیث رسول فیور سے

پیدا ہوئے ہم اور علی ایک نور سے

حق سے کیا علیہ باطل کو یک قدم کعبے سے نہ یقین سے ٹک بدل سے تم

وحدت سے شرک، خیر سے شرور سے حرم عسایاں سے توبہ کمر سے دیں، بخل سے کرم

ثابت ہر ایک قطع سے توحید کو کیا

پاؤں پاؤں کے شرکوں کو بے قطع دو کیا

مولا علی امام علی مقتدا علی وسب خدا علی ہے زبان خدا علی

ہم کیا ہیں ایسا کا ہے مشکل کشا علی مشکل میں سب کے مدد سے داد ہے یا علی

ہر سمت بے عصا جو دواں چراغ نور ہے

باعث یہ ہے کہ نام علی دیکھیر ہے

کعبے کو خراس و گردوں نصیب سے ہے ممتاز وہ دلاوت سلطان دیں سے ہے

پتک شرف مکان کا ذات کیس سے ہے کرسی کا پایہ لاج پہ عرش بریں سے ہے

ہر حق خانہ زادی حق کیا ادا کیا

مہر میں روزہ دار نے سر کو فدا کیا

کعبے میں زینت روشنی یہ امام ہے ہمام حق کا مہر نبوت مقام ہے

زیر تنگی جہاں ہے زمانہ غلام ہے روشن اسی نگینے سے خاتم کا نام ہے

پیشہ حکم حق سے پیہر جو ہو گئے

نکلی خدا پہ کر کے یہ بستر پہ سو گئے

تھا قاتل و لادست حیدر نہ کوئی گھر کعبہ کیا غلیل نے قحیر سر ہر
 پایا خدا کے ہاتھ کو راضی جو سچا ہے آئی زمیں پہ عرش سے شمشیر شعلہ در
 قاتل خدا کے ہاتھ کے بس ذوالفقار ہے
 توجہ فلک سے چمک جس کی پار ہے

گیارہ اماموں کے ہیں پدر شام ذوالفقار پر بارہواں امام ہے مہدی نادر
 نصرت میں ان کے فیض سے ایساں ہے برقرار بدلی میں آفتاب ہے اور دن ہے آشکار
 یوں اہل حق نے ان کو امام ہدا کہا
 بن دیکھے جس طرح سے خدا کو خدا کہا

گو شیوں پر ازل سے ہے انضال ذوالکین پر اب محیط اعظم رحمت ہے موج زن
 اس عہد کی بہار ہے غیرت وہ چمن شکر خدا سے فینوں کا لبریز ہے دامن
 یہ یمن تا ہمدانی ظل الہ ہے
 احمد علی سا شاہ فلک بارگاہ ہے

شاہوں کی زینب ہوتی ہے تخت و کلاہ سے پر حسن تاج و تخت ہے اس بادشاہ سے
 گویا قحیر لب کا ہے ذکر الہ سے مالوف مجدد سر سے ہے سر مجدد گاہ سے
 سلطان کر بلا کی ولا صاف دل میں ہے
 سچے کی طرح یاد خدا آب و گل میں ہے

عالم پناہ شاہ زمان و ابو الظفر انجم سپاہ و بدر تھیں و فلک میر
 پر ہیز گار و منصف و فیاض و مادرک مستوح جمع فضائل ملک میر
 شامی کو بے عبادت حق بد سمجھتے ہیں
 سجادہ نماز کو مسد سمجھتے ہیں

ہر اکے صفت میں فقر سلاطین باسلف یکنائے عہد گوہر شہوار نہ صوف
 آدم کا یہ ظف ہے ظف کا ہے یہ شرف سر تاج شہیدان جناب شیر نجف

دُرِ قیم معدنِ خوش گوہری یہ ہیں

خورشیدِ آسمان بلند اخترِی یہ ہیں

بازار ہو کہ شہرِ محل ہو کہ بوستان ہر جا ہے روئے دل سوائے معبودائے و جاں

صانع نے ردِ قبلہ بنایا ہے ہر مکان اس گھر سے اہل بیت کا اخلاص ہے عیار،

ممتاز اس قدر ہیں خدا کی جناب میں

آیا ہے لفظِ قبلہ عالمِ خطاب میں

من کر سوال دیتے ہیں یوں ہم و زرشتاب جس طرح سے کلام کا ویسا ختہ جواب

داد و دہش ہے دولتِ دنیا کی بے حساب نفس و ذکوۃ سے بھی زمانہ ہے فیضیاب

حضرت کے اس عطیہ پہ ہم جان دیتے ہیں

بے دینوں کو یہ دین اور ایمان دیتے ہیں

نہجے سے راز حقِ سرور استکارہ ہے ہر دمِ مشیر شاہِ زمان استکارہ ہے

پردے میں امر و نہی خدا کا اشارہ ہے دانا کو دل سے ان کی اطاعت گوارہ ہے

ظاہر میں بادشاہ کی رضا پہ عمل کیا

باطن میں خاص حکمِ خدا پہ عمل کیا

یہ جنسِ محدث سے ہے معصوم ہر دکان دلال کی جگہ نہیں سودے کے درمیاں

ہر شے کا فائدے سے مہول ہوا زیاں سمِ رشکِ زہرِ مرہ ہے اور بخشِ لوشِ جاں

اس عہد میں فساد کا زور بدن گیا

نکتہ بدل کے اپنا اثرِ خطر بن گیا

خارِ جفا سے راستوں کو صاف کر دیا نوشیرواں کو قاتلِ انصاف کر دیا

بس میں عدلِ قاف سے تا قاف کر دیا دنیائے دوں کو تاجِ اشرف کر دیا

چہرہ ستم کا ہے نظری اہلِ دید میں

اب ظلم چھپ کے بیٹھا ہے قبرِ بزدل میں

وہ دن گئے کہ کرتی تھی اندھیر چاندنی اب قصرِ غم میں ہے بچانے کی چاندنی
سوزن برائے بچہ کرن چاندنی کی بنی رہزن ہر ایک راہ میں بھولے ہیں رہزنی
ہر فعل ناسزا کی سزا ہے دریغ ہے
رہزن کے کوئے کاٹنے کو راہ قح ہے

ہر شب ہے روزِ عیدِ عجب روزگار ہے انصاف سر بلند ہے کیا تاجدار ہے
اقبال یارِ شہر ہے کیا شہریار ہے اس لطف پر یہ رحمت پروردگار ہے
عالم وہ ہیں کہ قدرت رب آشکار ہے
ہاتھوں سے جن کے مذہب حق پاکدار ہے

لول تو جنابِ مجتہدِ اصغر و الزماں بسم اللہ صحیفہ آیاتِ عز و شان
نصیرِ زمانہ مریخِ سادات و مومنان سلطانِ عالمیں سندِ معنی و بیان
چشم و چراغِ مجلسِ عالمِ جمال میں
خاص الخلاءِ بنی آدم کمال میں

بابش علی و ختمِ زسلِ جدِ احمد ست اسٹن جنابِ حضرت سید محمد ست
درِ راستی چو حرفِ نقیضِ ابجد ست ہلالِ نشینِ منیر و ایوانِ و مند ست
ایمن شد است شہرزِ طورِ جمالِ او
اے من فدائے نورِ چراغِ کمالِ او

نامی وہی ہیں ان سے جنہیں اعتقاد ہے وہ اعتقادِ شیعوں کو زوالِ معاہ ہے
ارشدا وہ نبھا ہے کہ اللہ شاہ ہے خیرِ امجاہ ان کے لیے اجتہاد ہے
شیعوں کو کہے قبلہ شناس اس بیان سے
کہتے ہیں ان کو قبلہ و کعبہ زبان سے

بعد ان کے سیدِ اعلمِ مجمعِ علوم خاصانِ ذوالجلال میں کالمہر فی الفہوم
اک طبعِ پاک اور فضلِ نیک کا ہوم اس پر بھی ہے دفترِ نوازش علیٰ العموم

دنیا کے غرورین کے بھی زین ہیں

وہ حسن یہ ہے سنی حسین ہیں

معنی علم و فضل حیا ، آپے کرم

تقویٰ و زہد و عدل و درع سرے تا قدم

انصاف کما رہا ہے مرے قول پر قسم

مطلوب دلوں علم ہے نے شہرہ رقم

واقف ہے کبریٰ کہ دروغ و ریا نہیں

مقصود کوئی رضائے خدا کے سوا نہیں

قدوت خدا کی فصل بشر میں فرشتہ ہے

کیسا فرشتہ ان کو پیہر سے رشتہ ہے

رگ رگ بدن کی سحر طاعت کا رشتہ ہے

جاری بلاد شرع میں ان کا نوشتہ ہے

دامنِ رحم کا پاک حروفِ لفظ سے ہے

روشن سوادِ کشور دین ان کے خط سے ہے

یہ دونوں عقدا ہیں یہ دونوں ہیں حضور راہ

بحرینِ علم و فضل و جلال و وقار و جاہ

سحرین برہج صنعِ خدا قدرت الہ

اور مشرقین ملک ہدایت کے مہر و ماہ

تابت ہے ان کے علم سے یہ مومنین پر

دو قلبِ آسمان پہ ہیں دو ہیں زمین پر

حق الیقین ہے ہم کو کہ پاک ان کی ذات ہے

چشمِ کرم مہرِ مبینِ الہیات ہے

دیدارِ پاک شرحِ کتابِ اصول و ہے

اخلاق وہ کہ مطلبِ تہذیب بات ہے

روشن ہے ان پہ جو ہیں مقرر اصل و فرع کے

چوٹن ہیں وہ یہ بازوئے ایمان و شرع کے

اس عہد میں جلال و وقار و شرف ہے کیا

قدر ان کی حمد مہدی ہادی میں دیکھنا

اب گوشِ دل لگا کے سنیں راجح الحوالا

دوبائے مستر کا سناتا ہوں ماجرا

اس خوابِ شب سے صبح الیقین آشکارہ ہے

ہر گوشِ اعتقاد کا یہ گوشوارہ ہے

حاجی کعبہ زائر معبود بچتیں مرزا علی ولی علی عمرہ زمین
یوں زمزم مقال سے ترکرتے ہیں وہیں ہجرت کے تھے ہزار دو صد اور ساٹھ سن
صبح مراد ہمد شعباں کی رات تھی ۔

آپ دہوائے کعبہ سے تازہ حیات تھی
روشن ہوئی جو مشعل پُر نور آفتاب آیا حرم سے وادی عصیم میں شتاب
بخشی بدن کو فصل طہارت سے آپ دتاپ احرام ہاندھتے ہی کھلا عقدہ ثواب
لبیک زن رواں سونے بیت الحرم ہوا

یاں تک کہ داخل حرم محترم ہوا
عمر کہن ہوئی عمل عمرہ سے جدید پھر وہ پڑھیں دعائیں کہ جو ہیں بہت مفید
پڑھتے ہیں جو شب عرفہ حاجی سعید اور بعد ازاں زیارت شہید
جس شاہ کا جہاز چاہی میں آگیا
کعبے سے عرفہ کو جو سونے کر بلا گیا

باقی تھی نصف رات کہ آیا میں اپنے گھر اور بعض اوجہ وہ پڑھے خواب گاہ پہ
جن کے اثر سے خواب سعید آتے ہیں نظر اور ہوتے ہیں جمالی اثر سے بہرہ ور
پڑھتا ہوا دعائیں یہ بندہ تو سو گیا
لیکن نصیب خواب کا بیدار ہو گیا

کیا دیکھتا ہے خواب میں بندہ خدا گواہ آدمی ہے وہ سیاہ کہ اللہ کی پناہ
آتا ہے یاد حشر کا دن غلط ہے چاہ میرا بھی بند بند ہے لرزاں دم نگاہ
ناگہ گھٹا کے پردے میں حق کا کرم بڑھا
آگے نہ پھر ہوائے سہ کا قدم بڑھا

بارانِ رحمت احمدی ڈرفٹاں ہوا اور کوئی شخص کعبے سے اس دم میاں ہوا
آکر غریب خانہ پہ رطب اللسان ہوا اے بے خبر ظہور امام زماں ہوا

کیا کیا محبت رکاب امام اُسم میں ہیں

میں نے کہا کہاں وہ نکارا حرم میں ہیں

بندہ چلا حرم کو اسی طرح باہوس یعنی بدن میں تھا وہی احرام کا لباس

مسجد میں جا کے پایا مسلمانوں کو اُداس دیکھے گروہ چار مصلوں کے آس پاس

ہر فرقہ اپنے ہادی مرشد کے سات ہے

اور انتظار حکم شہ کائنات ہے

بندے نے اس خیال میں ہر سوا اٹھایا سر یارب ترے خلق کے موالی ہیں یاں کدھر

نامہ گم کے کچھ عکس آئے واں نظر ہیں جمع زیرِ منبر اقدس ادھر ادھر

فی الغر اُس گروہ میں میں خستہ دل گیا

یہ حق شناس حق کی جماعت میں مل گیا

پوچھا امام عصر کو تو سب نے یہ کہا جس درے میں ٹنگہ عدل ہے چلا

دوڑا میں اُس طرف کو تو یہ غلطہ اٹھا آتا ہے کوئی شخص بھگم شہ ہوا

دیکھا تو صاف رنج ہادی نمود ہے

کھبے میں سید العلماء کا ورود ہے

کپڑے سلید، بزرِ عصا ہاتھ میں نمود خادم بھی ایک ساتھ ہے ان کے دم ورود

پاس اس کے دست پاک ہے اور شانہ کبود کنتھا وہ خوشنما کہ چڑھیں جس پہ سب ورود

سماعت وہ نیک جس سے میاں خوش دلی ہوئی

وقت ظہور سے وہ گمزی تھی ملی ہوئی

احقر جو دست یوں ہوا اُس جناب کا فرمایا تم بھی پہنچے تائید کبریا

بندے نے کی یہ عرض کہ اے میرے بیٹھا خادم کا اعتقاد تو پہلے ہی سے یہ تھا

کیا شاد اس گمزی دل رنجور ہو گیا

حضرت جو پاس آئے تو غم دور ہو گیا

آہستہ آپ نے یہ کہا اے خوش اعتقاد اس دم کیا ہے قبلہ و کعبہ نے تجھ کو یاد
واں سے جو مدد سے میں گیا بندہ شاد شاد دیکھی ترقی قمر برج اشتہاد

مساجد کی ہے مہدی عالی مقام سے

کل فاصلہ ہے اک درجہ کا امام سے

ارشاد مجھ سے قبلہ و کعبہ نے یہ کیا تنہا ہیں سید العلماء ان کے پاس جا
امراء ہوں فصیح بھی اس دم تو ہے بجا نگاہ گوش زد ہوئی بالا سے یہ صدا

کافی خدا ہے ان کی حمایت کے واسطے

بیجا ہے ان کو ہم نے ہدایت کے واسطے

ہیں آج وہ غنی مدد خاص و عام سے پایا ہے حکم نامہ خیر الامام سے
تلقین کو گئے ہیں رضائے امام سے لکھنے لکھیں گے سب شرموں کے نام سے

کانوں میں یہ صدا تھی کہ جو آنکھ دا ہوئی

اور ساتھ ہی اذان سحر چاہتا ہوئی

کیوں مومنو سنا علما کا جلال و جاہ خوش باتوں کو اس میں نہ شک ہے نہ اشتہاد
پر وہم و دوسر کو ہے جن کے دلوں میں راہ دیکھیں نگاہ اس کے کریں غور سے نگاہ

لازم ہے سنی قرب الہی کے واسطے

توقیع ہے مفید گواہی کے واسطے

واضح یہ اک دلیل ہے توقیع کے سوا یوں حال میر ہاقر دانا ہے لکھا
حیرت تھی ان کو چند مساک میں بارہا اک قافلے نے شوق مہری انہیں دیا

ہر مسئلہ کا اس میں متصل جواب تھا

سطریں کرن تھیں اور ورق آفتاب تھا

پڑھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے تعلیم کے لیے سر پہ کبھی دھرا اُسے بوسے کبھی لے
راقم کے نام کے جو نشان مہر نے دیے سید نے چلیوں کے چھینے خدا کے

خدا جب طرح کا ملا کاروان سے

گویا کہ آئی وہی خدا آسمان سے

پوچھا تو اہل قافلہ نے یہ کیا کلام گمراہے کہلا سے بھرے جبکہ خاص و عام

رستے میں اک جوان نے ہم کو کیا سلام یہ نامہ دے کے ہم کو بتایا تھمارا نام

صورت میں شیر حق تھے سراپا جہاں تھے وہ

یہ مسکرا کے بولے امام زماں تھے وہ

اب شیعوں کی جناب میں میرا ہے یہ سوال جن کے سب سے مرتبہ بخشنے یہ ذوالجلال

کیا قہر ہے دلیل کریں اس کو بد خصال مہلت نہ حج کی پائے رسول خدا کا لال

کیوں عرش کبریٰ نہ گرا اس گناہ پر

تکوار، بوسہ گاہ رسالت پناہ پر

خاصان ذوالجلال اور انبیا عام میں سیدائیاں بیٹنے کی بازار شام میں

سر نیچے اہل بیت عزائے امام میں اور اہل کوفہ شادیوں کے اہتمام میں

عاشور کا وہ دن ہے کہ سب خلق روتی ہے

کہجے میں ہائے آج تلک عید ہوتی ہے

بس اے دیر طول سخن کو نہ دے زیاد آباد کھستو کو رکھے خالق عباد

والی ملک حافظ چاہے بد بدل و دار عالم ہیں وہ کہ حافظ ایمان و اعتقاد

یارب تصور مہدی ہادی شتاب ہو

دیدار سے ہر ایک محبت فیضیاب ہو



کیا قاسم زہرا و علی زیبا ہیں
بے شک ایمان کی دو الف اک جا ہیں
ان دونوں کے فرزند ہیں گیارہ محسوم
جیسے دو الف سے پازدہ پیدا ہیں



”ح“ نام میں ہے حق کی حمایت کے لیے
اور ”س“ ہے سائل سے حفاظت کے لیے
ہیں نام حسین میں بھی کیا خوب حروف
”سی“ ”سن“ ہے تاریخ شہادت کے لیے

سلام

اے بھرتی جو اٹک مری چشم تر میں ہے
 کبھو نہ وقف صبح شفق گرد آفتاب
 سینے میں نیزہ طلق پہ منجر زباں پہ شکر
 طوفاں اٹھا ہے آب دم ذوالفقار سے
 ہے گشت میں حسین کا مرکب جو دشت میں
 ہمسیر وژ کی خوف سے سب کا اڑا ہے رنگ
 لڑاں ہیں غرب و شرق نہ ہیں ہمتی بھی ہو شرق
 چھتا ہے سر گلے میں گلاب کا سینے میں
 کیسی کمر کہ وضو دقتی ہے تجھ جس کا تن
 غرنے کہا کہ ہاں حق و باطل ہے آئینہ
 میں حیدرتی ہوں اور تو یزدی ہے اوشقی
 میں جبرو اہم ٹو معلوم میر شام
 پوچھا عمر نے کیا ہوئی تیغ در نہیں
 آئی ندائے غیب ہوا خاتمہ بخیر

ایسا گھر کہاں کسی سلکب گھر میں ہے
 خون حسین طائر زریں کے نہ میں ہے
 یہ جلم جو حسین بھلا کس بشر میں ہے
 ہستی اہل علم کی کشتی بھنور میں ہے
 عمر رواں رُکی ہوئی فوج عمر میں ہے
 جو ہر نہ تجھ میں ہے نہ روغن ہر میں ہے
 یہ تجھ گاہ خود میں اور گاہ سر میں ہے
 سید بھی دل بھی جان بھی خوف و خطر میں ہے
 تقدیر عرض کرتی ہے وہ تو ستر میں ہے
 میرا مقام خلد میں حیرا ستر میں
 کب رہا نور و بار میں ارنخیر و شر میں ہے
 تفریق صدق و کذب میں صیب و ہنر میں ہے
 غرنے کہا کہ گنج ہبیداں نظر میں ہے
 اے خرتی جگہ دل خیر البشر میں ہے

حسرت چراغ قبر کی ہم کو نہیں دھیر
 دارغ علم حسین کا جلوہ جگر میں ہے

بلیس پاساں ہے یہ کس کی جناب ہے

بلیس پاساں ہے یہ کس کی جناب ہے مریم درود خواں ہے یہ کس کی جناب ہے
شان خدا عیاں ہے یہ کس کی جناب ہے دلہیز آساں ہے یہ کس کی جناب ہے
کری زمیں سے لیتی ہے گوشے پناہ کے

بیضا ہے عرش سایہ میں اس بارگاہ کے
حورانِ بہشت خلد ہیں اک اجہام کو دارالسلام در پہ جھکا ہے سلام کو
سجدہ نہیں حلال ہے بیت الحرام کو سورج نثار صبح کو ہے چاند شام کو
دیکھا کریں کھڑے ہوئے اس آستان کو
یاں چھپنے کا حکم نہیں آساں کو

صحرائے لامکاں کی فضا اس سے تنگ ہے جنت کا نام اس کی بزرگی کا تنگ ہے
فضل خدا کے سایہ کا ہر چاہ ڈھنگ ہے یاں دھوپ میں بھی کاندھ ابری کا رنگ ہے
زار کو اس حریم کے بیش و نشاط ہے
کس کا بچھونا رحمت حق کی بساط ہے

عفت پکارتی ہے مقام جناب ہے شیعو جناب فاطمہ کی یہ جناب ہے
خدا و آسیہ کا یہ ہانم خطاب ہے زہرہ کے رعب و دہدے سے زہرہ آب ہے
جاری ہے منہ سے جاری فاطمہ ہیں ہم
مخدومہ جہاں کی وہ اک خادمہ ہیں ہم

ہر خشت روضہ دھتر شکست کی فرد ہے مخدوم یاں زمانے کا ہر گرم و سرد ہے
یاں غم کا ہے غبار نہ کلفت کی گرد ہے پر صاحب رواق کے پہلو میں درد ہے

ہم تم یہ جانتے تھے کہ سوتی ہیں فاطمہ

اس کی خبر نہیں ہے کہ روتی ہیں فاطمہ

شان خدا ہے سلی علی شان فاطمہ حیدر کی جا نماز ہے امامان فاطمہ

روزہ ہر ایک روز ہے مہمان فاطمہ کہتی ہے عید فطر میں قربان فاطمہ

بہر نماز قوت کی تقلیل کرتی ہیں

نیچ حق میں آپ کو جلیل کرتی ہیں

مہوش ہیں فضائل ذہرا میں چشم و گوش خود بے لباس اور خلعت کی پردہ پوش

عسرت سے بیگم نگر یاد حق کا ہوش فاقہ سے چہرہ تنگ پہ دریادلی کا جوش

مستحق المراج ہیں عالم نواز ہیں

ذہر سے شل ذات خدا بے نیاز ہیں

باغ فدک جو نصب سنگار نے کیا چپ کو مطیع فاطمہ غفار نے کیا

حاکم ہر ایک درد کا عطار نے کیا ذہرا نے جو کہا وہ ہر آزار نے کیا

صادق سے اس بیان کی صحت حصول ہے

روشن دعائے نور سے شان بھول ہے

رخ جلوہ بکار قدرت پروردگار ہے دل راز دار غلوت پروردگار ہے

سرجاں شاد رحمت پروردگار ہے تن خاکسار طاعت پروردگار ہے

نیچ سے عیاں شرف فاطمہ ہوا

ذکر خدا کا فاطمہ پہ خاتمہ ہوا

بانوں میں خلد نہروں میں کوڑ ہے احکام قیلوں میں کعبہ مصفوں میں آخری کتاب

تاروں میں آفتاب بین پھولوں میں نگاہ سب محبتوں میں فاطمہ مردوں میں بورتاب

شاہ زمان وقت سبھا کی مان ہوئیں

ذہرا ہر ایک عصر میں شاہ زمان ہوئیں

الفت خدا کے بعد حبیب خدا کی ہے منصف کے آگے یہ بھی ملا کبریا کی ہے
 ہوا نہ فاقہ کی نہ شکایت جنا کی ہے ایذا فقط جہائی خیر الورا کی ہے
 آپ و خدا کی فکر نہ سونے کا دھیان ہے
 آنکھوں میں شکل باپ کی رونے کا دھیان ہے

کچھ خوش کر لیا جو کسی نے کھلا دیا لیکن عزا میں کچھ نہ خدا نے مزا دیا
 غش میں کسی نے آگے جو پانی پلا دیا قطرہ بیا اور آنکھوں سے دریا بہا دیا
 نسبت ہے کس سے فاطمہ کے شور دشمن کو
 دہرا کے بعد روٹی ہیں نہایت حسین کو

من کم خلق زیادہ خلق سے نکلاں سوا سید سے دل تو دل سے جگر ناتواں سوا
 رونے سے چشم پاک ہوئی خوں نکلاں سوا تپ وہ کہ نبضوں سے طیش استخوان سوا
 جب فاطمہ نے ہائے پدر کہہ کے آہ کی
 بچے لگی مخرج رسالت پتاہ کی

فطمہ کنیز فاطمہ کرتی ہے یہ بیاں گھر سے ہوا جنازہ جبر کا جب رواں
 بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی مضمومہ جہاں اک ہفتہ مات دلتا رہیں حجرے میں نیم جاں
 دیکھا جو میں نے بھانک کے تو آنکھ بند ہے
 آواز آہ آہ کی دل سے بلند ہے

بیٹے پکارتے ہیں کہ للہ باہر آؤ اماں نہ اتنا مدد غلاموں پہ رم کھاؤ
 نانا کہیں گئے ہیں بلالائیں ہم بتاؤ ہم گرے چاڑتے ہیں نہیں تو گلے لگاؤ
 نانا کے بعد ہائے یہ بے قدر ہم ہوئے
 سب اک طرف حضور کے بھی پیار کم ہوئے

مسائیاں یہ کہتی ہیں اے عاشق پدر دیدار مصطفیٰ تو ہے موقوف حشر پدر
 ان کے عوض تو اپنی زیارت سے شاد کر حجرے میں جلتی ہے یہ کہہ کر وہ نوحہ کر

اب میں ہوں اور ہر ایک حقارت ہے صاحبو

مجھ بے پیر کی خاک زیارت ہے صاحبو

القصہ بعد ہفتہ کے دن آسمان ہوا اور نیل پوش غلٹ شب سے جہاں ہوا

یاں مہر برجِ مجرہ ماتم عیاں ہوا پر اس طرح کہ مردہ کا سب کو گماں ہوا

یہ شکل ہو گئی تھی عزا میں رسولؐ کی

پہچانی بیوں نے نہ صورت بتوں کی

وہ وقت شام اور وہ اندھیر اور اُدھر مستشعر ہر ایک رہ گیا منہ دیکھ دیکھ کر

نصیب نے جا کے مجرہ میں دھوڑھا چشم تر چلائی وہ کہ ہائے نکل جاؤں میں کدھر

ماں میری کیا ہوئیں میں قلق سے طول ہوں

مڑ کر پکاریں آپ میں ہی تو بتول ہوں

نصیب بیان کرتی ہے اُس وقت کا یہ حال تن زار ہو کے بن گیا تھا صورت ہلال

ماتم کے نکل چنے پہ رونے سے آنکھیں لال منہ درد ہوٹ خشک پریشان سر کے بال

روتی چلیں حزار رسولؐ انام کو

جس طرح شمع گود غریباں ہو شام کو

اندھیر فاطمہ کے نکلنے سے ہو گیا طوفانِ لوح اشکوں کے ڈھلنے سے ہو گیا

برہم زمانہ ہاتھوں کے ملنے سے ہو گیا عاجز خلک بھی راہ کے چلنے سے ہو گیا

حوا کفن سے قبر میں منہ ڈھاپنے لگی

آدم لحد میں ترپے زمیں کا پنے لگی

جز اشک دونوں آنکھوں میں چرے تھی خاد خدا مگر کر رہا الجھتی تھی قدموں سے بار بار

تھا ماتمی قبا کا گرہان تار تار دل تھا ضعیف و زار یہ روتی تھی زار زار

جب آہ کی تو چار طرف بجلیاں گریں

قہرا کے یاں گریں کبھی غش کما کے داں گریں

قدی کڑے تھے مرث معلیٰ کے آس پاس تسبیح کی خبر تھی نہ جمیل کے حواس
دورخ جدا خروش میں مالک جدا اداس ظلم و جور و جن و پری بہ ہجوم پاس
غل تھا کہ سب کے دل کو ہلاتی ہیں فاطمہ

قبر رسولؐ پاک پہ آتی ہیں فاطمہ

رست سے لوگ فضلہ نے بڑھ کر ہٹا دیے ہمسایوں نے غروں کے پردے مگر دیے
مردوں کے منہ پہ دوڑ کے دامن لٹوڑھا دیے سب نے چراغ اپنے گھروں کے بجھا دیے
کہتی تھیں فاطمہ کے پدر کا یہ شہر ہے
نامحرموں نے بی بی کو دیکھا تو - قہر ہے

ہڑب میں وقت شام یہ زہرا کا تھا ادب دن کو پھرا یا بلوچین نضب کو ہے غضب
القصد آئی قبر پہ وہ کشیدہ نقب پر کس کھڑی کہ بچی تھی قبر رسول رب
تربت کے گرد پھرنے سے طاقت جو گھٹ گئی
ملے کر بلائیں قبر سے زہرا پٹ گئی

چلائی آہ واہ ابتادوا محمدا نور اللہ وا ابتادوا محمدا
شاہوں کے شاہ وا ابتادوا محمدا وای سیدہ وا ابتادوا محمدا
بابا بتول آئی ہے حلیم کے لیے

اچھے جیم بیٹی کی تقسیم کے لیے

گزرے ہیں آٹھ دن کہ زیارت نہیں ہوئی اس بے نصیب سے کوئی خدمت نہیں ہوئی
منبر ہے سونا و عطر و فصاحت نہیں ہوئی مسجد میں بھی نماز جماعت نہیں ہوئی
حضرت کے منہ سے وحی خدا بھی نہیں سنی

جبریلؑ کے پردوں کی صدا بھی نہیں سنی

حجرہ وحی ہے مگر ہے وحی ایک تم نہیں تارے وحی تھر ہے وحی ایک تم نہیں
شب ہے وحی مگر ہے وحی ایک تم نہیں ہے ہے ہے پدر ہے وحی ایک تم نہیں

دیتے ہیں سب دعا کہ شفا پائے غلام

اور غلام یہ کہتی ہے مرجائے غلام

حلیم میری اسے پدر نامدار لو قربت پہ اپنی تم مجھے صدقے اتار لو

قربان تم پہ ہوں خبر دل نگار لو مشتاق ہوں کہ غلام کہہ کر پکار لو

پچھو یہ تم حراج مہسار بخیر ہے

لوٹھی کہے کہ حال جدائی سے غیر ہے

دل کس کا غم میں آپ کے لوح کلاں نہیں وہ کون گھر ہے جس میں کہ آہ و فغاں نہیں

آنسو وہ کون ہے جو مسلسل زواں نہیں امت پہ آپ سا کوئی اب مہراں نہیں

خالق کے بعد بندوں کے جو کچھ تھے آپ تھے

بیوں کے پردہ دار قیوموں کے باپ تھے

خوابیں ہر ایک دم رہے امت کے یمن کے کی مہر تم نے قل پہ میرے حسینہ کے

احساں ہیں فیصوں پر نبی مشرقین کے نعرے بلند کرتے ہیں سب شہر دشمن کے

بے حشر کے مہساری زیارت نہ ہوئے گی

ہوگی وہ کون آنکھ جو تم پر نہ روئے گی

آساں پر کا داغ ہے مشکل پدر کا داغ وہ کچھ دنوں کا داغ ہے یہ مہر کا داغ

یہ تن بدن کا داغ ہے وہ اک جگر کا داغ پیدا ہوا پر تو مٹا اس پر کا داغ

اولاد کا بدل ہے پدر کا بدل نہیں

یہ درد وہ ہے جس کی دوا جز اہل نہیں

اور باپ بھی وہ باپ کہ سر تاج انبیا نور خدا جلال خدا رحمت خدا

روز ازل سے تا پہ ابد کل کا پیشوا نبی پہ صدقے نبی کے بچوں پہ بھی فدا

کیونکہ نہ اپنی موت مجھے اب قبول ہو

دنیا میں ایسا باپ نہ ہو اور بتول ہو

کیا سور ہے ہو قبر میں تھا جواب دو چلا رہی ہے آپ کو زہرا جواب دو
مولا جواب دو سرے آقا جواب دو دل بانٹا نہیں میں کروں کیا جواب دو

پولو میں صدق جاؤں بہت دل طول ہوں

بابا بتول ہوں میں تمہاری بتول ہوں

پھرتے تھے جب سڑے میرے پاس آتے تھے لوطی سے بے ملے کبھی باہر نہ جاتے تھے
قادر مرا جو سنتے تھے کھانا نہ کھاتے تھے جو جو میں ناز کرتی تھی حضرت اٹھاتے تھے

کیسی حقیر بعد رسول کریم ہوں

در جیم آگے تھی اب تو جیم ہوں

بابا انساں بلال کے منہ کی مجھے بناؤ بابا نمازی آئے ہیں مسجد میں تم بھی جاؤ
بابا دہی کو اپنے بلا کر آگے لگاؤ بابا نواسے دھوٹے پھرتے ہیں منہ دکھاؤ

اک اک گھڑی پہاڑ ہے مجھ دل طول کو

بابا کہو بلاؤ گے کس دن بتول کو

پھرتی ہے یاں سیکند کی عزت نگاہ میں زہرا جی کی قبر پہ تھی اٹک و آہ میں
آئے جو اونٹ پیوؤں کے قتل کی راہ میں بے ساختہ سیکند مری قتل گاہ میں

بیجاو اہل علم نے کی شور و شمین ہے

رونے دیا نہ بنی کو لاش حسین ہے

القصہ قاطرہ ہوئی بیہوش قبر پہ نسب کے پاس دوڑی مٹی فصد ننگے سر
نسب نے پوچھا خیر تو ہے بولی پیٹ کر چارہ نبی کا وہ تو سنگھاؤں میں نوحہ کر

مسانیاں ہیں گرد ہراساں گھڑی ہوئیں

بی بی کی اماں جان ہیں فٹس میں پڑی ہوئیں

نانا کا خاص چارہ نواسی نے لا دیا فصد نے چاکے بی بی کو فٹس میں سوکھا دیا
خوشبو نے اس کی روح کو ایسا مزا دیا چارہ پہ بوسہ قاطرہ نے جا بجا دیا

پڑھ کر درود بات سنائی وہ پاس کی
 جو جیساں ترپنے لگیں آس پاس کی
 وہ یہ سخن ہے آہ پکاری وہ بے پدر یعقوب نے جو سوگھا تھا پیرا من پر
 یوسف کے دیکھنے کی توقع تھی کس قدر میری امید قطع ہے بابا سے عمر پر
 پوچھوں کہاں تلاش کروں کس دیار میں
 یوسف تو میرا سوتا ہے لوگو مزار میں
 رونے لگیں یہ کہہ کے وہ خاتون یک ذات گھر میں زنان ہاشمیہ لائیں ہاتھوں بات
 کافر بھی رحم کھائے جو دیکھے یہ واردات امت کا اب سلوک سنو فاطمہ کے سات
 نکلروں سے نور چشم نبی کو گرا دیا
 دروازہ علی ولی کو گرا دیا
 آگے نہ سن سکیں گے غلامان فاطمہ در کے تلے بلند ہے الغان فاطمہ
 کیا وقت بے کسی ہے میں قربان فاطمہ رکی ہے سانس ہونوں پہ ہے جان فاطمہ
 محسن جدا ترچتا ہے پہلو میں دل جدا
 مان محضل جدا ہے پر محضل جدا
 سبے ہوئے حسین و حسن پاس آتے ہیں دروازہ نئے ہاتھوں سے مل کر اٹھاتے ہیں
 گھبراہٹ نہ والدہ یہ کہتے جاتے ہیں اٹھنا نہیں جو در تو علی کو بلاتے ہیں
 زہرا پکارتی تھی دسی رسول کو
 اے ابن عم کہاں ہو بچاؤ بھول کو
 سن کر یہ استغاثہ خاتون دوسرا یوں دوڑے مرتضیٰ کہ مری دوش سے عبا
 دروازے کو اٹھایا تو اے دامصیحا پہلو شکستہ لاش محسن جدا ملا
 دریا لبو کے دیدار حق میں سے بہہ گئے
 اللہ رے مہر شکر خدا کر کے رہ گئے

اس پر بھی ظالموں نے نہ خوف خدا کیا سالن نقل تاب خیر الورا کیا
انبوہ گرد حضرت مشکل مٹا کیا اچھا علاج پہلے خیر اقسا کیا
گھر سے کھنڈہ وہ خیر کو لے چلے
دستی گلے میں باندھ کے حید کو لے چلے

ہلا فلک میں بندہ احساں ہوں یا علی قدرت پکاری تاج فرماں ہوں یا علی
کی عرض موت نے میں تکیا ہوں یا علی دل نے کہا میں صبر کا خواہاں ہوں یا علی
بچا نہیں گلے میں گرہ رسیاں کی ہے
ہشیار یا علی یہ گزری امتحاں کی ہے

کیا کیا گلا دین میں گھنا دم خفا ہوا پر شکر حق میں بند نہ مشکل کشا ہوا
فل تھا خدا کا شیر امیر جفا ہوا خیر الام کے مرتے ہی ہے یہ کیا ہوا
رسی گلے میں ہے ستم تازہ دیکھا
ایمان کی کتاب کا شیرازہ دیکھا

پہنچا جو بزم کفر میں وہ دیں کا کبریا دیکھا نبی کی قبر کو اور آیا یہ پڑھا
سوئی کے آگے ورد جو ہاروں نے کیا اکلا لڑ کے بچہ خود شید بر ملا
انجاز سے رسول کے روشن جہاں ہوا
یعنی لحد سے دست مبارک میاں ہوا

آئی عا اے یہ ہمارا دزیہ ہے حید نہیں امیر حیدر امیر ہے
تم سب غلام ہو یہ تمہارا امیر ہے کیا قدر ہے کہ دست خدا دھگیر ہے
شر کرتے ہو برادر خیر الورا سے تم
کیوں نہ پرستو پھر گئے آخر خدا سے تم

ہم نے خدیو غم میں کیا تھا دھکی کے کہتی ہے غلق صاحب ناد علی کے
مشکل کے وقت اٹھتے تھے سب نبی کے قدرت ہے یہ سوائے علی دلی کے

اول مد سے خوش دل آدم کو کر دیا
 پھر غم سے غم کو تم سے جدا غم کو کر دیا
 کعبہ میں کس نے پہلے اذان دی ہے محلِ سویا ہے کون فرش پہ میرے مری بدل
 کس بندہ کا خدا کے لیے ہے ہر اک عمل کس کی عطا کا عقدہ ہوا اہل آسمان سے مل
 تو ریت میں خدا نے اڑھلایا کہا
 انجیل میں جو نام لیا اٹھایا کہا
 تخریج قل کئی کی ہے کیا مرتضیٰ علی تصریح انا کی ہے کیا مرتضیٰ علی
 تفسیر لافا کی ہے کیا مرتضیٰ علی تائید ہر دعا کی ہے کیا مرتضیٰ علی
 تہنیت علوم خدا داد کون ہے
 جبرئیل سے فرشتے کا استاد کون ہے
 سب سن رہے تھے یہ کہ ہوا حشر جاہلیا دیکھا زبان ہاشمیہ ہیں برہنہ پا
 اور ام سلمہ زوجہٴ حبیب خدا پہلو سنبھالے قاطرہ کا وا مصیحا
 زہراؑ خوش آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے
 جابر رسولؐ پاک کا سر پر دھرے ہوئے
 پنجیں قریب حاکم عالم جو وہ جناب لہجہ میں مصطفیٰؐ کے کیا اس نے یہ خطاب
 آہوش میں کہ صابروں کو اب نہیں ہے تاب ہاں ہال کھولتی ہوں آلتی ہوں میں خطاب
 دنیا جاہ ہوگی مرا گھر تو لٹ گیا
 بس بس بہت گلا مرے دالی کا گھٹ گیا
 کاہنی یہ سن کے مسجدِ حبیبؐ خدا دنیا داری سب زمیں سے یکا یک ہوئیں جدا
 تقسیم آہ قاطرہ اٹھ اٹھ کے کی انا کھولا مخالفوں نے گلوے شدہ جدا
 گھر کو روانہ سیدہ فاطمہؑ کش ہوئیں
 آتے ہی کر پڑیں صلب ماتم پہ غش ہوئیں

قرآن لے کے بیٹیاں دوڑیں برہنہ سر منہ پہ درق درق کی ہوا دی بچشم تر
جب چشم نیم وا سے یہ بولی وہ بے پدر اے تجلیہ نہ اٹس کر مجھ سے اس قدر
روایت تھی جس پدر سے وہ سر پر رہا نہیں
دیکھوں میں گھر میں رہنے بھی پاتی ہوں یا نہیں

کیا کیا کہوں میں دختر خیر الام کا درد پہلو کا درد ہاتھ کا درد اور ہضم کا درد
بچوں کی بے کسی کا غلی کے الم کا درد ہر اک غضب کا حادثہ ہر اک حتم کا درد
وہ ماتم اور آہ وہ غربت بھول کی
محسن کا چہلم اور سر مایہ رسول کی

منہ سے پدر کا نام لیا اور رو دیا قرآن پڑھ کے ہدیہ کیا اور رو دیا
فرش نبی کی دیکھی ضیا اور رو دیا نکلیں کو سو گھما، بوسہ دیا اور رو دیا
صرف نہ آہ میں نہ بکا میں نہ بین میں
بے فحش ہوئے افاقہ نہ تما شور دشمن میں

آخر دُور گریہ سے عاجز ہوئے عرب حید کے پاس رونے کی فریاد لائے سب
کی عرض قاطعہ سے کہو اے ولی رب یا سیدہ تمہاری رعایا ہے جان بلب
کمانے کا کوئی وقت نہ سونے کا وقت ہے
جو وقت ہے وہ آپ کے رونے کا وقت ہے

ماں باپ نے ہماری بھی دنیا سے کی قضا ہم تو نہ ایسا روئے نہ پہنے نہ کی عزا
فرمایا مرتضیٰ نے کہ تلاؤ تو بھلا تم میں سے کس کا باپ ہوا ہے رسولؐ سا
ایرام کوئی دے نہیں سکتا بھول کو
سمجھاتا ہوں میں خیر عظیم رسولؐ کو

باہر سے مرتضیٰ گئے گھر میں جھکائے سر منہ ڈھانپے رو رہی تھی اکیلی وہ خوش ہیر
دینے لگے پیام عرب شاہ بحر و بر گھبرا کے بولی ہائے کدوں کیا میں توحہ گر

قالبو میں موت ہوئے تو مر جاؤں یا علی

بابا کا سوگ لے کے کدھر جاؤں یا علی

میری طرف سے اہل مدینہ کو دو پیغام لوگوں خندانہ ہو میری رخصت ہے صبح و شام

دو چار دن تمہارے محلہ میں ہے مقام رونے کی دھوم ہو چکی اب کام ہے تمام

دل جس کا مردہ ہو اُسے پیچنے سے کام کیا

بابا سدھارے مجھ کو مدینہ سے کام کیا

رونے میں اختیار نہیں ہے پدر ہوں میں دل کو مرے نہ توڑو کہ خستہ جگر ہوں میں

اسیدوار موت کی آٹھوں پہر ہوں میں مگر شام کو بچی تو چراغ سحر ہوں میں

ماتم ہے فیبر کا کہ تمہارے رسول کا

پر تم کو ناکوار ہے رونا بھول کا

سب کے نبی کا سوگ ہے کل کے نبی کا غم یہ بھی نصیب اپنا کہ الزام پائیں ہم

یہ کیا مجھ کے منہ سے نکلا کہ روؤ کم ہے روٹی رسول کے ماتم کی ہے ستم

بچا تمہاری یہ غفلتی ہے میں روؤں کی

کچھ ہو مرے تو جی کو گئی ہے میں روؤں کی

حیدر کا اس بیان سے ٹکڑے ہوا جگر بیت الحزن بٹایا بھیجہ میں جلد تر

لکھا ہے ہاتھ تمام کے بیڑوں کا ہر سحر واں جا کے دیا کرتی تھی دن بھر وہ بے پدر

ہنگام شام حیدر کرار جاتے تھے

روح نبی کی دے کے قسم ان کو لاتے تھے

اک دن نکلا کرتے ہیں کیا شاہ لافقا مطبخ ہے گرم آرد نہ ہے گندھا ہوا

نہلا رہی ہیں بچوں کو لٹل کے دست دپا پھیلا دیے ہیں کرتے بھی دھوکر جدا جدا

پوچھا کہ اسنے کاسوں کا جو شغل آج ہے

اس وقت کچھ بحال تمہارا مزاج ہے

بولیں کہ آج رات کو ہو چاؤں گی بھال کل میرے کاروبار میں خود ہو گے تم بڑھال
خدمت کا میرے بچوں کی ہوگا کسے خیال نہلا دھلا دیا کہ پریشاں تھے سر کے ہال
کرتے بھی دھوئے قوت بھی کل تک کاوے پٹی

سہرا نہ دیکھا ایک یہ ارمان لے پٹی
پوچھا علی نے تم کو یہ کیونکر ہوا یقین صدیقہ نے کہا کہ شہزی ہے یہ شک نہیں
چپکے کو روٹے روٹے جو سوئی میں دل حزیں دیکھا کہ ایک باغ میں ہیں شاہ مرطیں
محسن کو میرے اپنے گلے سے لگاتے ہیں
بھلاتے تھے نہ رو تری ماں کو بلاتے ہیں

میرے کو میں بھی تو کہا ہو کے بے قرار زہرا کہاں تھی تو ترا بابا ترے غار
آ جلد دھوڑتا ہے یہ معصوم بار بار یاں تو رہے گی جین سے میرا ہے اختیار
یاں عاصب فداک نہ کبھی آنے پائے گا
یاں تازیانہ تجھ کو نہ کوئی لگائے گا

یہ سن کے گلے پاؤں میں اس باغ سے بھری بس دیکھتا تھا آپ کا دیدار آخری
سہوا اگر ہوئی ہو کچھ آزدہ خاطری بخشو مجھے کہ سوت ہے نزدیک اب مری
رو کر کہا علی نے نہیں عذر خواہ ہیں
واللہ بے قصور ہو تم سب گواہ ہیں

معصومہ سے بھی ہوتی ہے بی بی خطا کبھی حسرت کا تم زبان پہ نہ لائیں گلا کبھی
اچھا لباس مانگا نہ اچھی غذا کبھی بیمار جب پڑیں نہ طلب کی دوا کبھی
کیا خوب تم نے مجھ سے نباہی ہے فاطمہ
کیونکر نہ ہو کہ نور الہی ہے فاطمہ

دنیا کے مال و جاہ پہ تم نے نظر نہ کی فرمائش ایک شے کی بھی مجھ سے مگر نہ کی
یوں میرے جہاں میں کسی نے ہر کی لاتے کیے اور اپنے پد کو خبر نہ کی

پہلو پہ وہ گرا میں حمایت نہ کر سکا
شرمندہ ہوں کہ حق رعایت نہ کر سکا

وہ بولی یہ کینز نوازی ہے سر بسر فرمائیے وصیت اول پہ اب نظر
ہر بے پدر کے بعد نبی آپ ہیں پدر سبطین تو حضور کے ہیں پارہ ہجر
گر چاہتے ہو قبر میں زہرا کے جین کو

دینا نہ رنج میرے حسن اور حسین کو
مغرب تک بس اور ہے ملی ان کی سر پہ اب کل صبح یہ گمراہ گئی تھی میں ہے غصب
پردہ نہ ریمو میرے چہ انہوں پہ روز و شب بن ماں کا جان کر کوئی گمراہ کے نہ بے سبب
یہ دونوں ہیں پردہ جناب امیر کے
جو شہنشاہ ہیں آپ میرے صغیر و کبیر کے

والی حیم بچوں کا ہوتا ہے دل جناب چلا کے ان کی بات کا دینا نہ تم جواب
بہنوں کو ان کی ان سے سوا ہوگا اضطراب دل جہاں ان کی کھینچو بے حد و بے حساب
نائب نے ہوشیار کہ نازوں کی پالی ہے
اور دوسرے حسین کی یہ رونے والی ہے

عرض دوم یہ ہے مجھے شب کو اٹھائیے اور قبر کا نشان کئی جا بنائیے
ترہت میں خود اتارو اور خود لٹائیے پھر کاپ کر کہا کہ الٹی پچائیے
آنکھوں کے آگے قبر کی تھائی پھر گئی
موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی

بولی کہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے مرنے سے سخت قبر کی وحشت کا وقت ہے
سمت پہ بعد دن کے یہ آفت کا وقت ہے اس وقت وارثوں کی محبت کا وقت ہے
ہدم نہیں رفیق نہیں، مہرباں نہیں
یہ وہ جگہ ہے کوئی کسی کا جہاں نہیں

وہ اجنبی مکان وہ اندیرا اور اور پہلے پہل وہ ہستی سے دیرانے کا سفر
 نے شمع روشنی کے لیے نے کھاف وہ مسایہ وہ کہ دوسرے سے ایک بے خبر
 کس کو کوئی پکارے کہاں جائے کیا کرے
 آسان سب پہ قبر کی مشکل خدا کرے

اکثر ہماری شان میں فرماتے تھے پدر تربت میں اپنے شیعوں کی لیتے ہیں یہ خبر
 اسیدوار میں بھی ہوں یا شاہ مجروح قرآن چڑھو قبر کے پہلو میں بیٹھ کر
 مردے لحد میں ٹیکس دے یاد ہوتے ہیں
 زعموں سے افس کے یہ طلب گار ہوتے ہیں

آئی عمار رسول کی بیٹی میں آؤں گا ہوتے ہی دفن تھہ کو گلے سے لگاؤں گا
 آغوش میں لیے ہوئے جنت میں جاؤں گا قاتل کے بدلے سیوہ طوبی کھلاؤں گا
 محبوبہ خدا و نبی حیرا نام ہے
 مرقن حیرے محبوب کا دارالسلام ہے

ناگاہ سر نے کیا دنیا سے انتقال مسجد میں مرقن مکتی کے محروک و خستہ حال
 حجرے میں باپ کے گئی خاتون خوش خصال اسما سے بولی منظر اسمائے ذوالجلال
 کافور غلہ فاطمہ زہرا کے پاس لا
 پانی ہمارے غسل کو لا اور لباس لا

حجرے میں غسل کر کے چڑھی آخری نماز جدے میں سر جھکا کے کہے اپنے دل کے راز
 آواز ارجحی سے کیا حق نے برقرار زہرا نے اپنے پاؤں کیے قبلہ کو دواز
 حوروں نے پھر بہشت میں برپا یہ غل کیا
 بیٹھ تقضا نے شمع صیبر کو گل کیا

یاں سب کڑے تھے حجرے کے نزدیک بے قرار کلہ کے بعد جب نہ صدا آئی زنجبار
 حجرے میں بیٹھے ہوئے دھڑے سب ایک بار چلائی ام سلتی میں لٹی جگر تکار

اپنا بھی سوگوار بٹھاپے میں کر گئیں
بھیتی رہی میں آپ جہاں سے گزر گئیں

پھر تو ہر ایک کوچہ میں معشر پیا ہوا اپنے پرانے دوڑے کہ ہے ہے یہ کیا ہوا
فضہ نگاری سیدہ کا داقعا ہوا عجزہ بتول پاک کا ماتم سرا ہوا
بیتے میں دم قلق سے رکا سانس الٹ گئی

منہ رکھ کے منہ پہ مردے کے نضب پٹ گئی
لے کر بلائیں کہتی تھی بنی ثار ہو اہل میں ہول کھاتی ہوں تم ہوشیار ہو
بھیا زمیں پہ لوٹے ہیں ہسکار ہو تم آنکھ کھول دو تو سبوں کو قرار ہو
ہے ہے یہ چپکے رہنے کی کیا بات ہوگی
نانا کا فاتحہ نہ دیا رات ہوگی

اٹھیے چراغ قبر نبی پر جلائیے سونی پڑی ہے نانا کی صف جلد جالیے
پہلو کا دو کیسا ہے یہ تو بتائیے دیکھوں میں نبض ہاتھ تو اپنا بڑھائیے
کیوں آپ کھلتی نہیں چشم پر آپ کو
کیا غش میں دیکھتی ہیں رسالت باب کو

ہسائیاں ہیں آپ کی بالیں پہ بے قرار اور پاکتی زنان قریشی کی ہے قطار
ہے پہلوؤں میں آپ کا کتبہ سب انگ بار سب پوچھتے ہیں آپ کو نضب سے بار بار
بی بی کہو کہاں کا پتا دوں کدھر گئیں۔

یہ تو ہمیں زباں سے لگا کر مر گئیں

میں دودھ بخشوانے نہ پائی کہ چل بیسں شربت بنا کے لانے نہ پائی کہ چل بیسیں
سجادے سے اٹھانے نہ پائی کہ چل بیسیں میں بے نصیب آنے نہ پائی کہ چل بیسیں
کیا جانتی تھی وقت یہ ہے انتقال کا
باعث ہوا ہے یہ میرے رنج و ملال کا

اے مری فاقہ کش مری نادار والدہ اے میرے بے دوا مری بیمار والدہ
 کتبہ کی آبرو مری سردار والدہ اے میرے صابرہ مری ناچار والدہ
 نانا کی سوگوار کو تازہ خطاب دو

اماں جواب دو مری اماں جواب دو
 ہمسائے خد کے لیے ڈیوڑھی پہ ہیں ہم کہتے ہیں آپ ہوئیں مزام نہ ہوں گے ہم
 خاطر ہوا ان کی جمع عداوت ہوا ان کی کم منہ صاحب کر جو ہیں کریں آپ ایک دم
 اتفاق ان سے کہیو کہ احسان کی جیو

نصیب جو مجھ کو روئے اسے روئے دہجیو
 ناگاہ آئے روئے شاہ اویسا غسل و حنوط فاطمہ خود جگرے میں کیا
 استبرق بہشت بریں کا کفن دیا میت کے نور سے ہوا تابوت پر نیا
 بولے کفن میں کھول کے رخسار فاطمہ
 مہنوق آؤ دیکھ لو دیدار فاطمہ

بھرنے لگیں کینٹریں جنازے کے آس پاس جھک کر بلائیں چٹیوں نے لہیں بھال پاس
 اب کیا کہوں کہ شدت غم سے ہے دل دھاس نزدیک ہے وہ وقت کہ سب ہوئیں بے حواس
 گھر میں علی لحد میں نبی قمر قمراتے ہیں
 بن ماں کے بیٹے ان کے جنازے پر آتے ہیں

نخے سے کتوں کے چن گریبان چاک چاک گیسو کھلے ہیں ڈالے ہوئے ہیں سروں پہ خاک
 نزدیک ہے کہ والدہ کے غم سے ہوں جاگ جاری زبان پر یہی نوحہ ہے دردناک
 جاتی ہو تم نبی کی زیارت کے واسطے
 اماں غلام آئے ہیں رخصت کے واسطے

نانا جو پچھیں خالصوں کی خیر و عافیت کہنا زمانہ خون کا پیاسا ہے بے بہت
 بابا کے قتل کی ہے نمازوں میں مشورت نانا ہمارے دل کو ہو اب کس کی تقویت

شفقت کا ہاتھ آپ نے سر سے اٹھایا

ایک والدہ حمیں پاس انھیں بھی بلا لیا

ہونے لگے دواغ یہ کہہ کر وہ ٹیک نام ننھے سے سر جھکا کے کیا آخری سلام

پھر تو وہ میت جگر سید اللہ نام قمرانی یوں کہ بند کفن کھل گئے تمام

عاشق کو بے طے ہوئے کس طرح کل پڑے

دہرا کے دونوں ہاتھ کفن سے نکل پڑے

باہیں لگے میں پیار سے بیٹوں کے ڈال دیں اور سید سے لپٹ گئے جبکہ کر وہ باز نہیں

ہاتھ نے دی علی کو عدا اے امیر دیں روتے ہیں ہر فلک پہ ملک لپٹی ہے زمیں

تسکین عرض اعظم رب ہدا کرو

بیٹوں کو ماں کی لاش سے جدا کرو

منہ چوم کر قیہوں کا بولے یہ مرتضا پیار و فرشتے روتے ہیں اب ان سے ہو جدا

نصفہ پکاری بی بی کے نگار پر فدا بس عاشق حسین و حسن پیار ہو چکا

باہیں نکالو دفن میں اب دیے ہوتی ہے

آئی عدا کہ روح نہیں سیر ہوتی ہے

اب غمزدے یہ مرثیہ اور عرض کر دہرہ یا سیدہ حمیں قسم خالق قدے

بہر رسول پاک و پچی حضرت امیر تم پہ فدا تھی والدہ ذاکر حقیر

فرمائیے یہ لطف کہ وہ برہنگار ہو

حلہ کفن ہو روضہ رضوان مزار ہو



قطرے کو علمبر کی آہود دیتا ہے
قد سرد کو گل کو رنگ دیتا ہے
بے کار تشخص ہے، قصع بے سود
عزت وہی عزت ہے جو تو دیتا ہے



یارب جبروتی تجھے زچندہ ہے
ہر تن ترے بجدے میں سراگندہ ہے
توحید کا کلمہ بھی پڑھتا ہے دہر
جو تیرے سوا ہے وہ ترا بندہ ہے

سلام

سلامی دُڑا نہ دُوں آفتاب کے بدلے
 نہ لوں میں عرشِ دہِ بہتر لب کے بدلے
 زہے حسین کہ سازند سحر از خاکش
 ہے خاک ذکر میں گویا جناب کے بدلے
 نہ آرزو کوئی باقی بھی شہا کو دمِ ذبح
 کہ آبِ تنجی کافی تھا آب کے بدلے
 یہ شوقِ ذکرِ خدا تھا سوا ب ذکرِ خدا
 تراب ہے خلیفِ بہتر لب کے بدلے
 ادھر تو لشکرِ امرا تھا صرف سے خواری
 ادھر تھی ہادۂ کورِ شراب کے بدلے
 قمرِ صفت تھا فلک میر ذوالجناح حسین
 ادھر ادھر نہ تو تھے رکاب کے بدلے
 جو بے دلا سے ائمہ ہیں صرفِ صوم و صلوة
 عذاب اُن کو ملے گا ثواب کے بدلے
 شفیعِ روزِ قیامت کے آہی اور مجبوس
 نہ حشر کیوں ہوا اس انقلاب کے بدلے
 لقبِ رسول کا انہی تھا پر بفضلِ خدا
 پڑھا تھا علمِ لدُن ہر کتاب کے بدلے
 نبیِ مہینہ علم اور اُس مدینہ میں
 کشتہ در خیر ہے باب کے بدلے
 کیا جو بحر کو ہراول لہام نے اپنا
 تو اُس نے سر دیا نذر خطاب کے بدلے

دیرِ مجھ کو جو آنھوں بہشت دے رضواں

نہ لوں میں ایک درِ بہتر لب کے بدلے

ہم ہیں وطن میں اور طبیعت سفر میں ہے

ہم ہیں وطن میں اور طبیعت سفر میں ہے سیاہی قلم رد مضمون نظر میں ہے
 دنیا میں ذہن ہے تو کبھی دشت و در میں ہے درِ سخن کی چاہ مگر خلک و تر میں ہے
 تائیدِ ذوالہمن سے سخن بہرہ مند ہے

ہر دم زباں کو حید الہی پسند ہے
 کیا منہ کسی زباں کا جو حکیر خدا کرے ہے کم سے کم بہت سے بہت گرا کرے
 کس کس عطا پہ مدح کے سوتی فدا کرے ممکن نہیں جہاں سے تسلسل جدا کرے
 باریک بال سے بھی جو گھس کر زبان ہو
 پھر بھی نہ حکیر حق کا سر سو جان ہو

چاہے وہ جس گدا کو سلیمان کا چاہ دے ڈرے کو آفتاب کے سر کی کلاہ دے
 بے دست و پا کو گوشِ راحت میں راہ دے جس کو کوئی پناہ نہ دے وہ پناہ دے
 تبدیلِ مشرقوں سے وہ بندے کا غم کرے
 جس پر کوئی کرم نہ کرے وہ کرم کرے

بھتی وہ دے جسے کوئی رلعت نہ دے سکے بخشے جسے مرض کوئی صحت نہ دے سکے
 عزت جسے وہ دے کوئی ذلت نہ دے سکے ذلت جسے وہ دے کوئی عزت نہ دے سکے
 غسرت ہو عشرت اس کی رضا کا جو دھیان ہو
 آفت ہو عاقبت، جو خدا مہربان ہو

بخشے جو بے سوال وہ فیاض رب ہے رب ایسا نئی وہی ہے سقا جس کی بے سبب
 نھو حیات اس نے دیا سب کو بے طلب لب کیوں بندے کہ ہاتھوں کو پھیلا رہے ہیں سب

ہامٹ یہ ہے جو لینے سے آسودہ ہم نہیں

اُس کے خزانے وہ ہیں جو دینے سے کم نہیں

پیارا گن محض کا وہ چارہ ساز ہے ایسا طیب جس پہ سبھا کو تاز ہے

لیکن وہ بے نیاز خلائی نواز ہے ہے واقعی کہ نام خدا بے نیاز ہے

ہم کو نہیں، جہاں کا طلسمات کچھ نہیں

سب کچھ ہے اُس ذات سے ہالذات کچھ نہیں

ہر بندہ ناتواں ہے توانا خدا ہے بس ناداں قوام خلق ہے، دانا خدا ہے بس

حق جس کا مکروں نے بھی مانا خدا ہے بس جس کو خدا جوں نے بھی جانا خدا ہے بس

فقر یہ بندگی میں خدائی خود آئی ہے

ہاں نقد خدا ہی کی خاطر خدائی ہے

شمال ہو لطیف حق تو سزا اور دہن ہے ایک بادِ سموم اور نسیم چمن ہے ایک

اقسام ہیں طیفہ ورنہ سخن ہے ایک جیسے سخن کا رنگ ہزار نور دہن ہے ایک

داعوں کے مصیبن امام غیور ہیں

جس طرح دائروں کے نگہباں حضور ہیں

طوقاں سے گر جہازِ دہانی ہوا ہوا داں نوح کربلا کا کرم ناخدا ہوا

بھولے جو راہ، محض نہج رہنما ہوا مشکل کشا کے صدقے سے ہر عقدہ دا ہوا

یوں ہمتی کے نام سے مدد ہر بلا ہوئی

وہ چند خواہشیں سفرِ کربلا ہوئی

دائر ہیں شاہِ دیں کے ہمارے دہن میں بھی ہیں روحِ غلامِ جوہ ہیں گل اس چمن میں بھی

ہیں فرقِ بحرِ کفایتِ غیرِ سخن میں بھی ڈوبے ہوئے ولایتِ حسینِ دمشق میں بھی

پایا فروغِ لطیفِ خدائے حضور سے

روشن یہ سرِ زمین ہے ایماں کے نور سے

یہ شہر تو ہے ملک سلیمان اہل بیف ڈڑے نکارتے ہیں کہ قربان اہل بیف
آب و ہوا ہے تاج فرمان اہل بیف وہ کیا ہے اشک و آہ عیان اہل بیف
ہاں کمر جو دوستان بلند آبرو کے ہیں
اہل کے جو عدد ہیں وہی نکستو کے ہیں

پر شاہ کربلا کی ہے جن شہروں پر مدو ساکن وہاں کے بھی نہیں رونے سے ناہلہ
اللہ سے ماتم غلبہ ضیغم صر یہ وہ عیاں ہے جس کو نہیں حاجت سند
جب ہم نے کربلا کا مرقع دکھا دیا
تصویر کی بھی آنکھ کو رونا سکھا دیا

لیکن خن کو مدح سے جن کی اثر طے مداحوں کو سز میں نوید غفر طے
کربت میں ان کے رہنے کو ہے ہے نہ گھر طے چہلم کے بعد لاش بے سر سے سر طے
جن کی دلا میں خیر سے اہل سز پھریں
ہے ہے وہ بے دیار ہوں، یزیدوں پہ سر پھریں

بیوقوف کی طرح سے اب آنکھیں ہیں غوفٹاں کعبان دل سے یسٹ آرام ہے دواں
لو یاد آگیا سز شاہ انس و جاں ہوتا ہے بے چراغ پیہر کا خاماں
اک بارگی مدینے میں آفت یہ پڑ گئی
جنگل بہا، بھول کی مہتی آہڑ گئی

ساعت سز کی نقلی ہے حضرت کے واسطے جس میں فرس ہے بارخ رسالت کے واسطے
زمان ہے حسین کی عترت کے واسطے ہاں نار سے رہائی ہے امت کے واسطے
یہ درد روح حضرت زہرا سے پہنچے
زہرا کے بعد قاطرہ صفا سے پہنچے

تہائی چھاری ہے حزار رسولؐ بے دارائی برستی ہے قبر بھولؑ
کئے کا ہے ہجوم دہل ملولؑ جہرست ہے عدلیوں کا زہرا کے بھولؑ

آگے نبی کے خُلد میں زہرا تڑپتی ہے
 یاں سامنے حسین کے صفا تڑپتی ہے
 جب گل نہ ہو تو ہلہل شیدا کی موت ہے ہرزہ نہ ہو تو آہوئے صبرا کی موت ہے
 پانی بغیر ماہی دریا کی موت ہے چٹنا مرض میں باپ سے صفا کی موت ہے
 اک آن بھی رہیں نہ زمانے میں جہن سے
 زہرا نبی سے چھوٹ کے صفا حسین سے
 کہتی ہے باپ سے کہ نہ کیونکر ہو بے گلی زہرا چھٹیں نبی سے تو موجود تھے علی
 لیکن جب قتل میں ہے اس دم یہ دل جلی ہے ہے قضا دینے کی رونق کو لے جلی
 بچھن بھی، چپ بھی اور یہ غضب کی جہائی بھی
 ماں باپ بھی پھرتے ہیں بیٹیں بھی بھائی بھی
 دامن پکڑ کے کہتی ہے بابا کب آؤ گے لے جاؤ گے ایس کہ بیٹیں چھوڑ جاؤ گے
 بیمار کی خبر بھی کسی سے منگاؤ گے یا بیمار میں سکینے کے ہم کو بھلاؤ گے
 لینے کو میرے گھجگو گے کس کو دینے سے
 یا ناامید ہی میں رہوں اپنے بچنے سے
 دیکھیں تو آپ حال تپش کے دھور کا لو سے ہے دل کہاں وحوش و طیور کا
 نزدیک کا سر ہے میں داری کہ دور کا کل تئیں دن کا ہے علی استر حضور کا
 اس سن کے بچے جہن سے جھولے میں سوتے ہیں
 یہ اک سینے کے دامن آوارہ ہوتے ہیں
 لکھ بھیجے نہ دوستوں کو اپنے ہیں کہ غیر؟ دشوار ان دنوں ہے عراق عرب کی سر
 تو نے ہوئے تڑپتے ہیں جیلیں میں دُش و طیر گری کے بعد آؤں گا میں زندگی بھر
 شاید مجھے بھی قید مرض سے نہات ہو
 بھر کونج کیجیے تو یہ لونڈی بھی سات ہو

ہاا ابھی نہ غم سواری کا دیکھیے نادان کی بھی بات یہ اک مان لیجیے
قرآن لاؤں مشورہ خالق سے کیجیے لاکھوں برس صوبہ نئی د علی جیے
رستے کی آفتوں سے خدا ہی پناہ دے
بسم اللہ استکارہ، سفر کو جو راہ دے

فرماتے ہیں حسینِ توقف کی جا نہیں اس کوچ میں مقام کوئی قدر کا نہیں
بے درد غم کے محبِ خدا کا حرا نہیں اس راہ میں بٹا ہی بٹا ہے فنا نہیں
اہلِ ادب سنبھل کے یہاں پاؤں دھرتے ہیں
یہ راہ وہ ہے سر سے جسے قطع کرتے ہیں

یہ راہ انبیائے اولوالعزم کم چلے لیکن خدا کے عاشق ثابت قدم چلے
اک حضرت امیر چلے ایک ہم چلے جدے سے سر نہ سر کے جو تیغِ حتم چلے
گزرے سو گزرے ہوئے جو ہونا ہو ڈر نہیں
سودا خدا کے عشق کا ہے فکر نہیں

واللہ اعلم انہیں کے اب یا نہ آئیں گے کس کو خبر ہے حد سے ہم آکے نہ جائیں گے
سوق ہوا تو بی بی کو اپنی بلائیں گے بے کر بلا کے رتبہ عالی نہ پائیں گے
مشتاقِ احسان کا رب غفور ہے
عاشور کو وہاں مرا ہونا ضرور ہے

سیدِ رسول نے جو لیا نام کر بلا چھائی بھرے گل پہ اُداسی ہر ایک جا
فریادِ ام سلمہ نے کی دھمڑا منہ دیکھ کر حسین کا حسرت سے یہ کہا
کیوں داری کر بلا یہ وہی ارشِ پاک ہے
خشیشے میں جس زمینِ مقدس کی خاک ہے؟

دن نے بھری اک آہ کہ ہاں ہاں جان ہاں تاتا سے اس زمین کا سنا ہوئے گا بیاں
اماں یہ بے شکاں کی قبروں کا ہے نشان صفرا پکار دی ہائے نکل جاؤں میں کہاں

ہاتھی سڑکی دھڑکنے میں ہوتی ہیں

باہا تو خند کرتے ہیں اور تانی روتی ہیں

جبراً کیا تھا آپ کی فرقت کو اختیار پر اب کلام یاس سے لوطی ہے بے قرار

کیا جائیں پھر ملیں نہ ملیں شاہ نامدار اب میں ہوں اور بہنوں کے باتوں کی ہے مہار

چلتا گوارا کیجیے اس صبح کام کا

صدقہ سکھتے بی بی کے کوچ اور مقام کا

بہنوں کو، والدہ کو مہلک بیماریاں سراج بگھوں کی میں بننا دو گے تم جہاں

تکیہ صابھوٹا میں سب چھوڑ دوں گی یہاں پھر او رکھا ہے کچھ نہیں، ملتی ہر انتہاں

مٹکل سڑکی کہتے ہے آسان ہوئے گی

پیار سحرستوں پہ قربان ہوئے گی

اس الحاح نے شاہ کی حالت تباہ کی آنکھوں کو ڈبڈبا کے حرم پر نگاہ کی

سب نے جہاں مریض سے تکلیف راہ کی آخر کہا خوشی حصیں لازم ہے شاہ کی

بہر خدا نہ چشم کو غوریز کیجیے

بی بی کو چپ ہے کوچ سے پرہیز کیجیے

صغرا پکاری ہائے مقدر دہائی ہے دنیا میں کیا بھی کو انوکھی چپ آئی ہے

چپ ہے تو خیر چپ کی دوا بھی غنڈائی ہے ہے ہے مرے بھار کا درماں بدائی ہے

پیار کی خبر نہیں ماں باپ لیتے ہیں؟

چپ آتی ہے تو بیٹیوں کو چھوڑ دیتے ہیں؟

لوگو بھی سہی، مری غربت پہ رحم کھاؤ پیار خود پڑی ہوں خطا میری بخشاؤ

لکھ اس قصور کی تعذیر سے بچاؤ حضرت کو دو قسم کو نہ صغرا کو چھوڑ جاؤ

یہ جان لو جو گھر میں رہی میں تو مر گئی

اور اونٹ پر چڑھی تو وہیں چپ اتر گئی

اے لوگو بے حواس نہ ہو چپ کے آنے سے چپ اس گزری تو آئی ہے بابا کے جانے سے
آنکھیں بھی دلوں لال ہیں آنسو بہانے سے منہ زرد ہو گیا ہے فقط بول کھانے سے
رومال سے جو ماتھے کو باندھا تو کیا ہوا

سر پیٹنے سے درد سر اس دم سوا ہوا
چپ کی حرارت اور قلقل کا بخار اور وہ قرقراتا اور ہے یہ خطر اور
وہ سانس چڑھتا اور یہ دم کا شمار اور سر پھرنا اور گردش لیل و نہار اور
جینی کو میرے حال کی جلدی خبر کرو
دیکھا تھا کل بھی چہرہ اور اب بھی نظر کرو

کل بھی بھلا ترپتے تھے ہم لوہیں کہو پٹنے میں کا پتے تھے قدم لوہیں کہو
کل بھی کمر تھی ضعف سے خم، لوہیں کہو رونے سے آنکھوں پر تھا دم لوہیں کہو
کپڑا باندھا تھا سر پہ، رخ ایسا ہی درد تھا؟

کھانا تو میرے سر کی قسم کل یہ درد تھا؟
کیوں لوگو! شام کو بھی تھی میں متصل یونہیں؟ دیکھو تو ہاتھ دکھ کے اچھلتا تھا دل یونہیں؟
ناگاتی سے آتے تھے نش متصل یونہیں؟ کل بھی تھی اپنے آنسوؤں سے ہا بہ گل یونہیں؟
کل خود اٹھی تھی باپ کی تعظیم کے لیے
اور آج اٹھا یا اللہ نے تسلیم کے لیے

مشکل ہے آن ہاں مرض میں نابہنا اٹھنے میں بیٹھنے میں نہ اعداد چاہنا
ان عارضوں میں میرے جگر کو سراہنا اب نہ سنا نہ ہوئے گا میرا کراہنا
اکڑ ہوا کہ ہوش بھی چپ میں رہا نہیں
پر منہ سے یا علی کے سوا کچھ کہا نہیں

وہ دن مجھے کہ ضبط کا یا تھا اب کہاں بابا کی پردوش کا سہارا تھا اب کہاں
لساں کو بھی خیال ہمارا تھا اب کہاں آگے کرم جو ہم پہ اٹھارا تھا اب کہاں

کیونکہ نہ زندگی سے ہو یہ ناقواں خفا

کنہ خفا، نصیب خفا، باپ ماں خفا

سب سے کی ہے والدہ کے التفات میں پاتی ہوں فرق لطفِ حق کائنات میں

اب موت میں حرا ہے لذت حیات میں کج ہے نصیب شرط ہے ہر ایک بات میں

اب سب تو یمن اٹھائیں کے حضرت کے ساتھ کا

پائیں کے ہم کفن بھی نہ بابا کے ہاتھ کا

بھر ایک یاس آنکھوں سے پیراؤ ڈھلے انھی اک آہ بھر کے کہا سب سے ہم چلے

جلا ہے دل، اندھیرا ہے اب آنکھ کے تلے اس چپ میں بستر اپنا بھلا اور ہم بھلے

برکتی نصیب کی میرے عیاں ہوئی

کنہ تو سب خفا ہوا چپ مہربان ہوئی

ناگاہ غل اٹھا در دولت پہ بھلا ناقوں کی اور سمندوں کی آنے لگی صدا

کی عرض آ کے قصہ نے اسباب لہ چلا نزدیک تھا کہ روح ہو پیار کی جدا

پہلو میں دل ترپنے لگا نیند شق ہوا

دھک دھک بکچہ کرنے لگا، رنگ فق ہوا

بیت الشرف سے مہر عرب نے کیا ظہور مایہ قال نیک برآمد ہوئے حضور

پردہ نہ رخ کی لو پہ بنا خود چراغ طور یہ کیا ہے حسن بندہ تھا اور خانہ زاد نور

بھر دل کلیم کا نہ رہا اختیار میں

پہلے ہوئے تھے طور پہ خش اب حرا میں

چادروں نے ادب سے دو جانب کیا جھوم وٹ کے جلو کے جلو سے خام بنے نجوم

سلطان دیں پناہ سلامت ادھر یہ دھوم آئین یا کریم یہ لٹل یاں علی الصوم

شمان حسین ، قدرت پروردگار ہے

خورشید چتر دار، کرن چہ دار ہے

وہ صبح کوچ کی وہ مقام امید و ہم وہ ہر طرف گل رخ ہنر کی صمیم
 سکتے میں ذوالجراح تھا یا دم بخود نصیم اللہ رے لوج زیر قدم جنت اہیم
 گر لایا باد پا جو ہو افس و جن چڑے
 غور شید دوڑ دھوپ میں جس طرح دن چڑے

مراہیوں میں صن کا تھا اور ہی وقار پیدا کر کے بندھنے سے گلہ سے کی بہار
 اکٹڑ کے گرد و پیش جہانان گلزار اُن سے جو کچھ سن تھے وہ مہاش پر کار
 ہر ایک ہالہ ماہ بنی ہاشی کا تھا
 روشن رسالہ ماہ بنی ہاشی کا تھا

نہت کے لال ڈرنجف غازی اور جری جن کو عقل کہتے تھے گھبائے جھڑی
 جو ہر میں فرد سفر کے میں تنج حیدری وہ منزلوں کا شوق وہ پہلی مسافری
 پچکے وہ پخت پخت کر کے بندھے ہوئے
 تعویذ بازوؤں پہ ہنر کے بندھے ہوئے

وہ مجمع عرب وہ فریبان کر بلا آداب وہ حضور سلیمان کر بلا
 لے کر سلام کہتے تھے سلطان کر بلا یہ بھول اور خاک بیابان کر بلا
 دھبہ ہلا کی بڑیوں کو زمیں لے
 سچ ہے جہاں کی خاک ہو چاکر وہیں لے

بحر سب کو بندگی کے صلے بر ملا دیے اسطبل سے پیادوں کو گھوڑے منگادیے
 جو تھے پہنچ ان کو سلاہ دعا دیے اور زلیو راہ در ہم صبر و رضا دیے
 جس شے کی احتیاج تھی کوچ اور مقام پر
 لکھی امام دیں نے توکل کے نام پر

مہاش نامور سے مخاطب ہوئے امام سوچا حصیں سواری نہت کا اہتمام
 ہم دیکھ آئیں نہت حاکم امام یہ آخری دواع ہے اور آخری سلام

نہت سوار ہو تو خبر کیجیو ہمیں

دوڑے سے مصطفیٰ کے بلا لیجیو ہمیں

راہی ہوئے رواقِ نبی کو شہِ ہدا قہرِ صہبِ حق پہ چلی رجبِ خدا
بحرِ طوافِ جسمِ جدا اور جاںِ جدا واںِ قبر کی عداقتی کہ رومی لک لکھدا
یاں دوڑے کو نواسے نے دیکھا جو پیار سے

واںِ رواجِ صدقے ہونے کو قتلِ مزار سے

غل پڑ گیا جہاں میں یہ کیا اٹھاب ہے بس اب چلے صہیقِ مدینہ خراب ہے
جو شہسوارِ روحِ رسالت آب ہے وہ ظالموں کے ہاتھ سے پاؤںِ رکاب ہے
پہچھوئی کی قبر سے جانا صہیق کا

اب شریک نہ ہوئے گا آنا صہیق کا

اُس دم ہوا یہ حکمِ خداوندِ مشرقیں جائیں مقربانِ خدا بھی بہ دہبِ دین
اس دم صہبِ حق کی زیارت ہے فرض میں ہر رواجِ قبر چلا ہے مرا صہیق
یہ شریکِ طواف کوئی پھر نہ پائے گا

اب قبرِ مصطفیٰ پہ نواسا نہ آئے گا

ننگانِ عرشِ قبرِ نبی کی طرف چلے اور حافظانِ لوحِ و قلمِ صف پہ صف چلے
بارگِ جہاں سے سب نئی ماسلف چلے ساتھ ان کے اوسمائے جلیل الشرف چلے
کثرت یہ تھی رواقِ حبِ دین پناہ میں

سرمہ نگاہ ہو گئی پس پس کے راہ میں

ہر نجمِ ذرا درِ خیرِ البشر بنا جھک کر ہلالِ صفا بیرونِ در بنا
شہرِ ملک کی سیر کا شہسِ سحر بنا صہیقِ حرمِ غلہ کی مقررِ قمر بنا
کثرت یہ تھی ملک پہ ملک تھا پڑا ہوا

خود عرشِ کنش کن میں سٹ کر کھڑا ہوا

جز روح تھی نہ روئے میں کنجائش بدن جبریل روح بن کے لہ پر تھے بسہ زن
روحانیوں کی ایک طرف جمع ائمن قالب مثال جاں تو زباں صورت سخن

فردوسوں کا در پہ بھوم اس قدر ہوا

رضواں بنا بہشت کی بو، تب مگر ہوا

نزدیک کفش کن جو وہ بے حد مل آئے قل پر کیا وہ فکر حکیم و ظلیل آئے
پھرتی ہوں کی کھولے ہوئے جبریل آئے سر خم کیے طاغیٰ عرش جلیل آئے

ایک ایک پر گرا کہ میں ہی یہ ثواب لوں

ظلمین نور میں رسالت تک لوں

آئی عاقل ہے نصیب آزمائی کا عہد یہ ہے حسین کے حلق بھائی کا
شہرہ ہے جس کے خطب رسائی کا فدویہ ہے جواز ل سے خدا کے فدائی کا

ظلمین جگ کے لے وہ امام مدینہ کی

جو کر بلا میں تک اٹھائے سکینہ کی

اقتضائے پاؤں گئے روئے میں امام ظہرے وہاں جو خاص زیارت کا مقام
پڑنے لگے زیارت مظہر امام صف ہاتھ کر شریک ہوئے انبیا تمام

پڑ کر زیارت اہل سلاطین ہٹ گئے

قبر نئی سے دوڑ کے مولا پٹ گئے

جلائے اے خراجِ دنیا بار الوداع اے خراباگو قبلہ امداد الوداع
اے حید احمد احمد بخار الوداع چاہتا ہوں کارواں ہوا تیار الوداع

است یہ چاہتی ہے کہ روئے سے دور ہوں

تانا گواہ رنج کہ میں بے قصور ہوں

ناحق مجھے ستاتے ہیں بدخواہ کیا کروں کیونکر کھلے گی منزل چاکاہ کیا کروں
بہر ساتھ نئے بچوں کا ہے آہ کیا کروں لے جاؤں کس طرح سے شہرہاہ کیا کروں

ماں تو نہیں ہیں بخش مرے ساتھ چلتی ہیں

نانا نواسیاں بھی تمہاری نکلتی ہیں

میں اور بھلا حضور کے روئے سے ہوتا دور ایسے ہی نامے آئے کہ جانا پڑا ضرور
اعدا کے بغض و کین سے تو آگاہ ہیں حضور نانا گواہ رہو نواسا ہے بے قصور
یکساں ہے اب جہاں میں بے یا کہ لٹ گئے

سب خاک ہے جب آپ کی تربت سے بھٹ گئے

بیٹنا تھا میرے باپ نے کس کڑ کو کا گھر تم نے کسے پھرایا تھا گری میں در بدر؟
بھائی حسن نے خانہ نشینی میں کی ہر دسواں برس ہے میری امامت کو بھی مگر
طبل و علم سے کام نہ مطلب خزیں سے

پھر کس گنہ پہ مجھ کو نکالا دینے سے

ناکہ یہ کہتے کہتے غش آیا حسین کو فردوس میں نبیؐ نے بلایا حسین کو
انگلی سے قصر سرخ دکھایا حسین کو منہ چوم کر گلے سے لگایا حسین کو
لیکن جدا گلے سے جو ہونے لگے نبیؐ

پھر اپنے یوں حسینؑ کو رونے لگے نبیؐ

فرمایا جاؤ جلد حصیں ہم بلائیں گے یہ بولے ہم نہ جائیں گے نانا نہ جائیں گے
گھر میں بھی اور سفر میں بھی اعدا ستائیں گے آرام ان کے ہاتھ سے پایا نہ پائیں گے
دنیا سے کچھ طاق نہیں اب حسینؑ کو

دیکھے نہ زیر تنگ یہ نہت حسینؑ کو

بولے نبیؐ حمایت اسلام کیجیے روشن علی و فاطمہ کا نام کیجیے
کار خدا کا پہلے سر انجام کیجیے پھر آئیے بہشت میں آرام کیجیے
یاں تم نہ آؤ گے جو کہاں جاؤ گے حسینؑ

پر کر بلا میں جا کے یہاں آؤ گے حسینؑ

بستی مری اہاڑ کے جنگل کو جا تو لو اک شہر اپنے نام کا بیٹا با تو لو
 انھیں سو جہان بیداد کھا تو لو جدو پدر کے دوستوں کو بخشوا تو لو
 نانا کے پاس آنے میں اب کتنی دیر ہے
 منزل ہے ایک آنے میں رستے کا پتھر ہے

دنیا میں اک حسین ہے اور ایک کر بلا ہونا ہے داں ضرور قصیں موردِ بلا
 اپنے رہو گے میرے گلے سے جو تم بھلا کانٹے کا شرمندے میں کس پیارے کا گلا
 کس بے گنہ کے فم میں فلک خون روئے گا

کیا دوسرا حسین ہے جو ذبح ہوئے گا
 کوئی کسی کی قبر میں سوتا نہیں حسین تھیل یہ مکاں کبھی ہوتا نہیں حسین
 یوں جرج مگر کسی کا ڈیوتا نہیں حسین کب تیری بیکی پی میں روتا نہیں حسین
 اللہ کی امان میں پیارے دیا قصیں
 جاؤ سدھارو نانا نے رخصت کیا قصیں

کہتے تھے شاہ سنتا تھا میں یہ بیان درد ناگاہ روئے سرخ ہوا مصطفیٰ کا درد
 گیسوئے مہر میں بھری بال بال گرد میں دیکھ کر ڈرا تو کہا بھر کے آہ سرد
 نانا تمہارے سوگ میں غناک ہے حسین
 جس خاک میں ملو گے یہ وہ خاک ہے حسین

غش سے جو ہوشیار ہوا نس و جاں ہوئے ماں یاد آئیں، سوئے بھید رواں ہوئے
 حسرت سے قبر دیکھ کے یوں خوں لٹاں ہوئے جو دقار عرش کے تسبیح خواں ہوئے
 قہقہہ از دواغ ماں کی لہہ کا پتہ لگی
 میت کفن کے کونے سے منہ ڈھانپنے لگی

چلا یا کر بلا کا مسافر پہ شور و ضیق۔ حلیم اے حبیبِ معبودِ شرقین
 آیا نہ ہے جواب دیے فاطمہ کو بچن بولیں کہ السلام علیک اے مرے حسین

مطلود ہم لحد میں ہیں ہوس و کنار سے

آؤ لپٹ تو جاؤ ہمارے مزار سے

اے قبر یکساں کے مجاور حسین جان ہے ہے مرے غریب مسافر حسین جان

پیدا ہوئے تھے ذبح کی خاطر حسین جان زہرا بھی ہے رکاب میں حاضر حسین جان

امت کو کیا خبر ہے مرے دل کے داغ کی

اندیر ہے کہ قبر مری ہے چراغ کی

واری بتاؤ تو مری صفا سے کیا کہا غش ہوگئی کہ ہوش کچھ اس کا بجا رہا

بن کر لہو جگر تو نہیں آنکھ سے بہا کس طرح سے سوس کے دل کو یہ غم سہا

پاتی کو حق نے داری کا ورثہ عطا کیا

زہرا نے بھی تو صبر کیا اور کیا کیا

ناگاہ پکارے آکے یہ مہاش نیک نام اسوار ہو چکے حرم محترم تمام

باقی ہے اک سواری مخدوم انام جس کا حضور سے متعلق ہے اہتمام

فراش قاعدے سے قائم لگاتے ہیں

درد پہ کھڑے حضور کو اکبرؑ بلا تے ہیں

فرمایا فتہ نے چلتے ہیں اے حامل علم اپنی بہن کا آنکھوں سے پردہ کریں گے ہم

کچھ لساں جان کتنی ہیں اپنا غم و الم منہ ڈھانپتی ہیں میری غریبی پہ دم بدم

مہاش جنگ کے بولے کہ مجرا مرا کہو

آئی دعا ہماری طرف سے دعا کہو

جان وفا نصیب بلنداری حسین لیکن رہے خیال مددگاری حسین

سارا جہاں ہے صرف دلازاری حسین یثرب سے کربلا کو ہے پیاری حسین

رستے میں ہو چو نہ کنارے حسین سے

مہاش! ہوشیار ہمارے حسین سے

یہ سن کے پردہ پڑی خلافت ہوا رواں . دیکھا قاتل پر دے کی چیں گرد آستان
گہری گٹھا ہو قبلے سے جیسے کبھی میاں پردہ انھا کے فضل سے بولے حد زہاں
ہاں عرض کر بہن سے کہ تیار ہو جئے

ہم آئے اہتمام کو اسوار ہو جئے
شہراہ میں کھڑے ہوئے پھر شاہ حق پسند ہر نام کی طرف سر اقدس کیا بلند
یہ دیکھ کر پکارے نقیبان ہوش مند رستہ دیکھنے، غرنے، جھروکے ہوں سداے بند
ہشیارا کوئی بے ادبی اس گھڑی نہ ہو
لاکے کو لے کے کوٹھے پہ عورت کھڑی نہ ہو

مخدومہ خدیجہ چشم ہوتی ہے سوار پخت و پناہ اہل حرم ہوتی ہے سوار
فخر عرب شکوہ نجم ہوتی ہے سوار ہشیر بادشاہ اُسم ہوتی ہے سوار
ماں اکبر دلیر کی بیٹی بھول کی
نصرت فلک جناب نواسی رسول کی

پھر تو نہ شہر میں کوئی دروازہ دا رہا اللہ کا مگر در رحمت کھلا رہا
دنیا میں نام کو بھی نہ مرغ ہوا رہا بہر نماز طائر قبلہ نما رہا
حیث نے آفتاب کے منہ کو پھرا دیا
پردہ کرن کا چشم قر پر گرا دیا

رنگہر بیٹہ بیٹہ گئے پاں وہاں تمام چھپ چھپ گئے مکانوں میں غرو دکاں تمام
آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے ہٹا کارواں تمام ناقوں سے کود کود پڑے سارہاں تمام
سب حق شمس عزت الجہاد ہٹ گئے
سر کے پیادے، راہ سے اسوار ہٹ گئے

غل اہتمام کا جو گیا تا حرم سرا مسند سے فاطمہ کے انھی ہٹ مرتضیٰ
دوڑیں کتیریں اور خواہیں برہہ پا نعلین جھاڑی اور سنہالی کبھی روا

رشتہ نے اس شکوہ پہ ٹکڑ خدا کیا
 جس نے بلند رتبہ خیر الودا کیا
 خدمت کے عہدے خدمتوں نے اٹھالے پنکھا تھی ایک خادمہ بہر ہوا لیے
 اک دست پاک و سبز ذکر خدا لیے اک جانناز و مصحف و رطل دوتا لیے
 رستے کی پیاس کا کوئی سامان کیے ہوئے
 پانی کی سر بہر صراحی لیے ہوئے
 اس عقلت و شکوہ سے وہ صاحب حشم ڈیوڑھی کے پاس آئی کیے پشت و بر کوٹم
 پوچھا احمر ہے کون پکارے حسین ہم سایہ بھی غیر کا نہیں خالق کا ہے کرم
 حاضر ہے بھائی ڈیوڑھی ہے ہودج ملانے کو
 اکڑ کھڑے ہیں آپ کی خطین اٹھانے کو
 ہودج کی سمت در سے بڑھی وہ فلک جناب اکڑ بنے سوز ہے کھینچ لیے پاؤں سے شباب
 اللہ دے پاس خاطر بنت ابوتراب زانو خمیدہ کر کے یہ فتنے کیا خطاب
 غربت میں ساتھ دیتی ہوئی بھائی ٹار ہو
 نو پاؤں میرے زانو پہ رکھ کر سوار ہو
 رونے لگی لرز کے وہ حضرت کی قدر دان زانوئے فتنہ کو چوم کے بولی نہ بھائی جاں
 داری بہن، نہ اچھے بہن پر ہو مہرباں ان شہادتوں کا لے کہیں بدلہ نہ آسماں
 اس پردے سے یہ خوف ہے اسے شام دیں مجھے
 تقدیر نکلے سر نہ بھرائے کہیں مجھے
 زانو تمہارا تہ عرش الہ ہے شیعوں کی بوسہ گاہ مری جہدہ گاہ ہے
 اس کا ادب فرشتوں کو مبہنہ ہے افضل ہے سب کعب سے قبلہ گواہ ہے
 ہے ہے حوروں میں پاؤں ادب سے مجید ہے
 زانو تمہارا رطل کلام مجید ہے

اس پردوش کا شکر کہاں تک ادا کروں بدلہ میں اس کثیر نوازی کا کیا کروں
بس ہو تو دل نکال کے تم پر فدا کروں ہر صبح و شام گرد تھمارے پھرا کروں

اب مجھ کو آسرا ہے نہ ماں کا نہ باپ کا

اللہ کوئی رنج دکھائے نہ آپ کا

فدے بولے میرے رنج کی پردا کرو نہ اب زانو پہ پاؤں رکھتے میں یہ خدہ یہ ادب
اس وقت کیا حق تمہیں ہوئے گا ہے غضب دیکھو گی میرے سینے پہ زانوئے شر جب

ترپے گا بھائی زانوئے جلاو کے تلے

معلوم ہو گا خنجر فولاد کے تلے

چھائی دے گی بوجھ سے قاتل کے اس قدر سینے کے تیر بیڑے سے ٹھٹھکے سر بسر
یہ سن کے قمر قرار مجھے سب کے دل دجگر منہ چٹکتی سوار ہوئی وہ نگو سیر

مہمانیاں پکاریں ہمیں ہول آتے ہیں

روحے ہوئے مدینے سے سادات جاتے ہیں

اتھا یہ شور عمل بانو سے ناگہاں میری سکیڑ جان ہے اسے بیہوش کہاں
عہاق اتر کے گھڑے ہے گھر کو ہوئے رواں کیا دیکھتے ہیں واں کہ قیامت کا ہے ماں

منرا چپ فراق سے بیہوش ہوتی ہے

تجا سکیڑ اس کے قریں بیٹھی روتی ہے

بڑھ کر کہا سکیڑ سے عہاق نے کہ واہ تم یاں بہن کے پاس ہو واں دمڑتے ہیں شاہ
کیا کہتی ہیں یہ پوچھ لو کوئی کرو نہ راہ منرا پکاری سہم کے میں کیا کہوں گی آہ

خود دم کھا کے تلے کو تشریف لائی ہیں

میں نے نہیں بلایا ہے یہ آپ آئی ہیں

عہاق بولے چاہتی ہیں تم سے یہ رضا بی بی کڑھو نہ اتھا ملائے گا پھر خدا
ماں ان کی بے قرار ہیں حضرت سے بھی سا بولی سدھاریں روکا ہے کس نے نہیں بچا

میرے مرض سے لقاں کو دوساں آتے ہیں
 کہیں ان کے چارے بچے مرے پاس آتے ہیں
 کہہ دیجیے گلے سے لگایا نہیں انہیں اپنے پکھونے پر بھی بٹھایا نہیں انہیں
 کچھ درد اپنے دل کا ستایا نہیں انہیں پوچھا بہت یہ میں نے بتایا نہیں انہیں
 روتی ہوں خود کسی کو میں رولانے کیوں گئی
 لے جائیں آپ ان کو میں ٹھہرانے کیوں گئی
 منزل میں دیر ہوگی میں کیا جانتی نہیں کیا آنکھ اپنے کنبے کی پہچانتی نہیں
 کس کس کی بے رخی مراد دل چھانتی نہیں اس اوپری دلا سے کو میں مانتی نہیں
 تم بھی مرے لیے نہیں تشریف لائے ہو
 اپنی سکینہ جان کے لینے کو آئے ہو
 بس اے دیر گرچہ ہے مضمون ناقص مجلس میں مجھ نامہ و ماتم ہیں خاص و عام
 کر یہ دعا خدا سے کہ اے خالق انام مشتاق کر بلا کی زیارت کا ہے غلام
 مجھ کو مٹانے کے لیے گردوں ہے تاک میں
 بندے کی خاک اڑ کے طے خاک پاک میں



کیا روئے چھپرُ نے نیا پائی ہے
فرقں کی بلا فرق یہ زیبائی ہے
ہر شئے سے مقدم ہے ہمیں اس کا ادب
قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے



آدم نے شرف خیرِ بشرُ سے پایا
رشتہ ایماں کا اس گھر سے پایا
وہ سچ عمرُ سے جہاں روشن ہے
مضوں یہ دل شمس و قمر سے پایا

سلام

دل تو یہ خانہ ہے تو ہر آہ علم ہے
 بھرائی دوق بدر ہے خود شید قلم ہے
 نے کافروں میں جان نہ تلوار میں دم ہے
 غل ہے یہ جواں جان عرب جسم نیم ہے
 خود شکل میں محبوب خدا میرا اُم ہے
 یہ صن میں یسٹ سے سوا عمر میں کم ہے
 گویا یہ دلیلی رو باریک عدم ہے
 انگشت سے کم سرو گلستان ارم ہے
 یہ عرش ہے یہ لوح یہ قدرت کا قلم ہے
 ابد کے مقابل کہاں محراب حرم ہے
 یہ لعل ہے وہ سنگ ہے یہ شہد وہ سم ہے
 وہ ہر کرم ہے تو یہ دریائے کرم ہے
 بس چار کتابوں کا خلاصہ یہ بیم ہے
 ہر وقت کمان فلک اس واسطے ٹم ہے
 قبضے میں اسی کے ملک الموت کا دم ہے
 قدرت کا کرشمہ رنگ و رینے میں بیم ہے
 اژدہ نفس و برق تک و صاعقہ دم ہے
 آہ دم و طاووس دم و شیر شیم ہے

سرد و علم ذرا کا بھرائی کو غم ہے
 وصف نیم مہیر میں روشن یہ رقم ہے
 زن میں ہے عجب دیدہ سے آمد اکبر
 مذاق سراپا لب انصاف سے سب ہیں
 بابا مانی ماں عجی جد اسم اللہ
 یہ عجب جواں ہے خضر کا برحق
 وصف دامن نگ میں بیٹی کی زباں لال
 قامت ہے وہ قامت کہ حضورؐ کے شرف سے
 دیکھو سر و پیشانی و ابد کا قرینہ
 حق اس کا ہے نقاش خلیل اُس کا ہے معمار
 کیا رحمہ یا قوت و شکر خوش لب سرخ
 خود و ذرہ و تن کی شاہد پہ کرد غور
 جو ہر نہیں چار آئینے میں ہے خط باریک
 حسرت ہے کہ یہ شیر قوی ہاتھ سے کھینچے
 خنجر دو زبان و مرداں ہے کمر میں
 عقاب ہے یہ مرکب کہ عقاب علی اکبر
 چھل بل ہے چلا وہ ہے تو ہم ہے تصور
 دریا اثر و شعلہ خواص و شرر آگیں

اس ریش کا سایہ ہے ہماست ہے بجلی سیماب پسینہ ہے ہوا گرہ قدم ہے
 خاقانِ خون ہوں میں دیر جگر انگار
 سہ ہے قلعہ مرا اور نظم درم ہے



آمد خزاں کی گلشن خیرالورا پہ ہے ۔

آمد خزاں کی گلشن خیرالورا پہ ہے کہت گلی بتول کی دوش فنا پہ ہے
دنگ ریاضِ ساقی کھڑا ہوا پہ ہے چھایا سحابِ غمِ دل آلِ عبا پہ ہے
تاراجی بہن سے بہت حال غیر ہے

مذ نظرِ حسین کو جنت کی سیر ہے
مرگ پر سے خانہ دل بے چراغ ہے سروِ حسن کے غم سے جگر داغ داغ ہے
وہاں الم سے بھائی کے راحت کا باغ ہے فرقت میں بھانجوں کی پریشاں داغ ہے
قلب میں روحِ جسم میں تاب و تواس نہیں

خاموش یوں کھڑے ہیں کہ گویا زباں نہیں
چہرہ ہے زرد آنکھوں میں نور و ضیا نہیں قابو میں آہ و دل نہیں اور دست و پا نہیں
ہوش و حواس و عقل و طبیعت بھانجیں سو گئی زبانِ تالو سے ہوتی جدا نہیں
چناب دل ہے سینے میں قہرائے جاتے ہیں

عالم یہ ضعف کا ہے غش آئے جاتے ہیں
دل بھی ہے چاک جیبِ قبا بھی پٹا ہوا جامہ بھی رخ بھی خونِ پیر سے بھرا ہو
دل سے خطاب کرتے ہیں رو کر یہ کیا ہو سب ہو گئے جدا نہ میرا سر جدا ہو
حسرت سے جب اٹھاتے ہیں رو کر نگاہ کو

خیمے کو دیکھتے ہیں کبھی قتل گاہ کو
کہتا ہے دل کبھی کہ چلو چاہِ حرم فل لو بہن سے قتل میں وقفہ بہت ہے کم
کہتا ہے کہہ ترپ کے اے سید ام اکبر کی لاش دیکھ لو پھر جہل کے ایک دم

ہر سست اضطراب سے گھوڑا بڑھاتے ہیں

مہل کو جاتے ہیں کبھی خیر کو جاتے ہیں

چٹائی جگر سے جو مضطر ہوئے امام روکی عثمان مرکب مضطر امام
منہ کر کے آسمان کی طرف ہیں کیا کلام دے میر میرے دل کو اب اسے رب خاص و عام

گلوے بدن ہو سر ہو قلم اور گھر چلے

پر داغ اقربا سے نہ میرا جگر چلے

یہ کہہ کے سوئے غیمہ چلے شاہ نامدار دروازے پر جو آئے پکارے یہ بار بار
اے رخت و سیکینہ و کلثوم بے دیار اے ہانو و رقیہ و گمراہ جگر نگار

ہم کھو کے سب کی رشت میں دولت کو آئے ہیں

بیادوں کے پاس جاتے ہیں رخصت کو آئے ہیں

میدان میں ایک ایک فدائی کو روچکے تر دیکھ کر لبو سے ترائی کو روچکے
بھائی کی اور بہن کی کمانی کو روچکے دن میں پسر کو نہر پہ بھائی کو روچکے

مل لو کہ ہم سے پھر نہ ملاقات ہوئے گی

اب فاطمہ حسین کے لاشے پہ روئے گی

اُس وقت اہل بیت میں اک حشر تھا چلا پہنچا نہ کان تک یہ کلام حق ہوا
لیکن سنی سکینہ نے یہ شاہ کی صدا شانہ ہلا کے ہاں کو پکاری وہ مدد لیا

پھر کر امام آئے ہیں ظہر خدا کرو

نماں چلو زیارت شاہ ہوا کرو

دوڑے یہ سن کے ہال بکھیرے ہوئے حرم دیکھا ہیں راہوار پہ زخمی حق اُم
زخموں سے خون بہتا ہے پشت و کمر ہے خم شدت سے تنگی کی سانا نہیں ہے دم

ہر سو نگاہ پاس کبھی شلہ کرتے ہیں

ہاتھوں سے دل پکڑ کے کبھی آہ کرتے ہیں

نصرت نے رو کے پوچھا کہ یاد رکھاں گئے مہاجر و قاسم و علی اکبر کہاں گئے
مسلم کے لالہ، ضعیف حیدر کہاں گئے میرے پسر، جنتی کے دلبر کہاں گئے
کوئی نہیں رکابِ حبیب دیں پناہ میں
رو کر کہا کہ سوتے ہیں سب قتل گاہ میں

ہمشیر، سب تارے مددگار مر گئے بھائی، بیٹھے، بھاگے، انصار مر گئے
شانے کٹاکے بھائی علمدار مر گئے اکبر بھی کھاکے نیزہ خونخوار مر گئے
دخست وہ جلد فاطمہ کے نور عین کو
نیز مرگ اب نہیں کوئی چارہ حسین کو

بولی تڑپ تڑپ کے وہ آفت کی جلا راہ خدا میں مر گئے سب خویش و اقربا
پردیس میں جو آپ بھی ہم سے ہوئے جدا وارث ہمارا کون ہے پھر شاہِ دوسرا
بعد آپ کے جو ہم کو شکر ستائیں گے
یہ ننھے ننھے بچے کہاں لے کے جائیں گے

دورانِ غیمہ گاہ میں آئیں گے اشتیاقِ غیمے جلا کے لوٹیں گے ہم کو۔ یہ بے حیا
برباد ہوگی حرمِ ناموسِ مصطفیٰ لکھ مان لیں یہ گزارشِ حبیبِ ہدا
حالت ہے غیر غم سے ہر اک دل ملول کی
پہنچا دیں سب کو قبر پہ نانا رسول کی

بولے یہ کانپ کانپ کے مظلوم کر بلا میں ہوں امام کون و مکاں حجت خدا
اس تہلکہ میں آپ سے ہوتا نہ جلا پر کیا کروں کہ نانا کی امت نے کی دعا
مہماں بلا کے لوٹ لیا قتل کرتے ہیں
اللہ جانتا ہے فریجی سے مرتے ہیں

کیونکر نہ دُغم حیر و سناں کھاؤں کیا کروں ان سے بچا کے جان کہاں جاؤں کیا کروں
ستتا نہیں کوئی کسے سمجھاؤں کیا کروں ہر دہ میں فوج کہاں پاؤں کیا کروں

اتھار ان سے زور امامت کا کیا کروں

نست ہے نا جان کی کیا ہڈا کروں

یہ سن کے درد ہوگئی وہ غم کی جلا اس درجہ بھنی سر کہ کلچر اٹ گیا
چلائی رو کے اے پر شاہ لافا مقبول کھریا ہے دُعا آپ کی سدا
نقریں نہ ان کو اے خلف مرتضا کرو

رفع بلا کے واسطے حق سے دعا کرو

سننے ہی یہ ترپ گئے سلطان کر بلا رو کر کہا کہ آنجی ہمیشہ اب بلا
ہنگام یہ دعا کا نہیں کیا کروں دعا اب اختیار کیجیے تسلیم اور رضا
مکن نہیں زوال بلا اب دعا کے ساتھ
بہتر ہے جھیل لیجئے صبر و رضا کے ساتھ

غش خاک پر یہ سن کے ہوئی بنت مرتضا اہل حرم میں شور قیامت ہوا بپا
رخصت حرم سے ہونے لگے شاہ دوسرا ایک ایک کو گلے سے لگایا جدا جدا
بھر بھر کے گرد اہل حرم جان کھوتے تھے
پھٹائے ش گلے سے سکیڑے کو روتے تھے

وہ کہتی تھی کہ شاہ حسین نہ جائیے صد چاک غم سے ہے مرا سینہ نہ جائیے
البت کا یہ نہیں ہے قرینہ نہ جائیے مرجائے گی ترپ کے سکیڑے نہ جائیے
فرماتے ہیں امام کرد صبر پاپ کو
بی بی کرد جاک نہ رو رو کے آپ کو

تسکین دے چکے جو سکیڑے کو یوں امام چاہا بدحائیکہ دن کی طرف رخصت چیز کام
خاموش تھی کھڑی ہوئی ہانوائے تھنہ کام دیکھا جو اس نے دن کو چلے سینہ انام
دوڑی سوئے حسین جب اضطراب سے
آخر پٹ گئی تھ دیں کی رکاب سے

روکر کہا کہ اے پھر شاہ لافا کبیر حضور کا تو ہے سب آل مصطفیٰ
امت ضرور پاس کرے گی رسول کا اک غیر میں ہوں چھینے کی پہلے مری روا
دن میں ابھی نہ واسطے حیدر کے جانیے
تقدیر میرے پردے کی کچھ کر کے جانیے

رضعت میں عذر کچھ نہیں پر ہے یہ اضطراب ناسوس سید الشہدا ہوں میں دل کہاں
گراں ہوئی اسیر میں اے اکن یو تراب حضرت کا نام میرا بڑھاپا ہوا خراب
آگے ہوئی جو قید تو یہ آمد نہ تھی
شہزادی تھی عجم کی علی کی بہو نہ تھی

اکثر کہاں جو میری حمایت کو آئیں گے قاسم نہیں جو لوطی کی چادر بچائیں گے
مہاں ہیں کہاں جو دہن لے کے جائیں گے سب مر گئے حد کو کسے ہم جلائیں گے
کوئی بھی نیکی میں مرا دیکھ کر ہے
دین امیناً مریض ہے ہاتھ صغیر ہے

یہ سن کے آبدیدہ ہوئے شاہ کربلا ہانوائے بے قرار سے کبھا کے پھر کہا
بہتر جی ہے تم کو رہو راضی رضا نصرت خدا کی سمجھو مگر آئے کوئی بلا
دل سے دعائیں کرتا تھا اس دن کے واسطے

دنیا تو قید خانہ ہے مومن کے واسطے ۔

طوق گراں ہے گردن تار کے لیے قید دن ہے عزت اطمہار کے لیے
ڈرہ ہے پشت نہت ناچار کے لیے سکی ہے میری بیٹی کے دشوار کے لیے
چوب حتم بنی ہے مرے لب کے واسطے

دربار ہے یزید کا نہت کے واسطے

جس دم گرے گا خاک پہ زہرا کا یادگار آئے گا درد پہ خیمہ کے ہانو یہ راہوار
اس با وفا کی پشت پہ تم ہو جیو سوار فرما گئے جہاں کو ہیں محبوب کردگار

اُس دشت کی طرف یہ حصیں لے کے جائے گا

فصلِ خدا سے فرق نہ پروے میں آئے گا

اُس نے کہا بجا ہے ہر دیں کا یہ عیاں حق نے کیا ہے آپ کو سرتاجِ صادقان

لیکن مجھے قرار ہو تب اے ہرِ زماں وعدہ کرے جواہری زباں سے یہ بے زباں

لئے نہ دے پکا سپِ رسولِ خدا مجھے

لے جائے گا خیام سے یہ بادِ باقِ مجھے

یوں رخصتِ بادِ باق سے مخاطب ہوئے امامِ اداں بے زباں زباں سے ہو تو بھی تو ہمسکام

کہنے لگا زبانِ فصاحت سے خوشِ خرام کہتے ہیں جو امام بجا لائے گا نظام

ہرگز نہ خوف کیجیے بلوائے شام سے

لے جاؤں گا حضور کو میں اس مقام سے

تم صلبِ براق کی کہلاتی ہو بہو تم ہو جیمِ راسِ دُلاں کی آمد

واللہ مجھ پہ شاق ہے یہ اے بختِ خو سرِ نیلے شہرِ شہرِ پھرائیں حصیں عدد

کافی ہے اک اشارۂ سلطانِ دیں مجھے

اس کام میں تو جان بھی پیاری نہیں مجھے

پہلے ہو گئی وہ سن کے یہ حکمِ ہرِ ہدا نکاد شورِ لشکرِ سفاک سے اٹھا

تھا ہیں اب حسین نہ یاد نہ اقربا خیمے کو بڑھ کے لوٹ لو اور دیکھتے ہو کیا

چینیو ردا بہن کی بردار کے سامنے

سرِ کاٹ لو حسین کا خواہر کے سامنے

یہ سن کے غیلِ آسمانِ سرخ ہو گیا بیٹےِ سنبل کے دین پہ مظلوم کر دیا

بے ساختہ یہ آلِ عبیر کو دی صدا لو الوداع اے حرمِ شیرِ کبریا

دشت سے بولے ظلم بہت ہونے والے ہیں

لو اب مری سکینہ تمہارے حوالے ہیں

تھا، یہ کہہ کے ہاتھ میں تسمہ لہام کا بھراور تھا چلن فرس چیز گام کا
دیکھا قدم قدم پہ جو عالم خرام کا ٹھہرا نہ رنگ پھر فلکب نخل قام کا
وہ ایک گام ساتھ ہوا چل کے رو گئی

بجلی بھی وقت گرم روی جل کے رو گئی

صورت میں حور، خو، میں ملک ناز میں بری ہنگام سیر عرش براق عیسری
وقت جہاد چلنے میں ہمشیر حیدری جوت میں طبع طبع میں قہر دلاوری
رنگ بہار گل یہ گل نو بہار تھا

یو کی طرح دماغ ہوا پر سوار تھا

مثل عروس تازہ سراپا سجا ہوا پھولوں میں گل کی طرح سے تھا وہ بسا ہوا
طیش و غضب میں آہنگ بگولا بنا ہوا سرعت میں وہ نسیم سے کوسوں بڑھا ہوا
پیشکش کے چاند مہر سے ضو میں لڑے ہوئے

نظروں کے بدلے چار مہ نو بڑے ہوئے

توسن کی یہ ٹانہ سنی ہوگی آج تک طیفنم کی بو غزال کی خورق کی چمک
سیاروں کی روانگی اور شعلہ کی چمک دریا کا غل گھٹا کی طرح رعد کی گڑگڑ
روز ازل جو رہا یہ مجموعہ پا گیا

بھر روح بن کے حکم الہی سا گیا

جاتے تھے ہادپا کو اڑائے ہوئے امام بڑھ بڑھ کے چوتھی تھی غفر قبضہ حسام
صف صف تھا قل یہ آئے وہ آئے شام بھاگو کر سرخ خیت سے ہے روئے لالہ قام
قبضہ پہ ہاتھ ہے اسد حق کے شیر کا

ڈورا کھلا ہوا ہے حسام دلیر کا

آہ ہے بوستان اجل میں بہار کی گنگھیں قضا ہے باپچہ روگاز کی
لنگر میں بندہ رہی ہے ہوا ذوالفقار کی اک ضرب میں اجل ہے برابر ہزار کی

فوج ستم سے شہ کی سواری قریب ہے
فصل خزاں سے فصل بہاری قریب ہے

دیکھا جلال میں جو بگل مصطفیٰ کا رنگ اڑنے لگا زمانے کی آب و ہوا کی رنگ
ہستی کے بوستان میں چھایا فنا کا رنگ ہے چہرہ حیات سے عیدا فضا کا رنگ
دریائے قہر سہل سمیر ہے جوش پر

طوفان کا شور ہے فلک ٹیل پوش پر

صحرا د کوہ و شہر و پہاڑ لرزتے ہیں محراب و بام و کعبہ و ایوان لرزتے ہیں
ہٹتے ہیں تخت قیصر و خاقان لرزتے ہیں انسان کیا تمام بنی جاں لرزتے ہیں
خونِ عدو سے تازہ شفق آج پھولے گی
جھولے میں ڈولے کے زمیں دن کی جھولے گی

شیروں کا زہرہ آب، ولیروں کا رنگ زرد مچھلی کا دل کہاب ہے بجلی کا جسم سرد
گاؤں میں کورعش ہے تاروں کے سر میں درد برہم تمام دہر عالم ہے فرد فرد
وہ شئے ہے کون سی جو نہ ہو اضطراب میں
سب نقطہ ساں ہیں دائرۂ انقلاب میں

آیا جو دن میں ضیغم خرقام کبریا روکی عنان مرکب سلطان انبیا
پھر ہر ایک سوچ کو روئے پُرضیا فرمایا اس طرح سے کہ اے قوم اشتیا
بس بس نہ دل دکھاؤ بہت دل ملول کا
وارث ہوں زور و جفجی وھی رسول کا

جس نے قر کو شق کیا اس کا قہر ہوں میں دو بر لا ذوال کا نور نظر وں میں
دو بدر ہا کمال کا لُحجہ جگر ہوں میں دو حتم با شرف کا خیائے پھر ہوں میں
یا قوت کو شادۂ عرش جلیل ہوں
در یتیم ، درج ذبح خلیل ہوں

نگلی ہے جب حسام ہماری نیام سے اک اک مجھے ملا لگے اپنے مقام سے
ہے درد روئے مہر اسی لالہ قام سے مرغ کا پتہ ہے سدا اس کے نام سے
قبضہ کیے ہوئے ہے یہی فرق و شرق پر
گرتی ہے مثل برق یہ کافر کے فرق پر

دیکھو کچھ لا خوب کہ کس کے خلف ہیں ہم جس کے صدف نہیں ہیں وہ در شرف ہیں ہم
زہرا کے لالہ، گوہر شاہ نجف ہیں ہم امت کی مغفرت کے لیے سر بکف ہیں ہم
حاکم کا خوف تم کو ہے خوف خدا نہیں
دیکھو ہمارا خون بہانا روا نہیں

مشہور ہے شہادت یحییٰ کا ماجرا اک ان کے خون پہنے سے کس کس کا غول بہا
لیکن ہمارا خون تو ہے خون مصطفیٰ مگر یہ گرا زمیں پہ قیامت ہوئی بچا
مال و متاع کچھ بھی نہیں ہاتھ آئے گا
اک اک کی جان جائے گی ایمان جائے گا

اس کے سوا یہود و نصارا کہیں کے سب امت نے مصطفیٰ کی یہ کیا کیا غضب
اپنے رسول زاوے کا سر کاٹا ہے سبب اس دم جواب میں نہ نکلیں گے تمہارے لب
تم ہم سے پھر کے دھوئی اسلام کرتے ہو
کیوں امت رسول کو بدنام کرتے ہو

تو اب بھی باز آؤ نہ جیو جفا کرو مہماں کے قتل کرنے سے شرم و حیا کرو
خوف خدا، لحاظ رسول خدا کرو دنیا کے واسطے نہ مرا سر بخدا کرو
نیکس ہوں بے دیار ہوں یارو پناہ دو
ترک و جہش کو پاں سے چلا جاؤں راہ دو

تو اب نہ روج فاطمہ کو غلہ میں دلاؤ - سیدہؑ پہ بے وطن پہ، مسافر پہ رحم کھاؤ
تھوڑا مجھے ستایا ہے بس بس نہ اب ستاؤ پیاسا ہوں یارو پیاسا ہوں پانی مجھے پلاؤ

گلشنِ قلم کیا مرے نانا رسول کا

کانو نہ اب چھری سے کلیجہ بتول کا

ظفر کا خاتمہ ہوا ہم رو کے رو گئے دولتِ حسن کی ہاتھوں سے ہم کھوکے رو گئے

بٹوں کے غم میں اٹھوں سے منہ دھو کے رو گئے سب قافلے سے آج جدا ہو کے رو گئے

سکتے میں اہل بیت ہیں خوف و ہراس سے

مرتے ہیں نئے نئے مرے بچے پیاس سے

بولے عدد کر جاہ و جلال دکھا چکے کیوں اے حسین زورِ شجاعت دکھا چکے

تبیحِ علی کی برش و ضربت دکھا چکے بس بس بہت زباں کی طلاق دکھا چکے

وہ باتیں اب ہیں یا تو شہادتِ کرد قبول

اور یا امیرِ شام کی بیعتِ کرد قبول

یہ سن کے تھک امدے اقدس میں مل پڑا نیچرِ مہمانِ قہر سیبِ اہل پڑا

جلادِ چرخِ نرجِ مہیاں سے نکل پڑا یا ناریں پہ آگ کا دریا اہل پڑا

غل تھا عجیبِ تنبیح دوسر کے جلال ہیں

بے آسماں کے آج عیاں وہ جلال ہیں

برسی جو تھی اور ہی ساماں دکھادیا چکا سروں کا قصرِ بدن سے لگادیا

جلِ قتلِ لہو سے بھروپے دریا بھادیا سیلابِ غم نے موسمِ باراں بھلا دیا

دن میں کبھی گرمی کبھی برسی فرات پر

آتی تھی جھوم جھوم کے کشتِ حیات پر

مغفر پہ جب گرمی سرِ کفار کھا گئی تقدیر کے کھمبے کو جہیں سے مٹا گئی

ہوے میں آنکھ بہرِ تماشا دکھا گئی دریا تھی اور کوزے کے اندر سا گئی

جب تک نہ یہ ملی تھی گلے کو لگا رہا

جب یہ گلے ملی نہ لگا نہ لگا رہا

آئی کڑک کے جب صبح کفار گر پڑی اک غل اٹھا وہ پہل سے دیوار گر پڑی
شاد سے ہاتھ ہاتھ سے تلوار گر پڑی گردوں سے فرق فرق سے دستار گر پڑی
دل پارہ پارہ ہو کے تو کٹ کر جگر گرا

آنسو کی طرح آنکھوں سے نور نظر گرا
ماہی کے سر پہ گاہ سر آہاں پہ تھی گاہ زمیں کی شاخ پہ گہر کھکشاں پہ تھی
کہہ ابو رعد پر کہے برق تپاں پہ تھی دوش ہوا پہ تھی کہے آب رواں پہ تھی
شعلہ قلن تھی کہہ کرۂ زمہر یہ ہے
مہر منیر ہے بھی بدو منیر ہے

کیا کیا ہنر یہ تیغ و دیکر نہ رکھتی تھی قالب میں روح جسم پہ یہ سر نہ رکھتی تھی
عطا کی طرح پاؤں زمیں پر نہ رکھتی تھی پر لعل حق سمجھے کہ یہ پر نہ رکھتی تھی
چار آئینہ بدن پہ برابر پھیلے تھے
لوہے کی یہ کڑی تھی کہ جگر پھیلے تھے

اس لیلیٰ ظفر کی اداؤں کا تھا یہ حال مجھوں وہ بن گیا جسے دکھلا دیا جمال
کیا ہاد تھا کہل کے گلے سے کیا حلال شیریں ادا پہ فحش ہوئے لسی چلی وہ چال
دشہ عدم کو زر کے حقن سے ہرن گئے
مجھوں کی طرح شیر بھی دیوانہ بن گئے

آئی کڑک کے مہدِ مغر گرا گئی دستاں ہاتھوں سے وہ برابر گرا گئی
چار آئینہ کے کاب کے جوہر گرا گئی پندروے ازا کے جسم کے بکتر گرا گئی
جب تک کھلا نہ قلندہ جوشن کھڑی رہی
کڑیاں زردہ کی نرم ہوئیں یہ کڑی رہی

سرپاش تھی زمین کا پر آہاں نہ تھی روشن تھی آہاں پہ ولے کھکشاں نہ تھی
دریا میں تھی رواں مگر آب رواں نہ تھی چکی ہر ایک سمت پہ برق تپاں نہ تھی

اُن سے ملی یہ جن سے کبھی آشنا نہ تھی

چلتی تھی غرب و شرق پہ یمن ہوا نہ تھی

مستوق دل نواز تھی وہ بے وفا نہ تھی سرخ تھا اکسار سے وہ کج ادا نہ تھی

قہر خدا تھی اور کوئی وہ بلا نہ تھی شمشیر عدل و داد تھی جور و جفا نہ تھی

قہروں سے اس کے موت شکنوں میں رہتی تھی

ناخن نہ تھے پہ شیروں کے بچوں میں رہتی تھی

اس کی ہوا نسیم بہن سے جو لوگی برقی خزاں بہار گلستاں پہ پڑ گئی

رنگت گلوں کی منجوں کی صورت بگڑ گئی ہو کر تجل پلندی شمشاد غڑ گئی

آگھوں میں عندلیب کے گل خار ہو گیا

اور سرد قمر یوں کے لیے وار ہو گیا

ودیا پہ قہر سے جو یہ سیلی فنا گئی پھلی ترپ کے ہاب تحت المرا گئی

نہہ کشتی ٹھک بھی سلاطین میں آگئی تڑپی وہ اس قدر کہ صدف قہر قہرا گئی

ودیا پہ آب تنج کا یہ خوف چھا گیا

سوئی کی آب بن کے صدف میں سا گیا

برسا رہی تھی خون کا میز یوں وہ لالہ فام جو یک یک ہوا ہوئی دن سے سپاہ شام

تک اپنا کبھے ان کا تعجب شہ انام سایہ میں اک درخت کے پھر کر کیا قیام

گو قہر سے تھی ش کی کرچی بڑھی ہوئی

پر تنج تھی کھینچی ہوئی تیوری چڑھی ہوئی

رکنا تھا تنج کا کہ سٹ آئی پھر سپاہ آمادہ جدال پھرے سب وہ روسیاء

وہی طرف کو آکے ہوئے حملہ در جو شاہ اک دم میں کبروؤں کو پتائی عدم کی راہ

شعلہ فضاں تھی منج وہ بیکر سپاہ میں

یا برق کوہ قتی تھی وہ ہر سپاہ میں

اونچی ہوئی تو نوک سناں لے کے اڑ گئی کیسی سناں یہ داغ کماں لے کے اڑ گئی
 سونار کے لبوں کا نکلاں لے کے اڑ گئی خنجر جو منہ چڑھا تو زباں لے کے اڑ گئی
 جس جتھ پر بصورت جمیل یہ پھر گئی
 رنگ اس کا مثل رنگ اڑا ہاڑھ کر گئی

لائے نہ تاب جنگ ملکر ہوئے فرار آکر وہیں کھڑے ہوئے پھر شاہ نامدار
 کیا ہے حیا تھی فوج یزید ستم شعار مہلت ملی تو جمع ہوئے پھر وہ نابکار
 صف صف بڑھے وہ جتھ و سناں تولتے ہوئے
 حضرت چلے ادھر سے نہیں رولتے ہوئے

آیا نظر جو دن میں جھوم سپاہ شام اٹھی برائے جائزہ جتھی نظر تمام
 بے مثل پہلوں نظری ہو گئے تمام چہروں سے خدو خال مٹے دفتروں سے نام
 زہرہ زہر چاؤے تھے برام رسالے تھے
 بس یک قلم پروں کے پرے کاٹ ڈالے تھے

جس صف پہ آئی پہلے حراول قلم کیے جو خیرہ سر تھے ان کے سراول قلم کیے
 حیروں کے دستے یزیدوں کے جنگل قلم کیے ذحالوں کے پھول برہمیوں کے پھل قلم کیے
 چار آئینوں میں گیس کی صورت سام گئی
 تیری بدن میں چار عناصر کو کھا گئی

جتھ دو دم کے سایہ میں تھی برق کی سرشت جل جل کے خاک ہو گئی عمر عدو کی کشت
 عاجز ہوئی جو ضرب سے اس کی سپاہ زشت بھاگی ستر کوہ پشت کیے جانب بہشت
 میدان سے پھر فرار جو چھوٹے بڑے ہوئے
 پھر کر اسی شجر کے تلے ش کھڑے ہوئے

سر لشہادتیں میں آگے ہے یوں کھسا اک نامہ آسمان سے آیا بعد ضیا
 اور ہاتھ پر حسین کے رونق فزا ہوا کھولا تو اپنے قتل کا مصرع نظر پڑا

واضح ہوا یہ شاہ پہ ٹہن اسطور سے
 لکھا ہے بخت نامہ پہ کچھ خط نور سے
 کیا دیکھتے ہیں نامہ انٹ کر وہ ام مضمون نو یہ خلد قدرت سے ہے رقم
 شیر اپنے عزم شرف کی ہمیں قسم زہرا سے بھی زیادہ تجھے چاہتے ہیں ہم
 یہ مہر ہے تمہاری یہ مہر تمہارا ہے
 اب شوق زیت ہے کہ شہادت گوارا ہے
 راہ خدا میں آج اگر سر نہ دیجیے تو چاک اپنے خون کا مہر یہ کیجیے
 راضی ہے حق کہ ہم شہادت نہ دیں جسے نصرت میں بھیجتا ہوں کلک مجھ سے لیجیے
 حاصل ہو حج اور قصص رنج و الم نہ ہو
 رجب جو ہے تمہارا وہ اک ذرہ کم نہ ہو
 مردہ کی جو دل میں تمہارے انگ ہے پھر کس لیے یہ غیظ ہے یہ طرز جنگ ہے
 شیر آج تجھ زنی کا وہ رنگ ہے فوج یزد کیا ہے کہ دل سب کا رنگ ہے
 بس لڑ چکے نیام میں صمام کیجیے
 اب آئے بہشت میں آرام کیجیے
 قرآن کے یہ پڑھتے ہی مظلوم کرلا وجہ کر کے نامہ ہوا میں اڑا دیا
 بے ساختہ نیام میں کی تجھ مرتضا پھر ہیں زبان حال سے کی رو کے التجا
 بندوں کا پردہ ہوش خدائے علیل ہے
 امیدوار حق یہ مہر ذلیل ہے
 شای کی اب ہوں ہے نہ لکھ کر اشتیاق مفرا کا اشتیاق نہ اب گھر کا اشتیاق
 بس ہے تو وصل خان اکبر کا اشتیاق بچپن سے اس گھر کو ہے بھر کا اشتیاق
 تیرا مطلع ہو کے نہ سر کو فدا کروں
 مہر پہ مہر کر کے نہ وعدہ وفا کروں

صدیق ماں ہے صادق الاقرار ہے حسین مرنے پہ جان دینے پہ تیار ہے حسین
اک تھج کھینچنے کا گتھکار ہے حسین نادم ہوا کرم کا سزاوار ہے حسین
جو جو ستم کریں یہ شکر اٹھاؤں گا
عراق تھج میں سر طاعت جھکاؤں گا

جو ظلم آج مجھ پہ ہوئے اچھا نہیں ٹھکڑے سے پہ زبان مری آشنا نہیں
چٹا جوان مر گیا ماتم کیا نہیں بھائی کے شانے کٹ گئے پہ کچھ کہا نہیں
ہاتھوں پہ خون اسڑ بے شیر بہ گیا
میں صبر کر کے رہ گیا وہ مر کے رہ گیا

بجکل میں یوستان رسالت لٹا چکا بھائی کی اور باپ کی دولت لٹا چکا
پنہی حرم کی اپنی بضاعت لٹا چکا سب کچھ برائے بخشش امت لٹا چکا
باقی کوئی شہیدوں کے دفتر میں اب نہیں
جز علو مریض کوئی گھر میں اب نہیں

یوں تھجی تھے حق سے امام ظلم و ظور جو آئی چار سمت سے بھر فوج بدمعاش
دیکھا کہ ہے نیام میں حیدر کی ذوالفقار جرأت ہوئی ہر ایک کو بلا کر لگائے دار
یاد خدا میں شاہ نے سب کو بھلا دیا
جب دلم کھایا شکر کیا، مسکرا دیا

مارا کسی نے گرز جو سر پہ کہا کہ شکر دل پہ لگا جو نیزہ تو نہیں کر کہا کہ شکر
گزرے جو تیر چنے سے باہر کہا کہ شکر جنھیں جو قلعیں منہ کے برابر کہا کہ شکر
سنہلا گیا نہ خاتہ زین پہ امام سے
غش کما کے گر پڑے فرس تیز کام سے

گر کر دہیں پہ گھوڑے سے کہنے لگے امام دھبہ ستم میں اب نہیں بہتر حیرا قیام
ہاں ذوالجناح جا سونے ناموس نقشہ کام ہوئی کے شکر ترے اہل حرم تمام

بس آخری اب ایک یہ خدمت ہماری ہے
 جا کر خبر یہ کر کہ شہادت ہماری ہے
 یہ سن کے سوئے خیمہ چلا اسپ بادشاہ
 اس شور سے لرز گئے ناموس مصطفیٰ
 اک اک سے پچھتی تھی تو اسی رسول کی
 باقی ہے یا اُبڑ گئی ہستی بھول کی
 دوزی یہ کہہ کے دن کی طرف وہ اسیر غم
 آواز دو کہاں ہو کہاں ہو ہو ام
 بھائی بھائی بھائی بھائی بھائی بھائی
 آئے کہاں بھول کی جانی بھائی بھائی
 اے مصطفیٰ کی گود کے پالے کہاں ہے تو
 اے فاطمہ کی گود کے پالے کہاں ہے تو
 اکبر کے پاس یا علی اصغر کے پاس ہو
 یا نہر حلقہ پہ برادر کے پاس ہو
 اے آل مصطفیٰ کے سہارے جواب دے
 اے عرش کبریا کے ستارے جواب دے
 آواز دو بہن کو برادر کدھر گئے
 جیتے ہو بھائی جان کر جی سے گزر گئے
 بھائی کو یوں پکارتی جاتی تھی وہ حزیں
 اور ساتھ ساتھ تھے حرم شاہ مرطیں
 سینہ پہ شہ کے مہر شکر سوار ہے
 مخلوق سے ملی ہوئی بھڑکی دھار ہے

قرا گئی یہ دیکھ کے وہ غم کی جھکا منہ پیٹ کر یہ ہر شکر کو دی صدا
جس کے یہ قتل کی ہے تجھے لگ بے حیا یہ پارہ جگر ہے علی و بتول کا
للہ رحم کر کہ کئی دن کا پیاسا ہے

پیاسا ہے اور تیرے نمی کا نواسا ہے

اے شرم کیا تجھے نہیں خوف اللہ ہے سید ہے بے دیار ہے اور بے گناہ ہے
ہم یکسوں کا بس بھی پشت دہناہ ہے بعد اس کے خاندان نبوت تہاہ ہے
ظالم قلم نہ کر یہ دیکھ کر کا گھا
بھائی کے بدلے کاٹ لے ہشیر کا گھا

منظور یہ نہ ہو جو تجھے اے ستم شعار مہلت دے اتنی شرم ہمیں بہر کردگار
صدتے ہیں گرد بھائی کے ہلکے کر میں سات پار ہو، سو گھٹوں اور چوسں گلے کو میں دلفگار
دل سے لگاؤں بادلوں کر بھائی کو
جی بھر کے پیار کروں میں مظلوم بھائی کو

بے سایہ دھوپ میں ہے جگر بڑھ معطفا اے شرم گر کہے تو کروں سایہ روا
مہلت دے کہو کہ ہے دم آخر حسین کا کچھ باتیں کر لے بھائی سے یہ غم کی جھکا
بھائی بچن میں حرف دکھایات ہوئے گی
چھڑی جو آب تو پھر نہ ملاقات ہوئے گی

اے شرم شرم کر تو رسولِ اہام سے خیر ابھی اٹھا لے گلوئے اہام سے
سجاد کو جلاؤں ذرا میں خلیام سے کچھ بات کر لے یہ پھر نقشہ کام سے
دے حسین علیہ نیار دیکھ لے
بچنے کو باپ باپ کو دلدار دیکھ لے

کہنے کو کیا نہ نہت مغموم نے کہا یہ نرم کچھ ہوا نہ دل شرم بے حیا
ناچار ہو گئی جو وہ آفت کی جھکا مڑ کر سوتے ہیچ یہ ڈہرا کو دی صدا

کیا ماں آپ قبر میں سوتی ہیں جہن سے
آؤ یہاں بھڑکتی ہے ندبِ حسین سے

صدقے ہو بنی آپ کے اے ماں جلد آؤ دشتِ نجف سے شاہِ نجف کو بھی ساتھ لاؤ
بھائی کو میرے تیغِ جفا کا ر سے بھاؤ کچھ دیر قتل میں نہیں عرصہ نہ اب لگاؤ
دم ہے لبوں پہ اور ہے گردنِ وحلی ہوئی
تیغِ جفا ہے خشک گلے سے لی ہوئی

یہ کہہ کے دل جو فرطِ قلق سے اُٹ گیا سرِ بچی اس قدر کہ قیامت ہوئی چا
غش میں سنی جو شاہ نے ہمیشہ کی صدا کھولی جو آنکھ دیکھا غضب کا ہے ماجرا
سینہ پہ شمر بیٹھا ہے شجر لیے ہوئے
ندبِ کفری ہے چاک گرہاں کیے ہوئے

تغیر کو تھی حالتِ مظلوم کر بلا غیرت سے بند بند مگر تھر تھرا گیا
رو کر کہا کہ اے بھر اشرفِ انسا بھائی کے بیٹے جی یہ بہن تم نے کیا کیا
سر نیچے آئیں تم پہ تابکار میں
ماں کا چلن بھلا دیا بھائی کے پیار میں

وہ بولی صدقے ہاؤں نہیں کچھ مری خطا جب او قتلِ حسین کی میں نے سنی صدا
بے اختیار ہو کے میں نکلی برہنہ پا فرمایا ش نے خیر جو ہونا تھا سو ہوا
مصروف اب حسین ہے یادِ الہ میں
جاؤ تمہارے سر کی قسم خیرہ گاہ میں

یہ سن کے سوئے خیرہ وہ خطرِ رواں ہوئی یاں حلقی ش پہ تیغِ شکر رواں ہوئی
اور سوئے کوہِ بانوئے سروژ رواں ہوئی مگر لوٹنے کو فوجِ برابر رواں ہوئی
بس اے دیرِ تاب نہیں اب قلم میں ہے
بلوائے عام خیرہ شاہِ اُحم میں ہے



یوں دانے بھی آسیا میں کم پتے ہیں
سب اہل زمین جیسے بہم پتے ہیں
اک سنگ لٹک رہا ہے سنگ زمین
دانوں کی طرح سچ میں ہم پتے ہیں



دنیا کا عجب کارخانہ دیکھا
کس کس کا نہ پاں ہم نے زمانہ دیکھا
برسوں رہا جن کے سر پہ ہتر زریں
قربت پہ نہ ان کی شامیانہ دیکھا

سلام

نہر کی ہے سوگوار ماہ حیدر چاندنی
بھری فرشِ نجف سے کب ہو ہمسر چاندنی
اے فلک اندمیر ہے عابد کا زماں بے چراغ
تا کمال چارہ مصوم روشن سب پہ ہو
حلقہ نورانی فردوس کے مشتاق تھے
شمر نے چاہا کہ حضرت سے جدا عباس ہوں
جب سفیدیِ روضہ فیض میں ہونے لگی
مال و زر کا کیا بھروسا چاہیے فکرِ کمال
ابوے ماہِ بنی ہاشم سے روشن تھا جہاں
بارہا لکھا ہے شب کو خُشن رخسارِ حسین
خاکساروں کا ہر اک دھن سے مان پاک ہے
مہدی دیں ہیں نہاں فیضِ ہدایت ہے عیاں
اے خوش طالع کہ ہے نامِ حسن سے ہم عدد
ہستہ بے شیر کی تربت پہ رکنا چاہیے
ہند مختار ہیں نورِ خدا کے آسمان

اک مہِ دارغِ مزا میں کتنے جلوے ہیں دیر

قبر پہ باہر چراغاں اور اندر چاندنی

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے رستم کا جگر زبر کفن کانپ رہا ہے
ہر قعر سلاطین رن کانپ رہا ہے سب ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
ششیر بکف دیکھ کے حیدر کے پیر کو
جبریل لرزتے ہیں سیٹھے ہوئے ہر کو

صیبت سے ہیں نہ قلعہ الملاک کے در بند حماد ملک بھی نظر آتا ہے نظر بند
وا ہے کبر چرخ سے جزا کا کر بند سیارے ہیں غلطاں صلیب طائر پر بند
انکھب عطارد سے قلم چھوٹ پڑا ہے
خوشید کے پنچے سے علم چھوٹ پڑا ہے

خود قتلہ و شر پڑا رہے ہیں فاتحہ غیر کہتے ہیں انا العبد لرز کر منم دیہ
جاں غیر ہے تن غیر کہیں غیر مکاں غیر نے چرخ کا ہے دور نہ سیاروں کی ہے سر
کہتے میں ملک خوف سے مانند زمیں ہے
جز بخت یزید اب کوئی گردش میں نہیں ہے

بیہوش ہے بکلی، پہ سندان کا ہے ہشیار خوابیدہ ہیں سب طالع عباں ہے بیدار
پیشیدہ ہے خوشیوں، علم ان کا نمودار بے نور ہے منہ چاند کا رخ انکا ضیا بار
سب جزو ہیں کل رتبے میں کہلاتے ہیں عباں
کونین پیادہ ہیں، سوار آتے ہیں عباں

نراحت کے غلوں کو بلا پوچھ رہی ہے ہستی کے مکاں کو فنا پوچھ رہی ہے
سے عمر اپنی قضا پوچھ رہی ہے روزخ کا پہ فوج جنا پوچھ رہی ہے

لفظت کا قول چمک پڑا خوف سے مل کر

مجھے نے کیا خواب گلے کفر سے مل کر

روح ہے اس اک تن کا نہ بہن نہ جمن سُرابِ نریمان و پشن، بے سرو بے تن

قافوں کی طرح تخت زمیں فرق ہے قارن ہر عاشق دنیا کو ہے دنیا چہ بزن

سب بھول گئے اپنا حسب اور لب آج

آتا ہے جگر گوشہ لالِ عرب آج

ہر خود نہاں ہوتا ہے خود کار سر میں ماند رگ و ریشہ زرد چمکتی یہ ہے بر میں

بے رنگ ہے رنگ اسٹے کا فوجِ عمر میں جوہر ہے نہ تیوں میں نہ دوشن ہے پر میں

رنگ اڑ کے بھرا ہے جو رخ فوجِ لہیں کا

چہرہ نظر آتا ہے فلک کا نہ زمیں کا

ہے شور فلک کا کہ یہ خورشیدِ عرب ہے انصاف یہ کہتا ہے کہ چپ ترکِ ادب ہے

خورشیدِ فلک پر تو عارض کا لقب ہے یہ قدرت رب قدرت رب قدرت رب ہے

ہر ایک کب اس کے شرف و جاہ کو بجے

اس بندے کو وہ بجے جو اللہ کو بجے

یوسف ہے یہ کھان میں سلیمان ہے سماں میں عیسیٰ ہے مسیحائی میں موسیٰ ہے دعا میں

ایوب ہے یہ صبر میں یحییٰ ہے بکا میں شعیب ہے مظلومی میں حیدر ہے دعا میں

کیا غم جو نہ مار نہ پھر رکھتے ہیں آدم

جہاں سا دنیا میں پھر رکھتے ہیں آدم

چنے میں یہ اللہ ہے ہازو میں ہے جعفر طاعت میں ملک، غریب میں حسن زور میں خیدر

اقبال میں ہاشم ہے تواضع میں حمزہ اور عظیم و دبدبہ میں حمزہ صغیر

جوہر کے دکھانے میں یہ شہبازِ خدا ہے

اور سر کے کٹانے میں یہ شاہِ شہدا ہے

بے ان کے شرف کچھ بھی زمانہ نہیں رکھتا ایمان سوا ان کے خزانہ نہیں رکھتا
قرآن بھی کوئی اور فسانہ نہیں رکھتا شبیر بغیر ان کے پگاندہ نہیں رکھتا

یہ روح مقدس ہے فقط جلوہ گری میں

یہ عقل مجروح ہے جمال بشری میں

سحرا میں گرا پرتو عارض جو قضا را سورج کی کرن نے کیا شرما کے کنار
ہیں دھوپ اڑی، آگ پہ جس طرح سے پارا موسیٰ کی طرح قش ہوئے سب، کیسا نظارا

جز مدح نہ دم روشنی طود نے مارا

شبنون جب دھوپ پہ اس نور نے مارا

قربان ہوئے، علم شاہ ام کے سب خار ہرے ہو کے بے سرد اہم کے
ہیں راز میاں خالق ذو الفضل و کرم کے جبریل نے پر کھولے ہیں دامن میں علم کے

پرہم کا جہاں نگس گرا سامعہ چکا

پرہم کہیں دیکھا نہ سنا اس ہم و خم کا

قربان میں نہ دم ہے نہ جلاجل میں صدا ہے بوق و دہل و کوس کی بھی سانس ہوا ہے
ہر دل کے دھڑکنے کا مگر شور پیا ہے باجا جو سلائی کا اسے کہئے بجا ہے

سکتے میں جو آواز ہے فکار و وف کی

نوبت ہے درود خلیفہ شاہ نجف کی

مدح کو اب تازگی نظم میں کد ہے پاحضرت عباس علی وقت مد ہے
مولا کی مد سے جو سخن ہے وہ سند ہے اس نظم کا جو ہو نہ مگر اس کو حسد ہے

حامد سے صلہ بھی نہیں درکار ہے مجھ کو

سرکار مبینی سے سردکار ہے مجھ کو

گلزار ہے یہ نظم و بیان، پیش نہیں ہے باغی کو بھی گلکشت میں اندیشہ نہیں ہے
ہر مصرع برجستہ ہے پھل، پیش نہیں ہے یاں مغرور میں ہے رنگ دریشہ نہیں ہے

صحت مری شخص سے ہے قلم کے فن کی
 مانند قلم ہاتھ میں ہے نبض سخن کی
 گر کاہٹے، فائدہ کیا کوہ کئی سے میں کاہ کو گل کرتا ہوں رنگیں حسی سے
 خوش رنگ ہیں الفاظ حقیقی یعنی سے یہ ساز ہے سوز غم شاہ مدنی سے
 آہن کو کروں نرم تو آئینہ بنالوں
 پتھر کو کروں گرم تو عطر اس کا نکالوں
 گو ضعیف تھیں مجھے حاصل ہے سراپا پر وصف سراپا کا تو مشکل ہے سراپا
 ہر عضو تن اک قدرت کامل ہے سراپا یہ روح ہے سرتا بقدم دل ہے سراپا
 کیا لگتا ہے گر کوئی جھگڑتا ہے کسی سے
 مضمون بھی اپنا نہیں لڑتا ہے کسی سے
 سورج کو چھپاتا ہے گہن، آئینہ کو رنگ داغی ہے قبر، سوختہ دل، لالہ خوش رنگ
 کیا اصل دروہل کی، وہ پانی ہے یہ سنگ دیکھو گل و خنجر وہ پریشاں ہے یہ دل تنگ
 اس چہرے کو دار ہی نے لاریب بنایا
 بے عیب تھا خود نقش بھی بے عیب بنایا
 انسان کہے اس چہرے کو کب چشمہ حیاں یہ نور و غلظت، یہ نمودار وہ پنہاں
 بوسوں سے ہے آزار حرص میں مدتاہاں کب سے برقاں مہر کو ہے اور نہیں درماں
 آئینہ ہے گھر رنگ کا یہ رنگ نہیں ہے
 اس آئینے میں رنگ ہے اور رنگ نہیں ہے
 آئینہ کہا رخ کو تو کچھ بھی نہ ٹاکی صنعت وہ سکندر کی، یہ صنعت ہے خدا کی
 وہاں خاک نے میٹھل یہاں قدرت نے جلا کی طالع نے کس آئینے کو خوبلی یہ عطا کی
 ہر آئینے میں چہرہ انسان نظر آیا
 اس رخ میں جمال شہ مرداں نظر آیا

ہے مثل جہیں ہے تکر اہل یغیہ میں بس ایک یہ خورشید ہے افلاک و زمیں میں
جلوہ ہے جب اہرودوں کا قرب جہیں میں وہ مچھلیاں ہیں چشمہ خورشید میں میں

مردم کو اشارہ ہے یہ اہرود کا جہیں ہے

جہیں وہ نہ جلوہ نما چرخ بریں ہے

بنی کے تو مضمون پہ یہ دعویٰ ہے یقینی اس نظم کے چہرے کی وہ ہو جائے گا بنی
منحور نگہ کو جو ہوئی عرش نشینی کی سایہ بنی نے فقط جلوہ گز بنی
دکار اسی بنی کی محبت کا عصا ہے

یہ راہ تو ایمان سے بھی پار یک سوا ہے

بنی کو کہوں شمع تو لو اُس کی کہاں ہے پُر نور بھوں پر مجھے شعلے کا گماں ہے
دو شعلے ادراک شمع، یہ حیرت کا مکاں ہے ہاں دلوں کے کوچوں سے ہوا کندہاں ہے
بکھو نہ بھریں ہلکے ہوا کا جو گذر ہے

یہ شمع کی لو گاہ ادھر گاہ ادھر ہے

اس دہجہ پسند اس رخ روشن کی چمک ہے خورشید سے برگشتہ ہر اک ماہ فلک ہے
اہرود کا یہ غل کعبہ افلاک تلک ہے عراب دعائے بشر و جن و ملک ہے
دیکھا جو سوہ نو نے اس اہرود کے شرف کو

کعبے کی طرف پشت کی، رخ اس کی طرف کو

جو معنی تحقیق سے تاویل کا ہے فرق پتلی سے دہی کعبے کی خمیل کا ہے فرق
سرے سے اور اس آنکھ سے اک میل کعبے فرق میل ایک طرف نور کی خمیل کا ہے فرق
اس آنکھ پہ امت کے ذرا خشم کو دیکھو

نادک کی سلائی کو اور اس چشم کو دیکھو

گر آنکھ کو زمیں کہوں ہے عین حقارت زمیں میں نہ پلکیں ہیں نہ پتلی نہ بصارت
چہرے پہ نہ عید کی بجا ہے اشارت وہ عید کا مژدہ ہے یہ عید کی بشارت

امرو کی مدد تو میں نہ جنبش ہے وضو ہے

اک شب وہ مدد تو ہے یہ ہر شب مدد تو ہے

مذہب فرق مرق دیکھ کے خود شید ہوا تر امرو سے چلتا ہے زاتج کا جہر

آنکھوں کا مرق، روغن بادام سے بہتر عارض کا پینہ ہے گلاب گل اتر

قطرہ رخ پر نور پہ ڈھلتے ہوئے دیکھو

مسر گل خورد شید نکلتے ہوئے دیکھو

تسلیج کناں مذہب میں زباں آٹھ پہر ہے گویا دہن فنجہ میں برگ گل تر ہے

کب فنجہ دگلبرگ میں یہ نور مگر ہے یہ برج میں خورد شید کے ہائی کا گذر ہے

تعریف میں ہونٹوں کی جو لب تر ہوا میرا

دنیا ہی میں تاجو لب کوڑ ہوا میرا

یہ مذہب جو رجب لب خوش رنگ ہوا ہے کیا تانہ فنجہ کا یہاں تنگ ہوا ہے

اب مدح دامن کا مجھے آپک ہوا ہے پر فنجہ کا نام اس کے لیے تنگ ہوا ہے

فنجہ کہا اس مذہب کو حذر اہل سخن سے

سو تھے کوئی بو آتی ہے فنجہ کے دامن سے

شیریں دقوں میں، رقم اس لب کی جدا ہے اک نے شکر اور ایک نے یاقوت کھا ہے

یاقوت کا کھنا مگر انسب ہے بجا ہے یاقوت سے بڑھ کر جو کھوں میں تو مرا ہے

چوسا ہے یہ لب مثل مطب حق کے دلی نے

یاقوت کا بوسہ لیا کس روز علی نے؟

جان لکھا روح فصاحت ہے تو یہ ہے ہر کلمہ ہے سوج پہ بلاغت ہے تو یہ ہے

انکار سیما کی کرامت ہے تو یہ ہے کمال ہے نزاکت، کمر نراکت ہے تو یہ ہے

یوں ہونٹوں پہ تصویر سخن وقت یہاں ہے

یاقوت سے گویا رنگ یاقوت یہاں ہے

اب اصل میں شیریں دہنی کی کہوں تحریر مطلق میں کھلا جب کہ یہ غنچہ پہ تقریب
پہلے یہ خبر دی کہ میں ہوں فدایہ قصیدہ اس مژدے پہ مادر نے انہیں بخش دیا شیر

منہ حیدر کرار نے منہا کیا ان کا

شیرینی اعجاز سے منہ بھر دیا ان کا

اس لب سے دم تازہ ہر اک زعمے نے پایا جیسے حبہ مرداں نے نصیری کو جلا یا
جاں بخشی اسواست کا گویا ہے یہ آیا ہدم دم روح القدس ان کا نظر آیا
دم قالب بچاں میں جو دم کرتے تھے عینی

ان ہونٹوں کے اعجاز کا دم بھرتے تھے عینی

دانتوں کی لڑی سے یہ لڑی مثل خداوار وہ بات ٹھکانے کی کہوں اب کہ رہے یاد
یہ گوہر عباں ہیں پاک ان کی ہے بنیاد عباں و نجف ایک ہیں جیسے اگر اعداد
معدن کے شرف ہیں یہ جواہر کے شرف ہیں

دعاں دُر عباں ہیں تو دُر نجف ہیں

اب چاہئے والے کریں ہاتھوں کا نظار دس انگلیاں ہیں مثل علم ان میں صف آرا
ہر چنچے کا ہے اپنے خنوں کو اشارا اے دوستوں عشرے میں علم رکھنا ہمارا
پہلے مرے آقا مرے سالار کو رونا

پھر دیر علم ان کے علمدار کو رونا

جاموئے کمر فکر کا رشتا نہیں جاتا فکر ایک طرف دہم بھی حاشا نہیں جاتا
پر فکر رسا کا مری دھوا نہیں جاتا مضمون یہ تازک ہے کہ باعدعا نہیں جاتا
اب زہب کمر قح شر ہار جو کی ہے

عباں نے شعلے کو گرہ ہال سے دی ہے

مشاق ہوں اب عالم ہالا کی مد کا در پیش ہے مضمون علمدار کے قد کا
ہے ہے قد ہالا پیر شیر صمد کا یا سایہ فہتم ہوا اللہ احد کا

اس قد پہ دو اہد کی کشش کیا کوئی جانے
 کھینچے ہیں دو بد ایک الف پر یہ خدا نے
 نے چرخ کے سو دورے نہ اک رخش کا کاوا دیتا ہے سدا عمر رواں کو یہ بھلاوا
 یہ قسم ہے ترکیب عناصر کے علاوا اللہ کی قدرت ہے نہ چھل مل نہ چھلاوا
 چلا ہے غضب چال، قدم شل ہے قضا کا
 تو سن نہ کہوں رنگ اڑا ہے یہ ہوا کا
 گردش میں ہر اک آنکھ ہے قانون خیالی بندش میں ہیں نعل اس کے رہا ہی چالی
 روشن ہے کہ جھڑانے عیاں دوش پہ ڈالی بھرتی سے ہے مضمون رکاوٹوں کا بھی خالی
 سرعت ہے اندھیرے اور اجالے میں غضب کی
 اندھیری اسے چاندنی ہے چودھویں شب کی
 گردوں ہو بھی ہم قدم اس کا یہ ہے دشوار وہ قافلے کی گرد ہے یہ قافلہ سالار
 وہ ضعف ہے یہ زور، وہ مجبور یہ مختار یہ نام ہے وہ تنگ ہے یہ فخر ہے وہ حار
 اک جست میں رہ جاتے ہیں یوں ارض و سما دور
 جس طرح مسافر سے دم صبح سرا دور
 جو یوں پسینے کی ہے شوقی سے بھری ہے ان قطروں میں پر یوں سے سواتیز پری ہے
 نگہن میں مہا باغ میں یہ کبک دری ہے قانون میں پروانہ ہے شیشے میں پری ہے
 یہ ہے وہ دعا جس کے جلو دار ملک ہیں
 سایے کی جگہ پر کے تلے ہفت فلک ہیں
 ظہرے تو فلک سب کو زمیں پر نظر آئے دوڑے تو زمیں چرخ بریں پر نظر آئے
 شہار ہوا کا نہ کہیں پر نظر آئے راکب ہی فقط دامن زمیں پر نظر آئے
 اس راکب و مرکب کی برابر جو ثنا کی
 یہ علم خدا کا وہ مشیت ہے خدا کی

شوقی میں پرہ جس میں ہے حور بہشتی طوفان میں راکب کے لیے نوح کی کشتی
کب اہل دوراں میں ہے یہ نیک سرشتی یہ خیر ہے وہ شر ہے یہ خوبی ہے وہ دشتی
: صحرا میں نہیں، فصل بہاری ہے جن میں

رہوار ہے اصطبل میں تلوار ہے دن میں

اس رخس کو عہاق اڑاتے ہوئے آئے کوس لمن الملک بجاتے ہوئے آئے
عکبر سے سوتوں کو بنگاتے ہوئے آئے اک تیغ نگہ سب پہ لگاتے ہوئے آئے
بے چلنے کے کھینچے ہوئے اہد کی کہاں کو
بے ہاتھ کے تانے ہوئے پگلوں کی سناں کو

لکھا ہے مودخ نے کہ اک کبر دلاور ہنعم سے فروکش تھا میان صب لکھ
روئیں تن و عکس دل و بدہاغن و بدہر سر کر کے ہم نیزوں پہ لایا تھا کئی سر
ہرہ شقی فوج قحی و ککا تھا نکاں تھا
جاگیر کے لینے کو سوئے شام رواں تھا

نقدیر جو دن میں صب ہنعم اسے لائی غلوت میں اسے بات مرنے پہ سنائی
وہ پیش ہے سادات سے ہم کو بھی لڑائی داں چھٹی چند ہیں یاں سادی خدا کی
اکبر کا نہ قاسم کا نہ قہر کا ڈر ہے
وہ لاکھ کو اللہ کی شمشیر کا ڈر ہے

ہوا وہ لرز کر کہ ہوا مجھ کو بھی دھواں شمشیر خدا کون ، عمر ہوا کہ عہاق
اس نے کہا پھر فتح کی نیکوگر ہے تجھے آس ہوا کہ کئی روز سے اس شیر کو ہے پیاس
ہم بھی ہیں بہادر، نہیں ڈرتے ہیں کسی سے
ہر دوح نکلتی ہے تو عہاق علی سے

تکریف ملدار جری دن میں جو لایا اس کمر کو چپکے سے مرنے پہ سنایا
اندیشہ تھا جس شیر کے آنے کا وہ آیا سر اس نے پرے سے سوئے عہاق اٹھایا

دیکھا تو کہا کانپ کے یہ فوج دعا سے

روبا ہوا لڑاتے ہو مجھے شیر خدا سے

مانا کہ خدا یہ نہیں قدرت ہے خدا کی مجھ میں ہے برا زور یہ قوت ہے خدا کی

کی خوب غیافت مری رحمت ہے خدا کی سب نے کہا تھ پر بھی حمایت ہے خدا کی

کیا عذر نہ کر نام ہے مردوں کا اسی سے

تو دبدب و زور میں کیا کم ہے کسی سے

بادل کی طرح سے وہ گر جتا ہوا نکلا جلدی میں رخ جنگ کے بجا ہوا نکلا

ہر گام رو غر کو تبتا ہوا نکلا اور سامنے غارہ بھی بجا ہوا نکلا

غالب تھا جمعتن کی طرح اہل جہاں پر

دھنستی تھی زمیں پاؤں وہ دکھتا تھا جہاں پر

تیار کر کس کے ہوا جنگ پہ خونخوار اور بیک اہل آیا ہے کہ قبر بھی تیار

عجز لیا نہ دیکھنے کو اور کبھی تلوار مثل دم مرگ چڑھا گھوڑے پہ اکبار

وہ رش پہ یا دیوئی تخت زری پر

قل دن میں اٹھا کوہ چڑھا کبک دری پر

اس ہیبت و ہیبت سے وہ نغوت سیر آیا آسیب کو بھی ساپے سے اس کے حذر آیا

میدان میں قیامت کو بھی محشر نظر آیا گرد اپنے لیے نیروں پہ کشتوں کے سر آیا

ذبحہ ہی پہ سیر نہ ہر صف سے بڑھے تھے

سرخروں کے نیروں پہ قاشے کو چڑھے تھے

سیدھا کبھی نیزے کو بلایا کبھی آوا چڑھ چڑھ کے رجز باغ فصاحت کو اجاڑا

خالم نے کئی پشت کے سردوں کو اکھاڑا بولا مری ہیبت نے جگر شیروں کا چاڑا

ہم پیچہ نہ رستم ہے نہ شہاب ہے میرا

مرحب بن عہد اتر القاب ہے میرا

فزاک میں سر ہاتھتا ہوں کل و ماں کا بچہ میں سدا پھیرتا ہوں شیر ڈیاں کا
نکارا ذرا کیجئے ہر شاخ سناں کا اُس نیزے پہ وہ سر پہ قلاں انن قلاں کا
جو جو تھے پلاں گھن اس دورہ نو میں

تن اُن کے د خاک ہیں سر میری جلو میں
یاں سیب زہاں سیب الہی نے علم کی فرمایا مرے آگے یہ نظریہ ستم کی
اب منہ سے کہا کچھ تو زہاں میں نے قلم کی کوئین نے گردن مرے دواڑے پہ خم کی
طاقت ہے ہماری اسد اللہ کی طاقت

بچے میں ہمارے ہے پدا اللہ کی طاقت
خوشید درخشاں میں بتا نور ہے کس کا کلہ درق ماہ پہ مسطور ہے کس کا
اور سورۃ الفس میں مذکور ہے کس کا ذوے کو کرے ہر یہ مقدور ہے کس کا
یہ صاحب مقدور نیا اور طلق ہیں

یا ہم کہ غلام خلف الصدق نیا ہیں
تو بہ! تو خدا جانتا ہے شمس و قمر کو وہ شام کو ہوتا ہے غروب اور یہ سحر کو
ایمان سمجھ سحر ش جن و بشر کو صبح رو سراج ہیں یہ اہل نظر کو
خوشید بنی قاطرہ تو شاہ ام ہیں

اور ماہ بنی ہاشمی آفاق میں ہم ہیں
دو چاند کو کرتی ہے اک انگشت ہماری ہے نہر نبوت سے ملی پشت ہماری
ہے تیغ ظفر و قہب زد و کشت ہماری سو گرز قضا ضربت یکشت ہماری
قدرت کے نیتان کے ہم شیر ہیں عالم

ہم شیر ہیں اور صاحب شمشیر ہیں عالم
سب کو ہے فنا دور ہمیشہ ہے ہمارا سر پیش خدا رکھتا یہ پیشہ ہے ہمارا
ہیں شیر خدا جس میں وہ پیشہ ہے ہمارا عاری ہے اہل جس سے وہ پیشہ ہے ہمارا

ہم جزو بدن اُس کے ہیں جو کل کا شرف ہے

رشتے میں ہمارے گھر پاک نجف ہے

جو شہنشاہوں میں ہے وہ اپنی زور ہے ہر عقدے کا ناخن مرے پیرے کی گہ ہے

تکوار سے پانی جگر ہر کہہ و سہ ہے کانا پر جہرل کو جس تنق نے یہ ہے

سر خود و کلمہ کا نہیں محتاج ہمارا

ہتھڑ کا ہے نقش قدم تاج ہمارا

احمد ہے بچا میرا پدر حیدر صفدر وہ کل کا قیصر ہے یہ کونین کا دہر

اور مادر نسب کی ہے لوطی مری مادر بھائی مرا اک عمن، دو عبداللہ و جعفر

اور شہر و ہتھڑ ہیں سردار ہمارے

ہم ان کے غلام اور وہ مختار ہمارے

قاسم کا عزا دار ہوں اکبر کا میں خنوار لشکر کا علمدار ہوں سردار کا چلو دار

میں کرتا ہوں پردہ تو حرم ہوتے ہیں اسوار تھا شب کو نگہبان خیام شب اہلدار

اب تازہ یہ بخشش ہے خدائے ازی کی

سقا کی بنا اُس کا جو پوتی ہے علی کی

ہم ہاتھتے ہیں روزی ہر بندہ غفار رزاق کی سرکار کے ہیں مالک و مختار

پر حق کی اطاعت ہے جو ہر کار میں درکار خود وقت سحر روزے میں کھاتے ہیں تکوار

ہیں عقدہ کشا، دست کشا، قلعہ کشا بھی

پرنسپر سے بندھواتے ہیں رشتی میں گھا بھی

اُس کے قدم پاک کا قدیہ ہے سراپا قربان کیا جس پہ نبیؐ نے پیر اپنا

نذر بر اکبر ہے دل اپنا جگر اپنا بیٹے الشرف شاہ پہ صدقے ہے گھر اپنا

مشہور جو مہاں زمانے کا شرف ہے

ہتھڑ کی نظیں اٹھانے کا شرف ہے

شاہوں کا چراغ آتے ہی گل کر دیا ہم نے ہر جا عمل قسم رسل کر دیا ہم نے
ملحق پہ در قلعہ کو ہل کر دیا ہم نے اک جزو تھا کلر اُسے کل کر دیا ہم نے
دھوکا نہ ہو یہ سب شرف شیر خدا ہیں

پھر وہ نہ جدا ہم سے نہ ہم ان سے جدا ہیں
ناری کو بھینچی کے ریز پر حسد آیا یوں جل کے پٹے حملہ وہ ملعون بد آیا
گیا کہ ستر سے عمر محدود آیا اور لڑے میں مرحب بھی میان لہ آیا
نفریں کی خدا نے اُسے تحسین کی عمر نے
بھرا کیا عیان کو یاں فتح و ظفر نے

ہتیر کو بڑ بڑ کے قلیوں نے پکارا لو ٹوٹا ہے دسب زبردست تھمارا
ہے مرحب عداقر اب سرکہ آرا ہتیر یقیں جانو کہ عیان کو بابا
یہ گرگ وہ یوسف ہے خزاں ہے وہ چمن ہے
وہ چاند یہ عقرب وہ سودج یہ گھن ہے

اس شور نے تڑپا دیا حضرت کے چکر کو اکڑ سے کہا جاؤ تو حق کی خبر کو
اکڑ بڑھے اور سڑ کے پکارے یہ پدر کو گھبرا ہے کئی غم ستاروں نے قر کو
اک فوج نئی گرد بلندار ہے دن میں
لو ماہ بنی ہاشمی آتا ہے گھن میں

اک کمر قوی آیا ہے کھینچے ہوئے تھوار کہتا ہے کہ اک حملے میں ہے فیصلہ کار
سرکشوں کے تیزوں پہ چیں گرد اس کے نمودار یاں دست بہ قبضہ مجسم ہیں بلندار
اللہ کرے خیر کہ ہے قصد شر اس کو
سب کہتے ہیں مرحب بن عداقر اس کو

غل ہے کہ دل آل عا قزے کا مرحب اب بازوئے شاہ شہدا قزے کا مرحب
بند کمر شیر خدا قزے کا مرحب گوہر کہ جو سنگ جنا قزے کا مرحب

مرحب کا نہ سمجھ اس کی توانائی کا ڈر ہے
 ندوی کو چچا جان کی تنہائی کا ڈر ہے
 شہ نے کہا کیا روح علی آئی نہ ہوگی تانا نے مرے کیا یہ خبر پائی نہ ہوگی
 کیا قاطرہ فردوس میں گھبراہٹی نہ ہوگی سر نیگے وہ تشریف یہاں لائی نہ ہوگی
 بندوں پہ عیاں زور خدا کرتے ہیں مہاش
 پیارے مرے دیکھو تو کہ کیا کرتے ہیں مہاش
 سن کر یہ خبر دیکھیاں کرنے لگیں ٹالا ڈیوڑھی پہ کمر پکڑے گئے سینہ والا
 چلائے کہ نفعہ علی استر کو اٹھا ہے وقت دعا چھوٹا ہے گود کا پالا
 سیدانو سر کھول دو سجادہ بچھا دو
 دشمن پہ علمدار ہو غالب یہ دعا دو
 نیسے میں قیامت ہوئی فریاد و بکا سے سہی ہوئی کہتی تھی سکینہ یہ خدا سے
 غارت ہو اٹھی جو لڑے میرے چچا سے وہ جیتے پھر میں خبر میں مرہاؤں بلا سے
 صدقے کروں قربان کروں اہل جنا کو
 دو لاکھ نے گھیرا ہے میرے ایک چچا کو
 ہے ہے کہیں اس ظلم و ستم کا ہے ٹھکانا ہے پتا ہے کہیں سکوار اٹھانا
 کوئی بھی روا رکھا ہے نیند کا ستانا چائز ہے کسی پیاسے سے پانی کا چسپانا
 ہنسم ہے خدا کھائی ہے نے پانی پیا ہے
 بے رحموں نے کس دکھ میں ہمیں ڈال دیا ہے
 اچھی مری لہاں مرے بچے کو بلاؤ کہہ دو کہ سکینہ ہوئی آخر بوہر آؤ
 اب پانی نہیں چاہیے تابوت منگاؤ کاندھے سے دکھونگ جتاؤ کو اٹھاؤ
 ملے مری تربت کے گلے آئیں گے مہاش
 یہ سنتے ہی گھبرا کے چلے آئیں گے مہاش

اس عرصے میں حملے کیے مرحب نے وہاں چار۔ پرایک بھی اس پہنچی پہ نہ چلا وار
مانند دل و چشم ہر اک عضو تھا ہشیار عاری ہوئی تلوار مخالف ہوا ناچار

جب تیغ کو جھنجھلا کے رخ پاک پہ کھینچا

تلوار نے انگلی سے الف خاک پہ کھینچا

غازی نے کہا بس اس فن پر تھا تجھے ناز سیکھا نہ یہ الملوں سے ضرب کا انداز
پھر کھینچی اس انداز سے تیغ شرر انداز جو میان کے بھی منہ سے ذرا نکلی نہ آواز

یاس خوف سے قالب کو کیا میان نے خالی

واں قالب انداز کو کیا جان نے خالی

یہ تیغ سراپا جو برہم نظر آئی پھر جلد تن میں نہ کوئی روح سہلی
ہستی نے کہا تو پہ قضا بول دوہائی انصاف پکارا کہ ہے تجھے میں خدا کی

لوح مجسم کا وہ سر جیب سے نکلا

نصرت کے فلک کا وہ نو فیہ سے نکلا

بجلی مری بجلی پہ اجل ڈر کے اجل پر اک زلزلہ طاری ہوا گردوں کے محل پر
سیارے بڑے کر کے نظر تیغ کے پھل پر خود شہد تھا مرغ پہ مرغ دھل پر

یہ ہول دیا تیغ درخشاں کی چمک نے

جو تاروں کے دانتوں سے زمیں پکڑی ٹھک نے

مرحب سے مخاطب ہوئے عیان ولادہ شمشیر کے مانند سراپا ہوں میں جو ہر
ملکن ہے اک ضرب میں وہ ہو تو سراسر پر اس میں عیاں ہوں گے جو ہر مرے تھوہر

لے روک مرے وار ترے پاس پر ہے

دُشمن نہ کروں گا ابھی اٹھار ہنر ہے

کاندھے سے پہرے کے مقابل ہوا دشمن نکالنے لگے تیغ سے یہ ضرب کا ہر فن
یہ سینہ یہ بازو یہ کمر اور یہ گردن یہ خود یہ چار آئینہ یہ ڈھال یہ جوشن

کس وار کو وہ روکا تلوار کہاں تھی
آنکھوں میں تو پھرتی تھی دکھاؤں سے کہاں تھی

مرحب نے نہ پھر وحال نہ تلوار سنبھالی اک ہاتھ سے سر ایک سے دستار سنبھالی
ظالم نے سناں غصے سے اکبار سنبھالی اس شیر نے شمشیر شرار ہار سنبھالی
تانی جو سناں اس نے عہدار کے اوپر

نیزہ یہ اڑا لے گئے تلوار کے اوپر

جو چال چلا وہ ہوا گمراہ و پریشاں پھر زانچہ کھینچا جو کہاں کا سر میاں
حیروں کی لڑائی پہ پڑا قرعہ پیکاں حیروں کو قلم کرنے لگی تیغ و ریشاں
جو ہر سے نہ حیروں ہی کے پھل داغ بدل تھے

گرشت کے تھے سانچے تو پلے کے چہل تھے

اس تیغ نے سرکش کے جو ترکش میں کیا گمراہ غل تھا کہ نیساں میں گری برق چمک کر
پر حیروں کے کٹ کٹ کے اڑے مثل کبوتر مرحب ہوا مضطر صفت طائر ہے پر
بڑھ کر کہا غازی نے بتا کس کی تلوار ہے

اب مرگ ہے اور تو ہے یہ تیغ اور یہ سر ہے

نامرد نے پشیدہ کیا رخ کو سپر سے اور کھینچ لیا خنجر ہندی کو کمر سے
خنجر تو ادھر سے چلا اور تیغ ادھر سے اس وقت ہوا پھل نہ سکی تیغ میں وار سے
اللہ دے شمشیر عہدار کے جوہر

جوہر^(۱) کیے اس خنجر خوشوار کے جوہر

خنجر کو جو کاٹا تو وہ ظہری نہ سپر پر ظہری نہ سپر پر تو وہ سیدی گئی سر پر
سیدی گئی سر پر تو وہ تھی صدر و کمر پر تھی صدر و کمر پر تو وہ تھی قلب و ہجر پر
تھی قلب و ہجر پر تو وہ تھی دامن زیں پر

تھی دامن زیں پر تو وہ راکب تھا زمیں پر

ایساں نے اچھل کر کہا وہ کفر کو مارا قدرت نے پکارا کہ یہ ہے زور اتارا
حیدر سے نئی بولے یہ ہے فخر تمہارا حیدر نے کہا یہ مری چلی کا ہے تارا

پہاڑے شمع رخ تاباں ہوئی زہرا

محسن کو لیے گود میں قربان ہوئیں زہرا

ہنگامہ ہوا گرم یہ ناری جو ہوا سرد دامن فوج نے لی ہاگ بڑھایاں یہ جوا سرد
تاہوں کی صدا سے سرد کاروں میں ہوا درد رنگ رخ اعدا کی طرح اڑنے لگی گرد

کاروں کا زر صبح نہانی نکل آیا

یہ خاک اڑی دن سے کہ پانی نکل آیا

دریا کو چلے اور غفلت ساتھ لیے برق مرحب کے شریکوں کا ہدا کرتے ہوئے فرق
سردار میں اور فوج میں باقی نہ رہا فرق مرحب کی طرح سب چہ سب میں ہوئے فرق

گنوار کی اک موج نے طوفان اٹھایا

طوفان نے سر پہ وہ بیابان اٹھایا

پانی ہوئی ہر موج زر و فوج کے تن میں لمبوس میں دھڑے تھے کہ مردے تھے کفن میں
خبر کی زبانون کو قلم کر کے دہن میں اک سچے سے گنواروں کو عادی کیا دن میں

حیدر کا اسد قلم لکھ میں در آیا

اٹھے ہوئے ہاول کی طرح نہر پر آیا

دریا کے گھبہاں بڑھے ہونے کو چو رنگ پہنچے ہوئے مچھلی کی طرح بر میں زر و رنگ
کھینچے ہوئے موجوں کی طرح خبر بے رنگ سچے نے کہا پانی پہ جائز ہے کہاں جنگ

دریا کے گھبہاں ہو یہ غفلت دیں ہے

مانند حباب آنکھ میں چٹائی نہیں ہے

مذہب ہے یہ کیسا کہ وہ شرع نہ جانی شرب ہے یہ کیسا کہ پلاتے نہیں پانی
برباد کیے دیتی ہے اب تشہ وہانی بے شیر کا بچپن علی اکبر کی جوانی

لب خشک ہیں بچوں کی زباں پیاس سے شق ہے

درباری سے تم پوچھ لو کس پیاسے کا حق ہے

پانی مجھے اک ملک ہے اس نہر سے درکار بھر لینے دو مجھ کو نہ کرو بخت و تکار

چلائے شکر ہے گزر نہر پہ دشوار قازی نے کہا ہاں یہ ارادہ ہے تو ہشیار

لو سہل کو اور برقی شرر ہار کو روکو

رہوار کو روکو مری سگوار کو روکو

یہ کہہ کے کیا اسپ سہکار کو مہیز بجلی کی طرح کوند کے چمکا کر پیاس

اشرار کے سر پر ہوا مغلوں سے شرر ریز سیلاب کا تھا کہ وہ طوفان بلا خیز

جھپکی پلک اس رخش کو جب قہر میں دیکھا

پھر آنکھ کھلی جب توروں مہر میں دیکھا

دربار میں ہوا غل کہ وہ در نجف آیا الہامی و نصرتِ بولے ہمارا شرف آیا

عباس شہنشاہ نجف کا خلف آیا پاپوس کو سوتی لیے دستِ صدف آیا

یاد آگئی پیاسوں کی جو حیدر کے خلف کو

دل ٹھون ہوا دیکھ کے دریا کی طرف کو

سوکھے ہوئے مشکیزے کا پھر کھولا دہان بھرنے لگا خم ہو کے وہ سر تاج زمان

اصدا نے کیا دور سے تیروں کا نشانہ اور چم لیا روحِ پیادہ نے شانہ

فرمایا کہ کیا کیا مجھے خوش کرتے ہو چنا

پانی مری پوتی کے لیے بھرتے ہو چنا

کچھ فرق تری کوشش و ہمت میں نہیں ہے پانی مگر اس پیاسی کی قسمت میں نہیں ہے

وقفِ مرے پیادے کی شہادت میں نہیں ہے جو زخم میں لذت ہے وہ جرأت میں نہیں ہے

اک خوں کی مہر آنکھوں سے زہرا کی بجی ہے

رونے کو تری لاش پہ سر کھول رہی ہے

دریا سے جو نکلا اسد اللہ کا جانی تھا شور کہ وہ شیر لیے جاتا ہے پانی
پھر راہ میں حائل ہوئے سب ظلم کے بانی سقائے سکینہ کی یہ کی مرتبہ دانی
قبریں نئی و حیدر و زہرا کی ملائیں
برہمن کی جو توکیں تھیں کیچے سے ملائیں

وہ کون سا تھا تیر جو دل پر نہ لگایا مشکیزے کے پانے سے سوا خون بہایا
یہ زندہ تھا، جو شمر نے حیلے سے ستایا عہاق بچہ غول کہیں گاہ سے آیا
مڑ کر جو نظر کی غلب شیر خدا نے
شاخوں کو نہ تنج کیا اہل جہان نے

لکھا ہے کہ اک نخل رطب تھا سر میداں ابن ورد زید نصیں اس میں تھا پنہاں
پہنچا جو وہاں سرو روانا ش مرداں جو شانہ تھا مشک و علم و تنج کے شایاں
دار اس پہ کیا زید نے ششیر اجل سے
یہ پھولی پھولی شاخ کئی تنج کے پھل سے

مشک و علم و تنج کو بائیں پہ سنبھالا اور جلد چلا عاشق روئے شہ والا
پر ابن طفیل آگے بڑھا تان کے بھالا برہمن کی اتنی سے تو کیا دل نہ دہالا
اور تنج کی ضربت سے جگر شاہ کا کاہ
وہ ہاتھ بھی فرزندِ بے اللہ کا کاہ

بٹے نے کئی ہاتھوں پہ مشکیزے کو دکھ کر مامد زباں منہ میں لیا قسمہ سراسر
ناگاہ کئی تیر لکے آگے برابر اک مشک پہ اک آنکھ پہ اور ایک دامن پہ
مشکیزے سے پانی بہا اور خوں بہا تن سے
عہاق گرے گھوڑے سے اور مشک دامن سے

گر کر لب ڈنکی سے علمدار نکارا کہہ دے کوئی پیاسوں سے کہ سقا گیا مارا
سن لی یہ صدا شاہ شہیداں نے قہقرا نہبت سے کہا لو نہ رہا کوئی ہمارا

اسرار کا گھا چھد گیا اکبر کا جگر بھی
 بازو بھی مرے ٹوٹ گئے اوز کمر بھی
 گویا کہ اسی وقت چلے نیچے ہمارے نکالم نے طمانچے بھی مری بیٹی کو مارے
 رشتی میں مرے غم و دکاں بندھ گئے سارے عہاق کے غم میں ہوئے ہم گور کھارے
 ادا میں ہے غل مالکب شمشیر کو مارا
 یہ کیوں نہیں کہتے ہیں کہ خنجر کو مارا
 نہایت نے کہا کچ ہے قصیں مر گئے بھائی سب کہنے کو عہاق کا کر گئے بھائی
 آفاق سے اب عزہ و حیدر گئے بھائی ہم مجلس حاکم میں کھلے سر گئے بھائی
 میں جان بچی قید مصیبت میں پڑی ہوں
 اب گھر میں نہیں بلوے میں سرنگے کھڑی ہوں
 ناگاہ صدا آئی کہ اے ظالم کے لال جلد آؤ کہ لاش مرا اب ہوتا ہے پامال
 نہایت نے کہا زعمہ ہیں عہاق خوش اقبال تم جاؤ میں یاں بہر دعا کھولتی ہوں بال
 شہ بولے لب گور سکیت کا چچا ہے
 اس فوج کا مارا ہوا کوئی بھی بچا ہے
 اکبر کے سہارے سے چلے نہر پہ آقا مگر ہوش تھا کہ غش کبھی سکھ کبھی نوحا
 لکھا ہے کہ کھڑے ہوئے یوں شے کے اعضا اک ہاتھ تو مقتل میں ملا اک لب دریا
 دہرا کا پھر دن میں جو زیر شجر آیا
 اک ہاتھ ترچھا ہوا شہ کو نظر آیا
 گر کر شہ دالانے یہ اکبر سے کبھی بات اے لال اٹھاو مرے بازو کا ہے یہ بات
 یہ ہاتھ رکھے سینے پہ وہ وارث سادات پہنچا جو سر لاش عہاق خوش اوقات
 وصیات قلم تیغوں سے شانے نظر آئے
 سرنگے یہ اللہ سرہانے نظر آئے

بے ساختہ ماتھے پہ دکھا شاہ نے ماتھا لب رکھ کے لبوں پہ کہاوا حسرت و درد
یہ تیر یہ آنکھ اور یہ نیزہ یہ کلیجا وا قرۃ عینا مرے وا مجھ قلبا
کچھ منہ سے تو بولو مرے غمخوار برادر

مہاش، ابو الفضل، علمدار، برادر

اُس جاں شکنی میں جو سنا شیون سولا تقسیم کی نیت میں کئے شانوں کو ٹیکا
پھر پاؤں سیٹھ کر نہ ہوں پانچنی آقا شہ بولے نہ تکلیف کرد اے مرے شیدا
کی عرض میں پھیلائے ہوئے پاؤں پڑا ہوں

حضرت نے یہ فرمایا سرہانے میں کھڑا ہوں

یاں تھی یہ قیامت وہاں نیچے میں یہ محشر وہ پر تھیں نئی زوایاں سب کھولے ہوئے سر
تشویش تھی کیوں لاش کو لے آئے نہ سرد مہاش کا فرزند سراپد تھا باہر
تن رعشے میں خود شید درخشاں کی طرح تھا
دل نکلے تپتی سے گرمیاں کی طرح تھا

خند کرتا تھا ماں سے مرے بابا کو بلاو میں نہر پہ جاتا ہوں مرا نیچہ لاو
ماں کہتی تھی بابا کو سکیڑ کے دعا دو بابا بھی چچا کو کہو، بابا کو بھلا دو
حیدر سے نویں سال چھڑایا تھا قضا نے

واری ترے بابا کو بھی پالا تھا بچا نے

دربا پہ ابھی کمر کئے تھے باپ تمہارے پیارے کے بچا جان انھیں لینے کو سدھارے
تو رہ میںیں اے میرے بڑا پے کے سہارے بابا کو بچا جان لیے آتے ہیں پیارے
تھا عشق جو مہاش سے اُس نیک خلف کو

بڑ بڑ کے فکر کرتا تھا دریا کی طرف کو

ناگاہ پھرا بیٹھا منہ کو وہ پریشاں نصیب نے کہا خیر تو ہے میں ترے قرباں
جھلایا کہ خادم کی تپتی کا ہے ساماں بھیا علی اکبر نے ابھی چاڑا گرمیاں

ہن باپ کا بچپن میں ہمیں کر گئے بابا

نروے سے لپٹتے ہیں چچا مر گئے بابا

یہ غل تھا جو سولا لیے منک و علم آئے نیسے میں کمر پکڑے امام ام آئے

اور برگو علم ہال بکھیرے حرم آئے نہت سے کہا شہ نے یکن لٹ کے ہم آئے

بھائی کے قیدیوں کی پرستار ہو نہت

تم مہتمم سوگ ملکدار ہو نہت

ہاں سوگ کا حیدر کے سپہ فرس بچھاؤ ہیں رخت عزا جس میں وہ صندوق مشکاؤ

وہ سب کو یہ جوڑے عزاوار بناؤ شہر کی عزا کا ہمیں لمبوس پہناؤ

تم پہنو وہ کالی کفنی آل عبا میں

جو قلم نے پہنی تھی تانا کی عزا میں

عہان کا یہ سوگ نہیں سوگ ہے میرا عہان کا نام ہو مرے گھر میں جو برپا

نوستے میں نہ عہان کہے نے کہے سقا جو بین کرے روکے کہے ہائے حینا

سب لوٹیاں یوں روئیں کہ آقا گیا مارا

چلائے سکینہ بھی کہ بابا گیا مارا

نہت نے کہا ہیں مری قسمت کے یہی کام دینے لگی ماتم کے یہ جوڑے وہ ناکام

نقد سے کہا سوگ کا کرتی ہوں سرانجام غصہ ہوا ہے ہے علم فکر اسلام

زہرا کا لباس اپنے لیے چھانت رہی ہوں

عہان کا لمبوس عزا بانٹ رہی ہوں

پھر دیر علم فرس یہ لا کے بچھایا اور عدا عہان کو خود لا کے بٹھایا

تھے جتنے یہ پوش انھیں روکے ستایا قسمت نے جواں بھائی کا بھی داغ دکھایا

ناسور نہ کس طرح سے ہو دل میں جگر میں

ماتم ہے ملکدار کا سردار کے گھر میں

باقی کوئی دستور عزا رہنے نہ پائے اب نیچے میں اپنے ہر اک اس نیچے سے جائے
ایک ایک یہاں پڑے کو عباس کے آئے سرنگے لب فرش سے نہت اُسے لائے

یہ جعفر و حمزہ کا یہ حیدر کا ہے ماتم

فیروز کا اکبر کا اور اسٹر کا ہے ماتم

سب جیہوں میں اپنے گئیں کرتی ہوئی داری ہاں کرنے لگی بین یہ اللہ کی پیاری
فطہ نے کہا نہتِ منظر سے میں داری اے نہتِ طلق آتی ہے ہانو کی سواری

منہ زیرِ علم ڈھاپے علمدار کی بی بی

پڑے کے لیے آتی ہے سردار کی بی بی

ہانو نے قدم پیچھے رکھا فرش سے ہاں پہلے وہاں بخلا دیا اصغر کو کھلے سر
بھر سوئے علم مٹتی دوزی وہ یہ کہہ کر قربان دقا پر تری اے بازوئے سرور

سختی ہوں دھج ستم ہو گئے بازو

دریا پہ بہشتی کے قلم ہو گئے بازو

مہاں کو تو میں نہ سمجھتی تھی برادر میں ان کو پسر کہتی تھی اور وہ مجھے مادر
اس شیر کے مر جانے سے بکس ہوئے سرور بے جان ہوا حلقہ جان علی اکبر

سب کہتے ہیں حضرت کا برادر گیا مارا

پوچھو جو مرے دل سے تو اکبر گیا مارا

اتنے میں سنی ہالی سکینہ کی دودھائی نہت نے کہا روحِ علمدار کی آئی
جڑے ہوئے ہاتھوں کو وہ فیروز کی چائی کہتی تھی سزا پانی کے منگوانے کی پائی

تغذیر دو یا دخترِ فیروز کو بخشو

کس طرح کہوں میں مری تقصیر کو بخشو

میں نے قصیں بڑھ کیا رنڈ سارہ بچایا ہے ہے مری اک پیاس نے سب گھر کو دلایا
کوڑ پہ سدھارا اسد اللہ کا جایا اور کنبے کا اترام مرے جھمے میں آیا

انصاف کرو لوگو یہ کیا کر گئے تھو

میں پیاسی کی پیاسی رہی اور مر گئے تھو

بعد اس کے ہوا شور کہ لو آتی ہے بیوہ تشریف غنی بیوہ کے گھر لاتی ہے بیوہ

گھونگھٹ کو اٹھتے ہوئے شرماتی ہے بیوہ سر کو بندھا ہوا ساس سے کھلواتی ہے بیوہ

نحبت نے کہا بیوہ فرزند حسن ہے

یہ کیوں نہیں کہتے مرے قاسم کی دلہن ہے

کبرا کو چچی پاس جو نحبت نے بٹھایا اس بیوہ نے گھونگھٹ رخ کبرا سے اٹھایا

اور پوچھا کہ دولہا ترا کیوں ساتھ نہ آیا اسوس نہی نے تجھے مہماں نہ بلایا

پندے کو تو آئی خلعت شیر خدا کے

پہلا ترا چالا یہ ہوا گھر میں بچا کے

ناگاہ فطاس ذریعہ علم یہ ہوئی پیدا سیدانو دو مادر عہاق کو پندسا

تعلیم کو سب اٹھے کہ تھا نالہ زہرا نحبت نے کہا اماں وطن میں ہے وہ دکھیا

آئی یہ خدا پاس ہوں میں دور کہاں ہوں

عہاق میرا بیٹا میں عہاق کی ماں ہوں

دھڑ سالہ بہو کے میں پھانے کو ہوں آئی اک حلقہ پر نور ہوں فردوس سے لائی

عہاق کے ماتم کی توصف تم نے بچھائی سامان سویم ہوگا نہ کچھ اے مری جانی

تم روز سویم ہائے رواں شام کو ہوگی

چہلم کو کلن لاشی عہدار کو دوگی

لو حیدر و دارو مجلس ہوئیں زہرا دو قاطرے کی روح کو عہاق کا پندسا

ابک نہیں کھٹائے گئے ہیں خد والا بے گور ہے سردار و عہدار کا لاشا

روئے نہیں دیتے ہیں عدو آل نجی کو

تم سب کے لاش روڈ حسین ابن علی کو

خاموش دیر اب کہ نہیں نظم کا یارا آج کا دل خبر غم سے ہے دوپارا
 کافی ہے بخشش یہ وسیلہ ہے ہمارا اک جلتے میں تعزیف کیا مرثیہ سارا
 تجھ پر کرم خاص ہے یہ حق کے دلی کا
 یہ فیض ہے سب مدح جگر بند حق ہے





مذاح ہوا مورد اہل رسول
 کھولا وہ درج کرو داد رسول
 حلال ہم سرور کل مالک ملک
 واللہ رسول اور اولاد رسول



گر میرا نام دوسرا حاصل ہو
 گو درد ہو لادوا دوا حاصل ہو
 اس دم ہو مددگار گرج احمد کا لال
 واللہ کہ دژ دعا حاصل ہو

سلام

مسطور اگر کمال ہو سرد ایام کا
 حاصل سر عمر کو مرتفع نکلا دہ
 اسرار طالع عمر و غر کا وا ہوا
 وہ محرم حرم کہ ہو آرام درد کل
 مسطور حال موسم سرما ہو کسی طرح
 صلح و درج عطا و کرم حلم و داد و عدل
 اس طرح بچہ رہا سردی اُم
 دردا لہو ایام اُم کا حلال ہو
 ہر سو دہ آہ آمید سردی دوسرا
 کھرام ملک ملک ہوا دھوم کدہ کدہ
 ڈر کر اُدھر کو گم ہوا عمر عدد کا ماہ
 محروم گھدہ گھدہ مرسل کا لاڈلا
 آرام گھدہ کا ہو اگر دل کو مدعا
 دردا دل عمر کو ہو آرام اور سرد
 ہر دم ملا حرم کو وہ درد و الم کہ آہ
 سردی کا مدح گو ہوا ہر مصرعہ رسا

لاصح ہو گر کمال عطارد سر سا

مداح ہوگا کلک عطارد کلام کا

لغات:

مسطور = (ع) لکھا جائے	سرد = (ف) خواہد ہوتی سردی	دارالسلام (ع) بہشت
مرصع = (ع) موتی جواہر جڑا ہوا	کھا = (ف) ٹوٹی	دردا = (ف) افسوس
المیر = (ع) بہت پاک	خالص = (ع) قسمت	دا = (ف) کھانا
دار = (ف) خدا	ہر دہل = (ع) آگے کی فوج کا سردار	محرم حرم = (ع) حرم کا راز داس
الم = (ع) غم	خام = (ع) غذا	آہ سرد = غصہ ہوا کے ساتھ
دور = (ع) پرچہ نگاری	طم = (ع) نرم دلی	دار = (ف) انصاف
سرد رام = (ع) استوں کا سردار	ہر حرام = (ع) حرام کا کام	د سرا = (ف) دونوں
بہر = (ع) گھوڑے کی آواز	اورم = (ع) کالا گھوڑا	سرمر = (ع) آگرمی
اسد = (ع) شیر	کرگ = (ف) بھیڑیا	دام = (ف) چمڑے
باو = (ف) سینا	خالص = (ع) طہوع ہونا	خام = (ع) تھوڑا
گور = (ف) قبر	دیر = (ف) ہونا	حرام کا = حرام زادہ
سوگ = (ف) ماتم غم	دور حرم = (ع) اہل بیت	خام = (ع) ایش
صرع دما = (ف) بلند صرع	بحر حلال = (ع) فصیح اشعار	لاصح = (ع) چٹکنے والا
	دیر کے بعد آتی شیرازی کی مشہور شہی کا نام	
عطارد = دیر فلک، ستارہ، تھکس	سرا = (ف) آستان پر	کلف = (ف) قلم

سر علم سرور اکرم ہوا طالع

سر علم سرور اکرم ہوا طالع ہر ماہ سراو دل عالم ہوا طالع
ہر گام علمدار کا ہم ہوا طالع اور حلیہ کم حوصلہ کا کم ہوا طالع

نکس علم و عالم معصوم کا عالم

کہہ ماہ کا کہہ میر کا کہہ طور کا عالم

عالم ہوا صالح علمدار و علم کا وہ گل اسد اللہ کا وہ سردار اُم کا

محرم و حرم کا وہ گواہ اہل حرم کا رہرو وہ عدم کا وہ عصا راہ عدم کا

مصور وہ علمدار کرم اور عطا کا

مطلع وہ علم طالع مسعود ہما کا

مردم کو ملا سرور گردش سم رنوار رنوار ہما دار علمدار ملک دار

کل کو علم اور علم کو علمدار اللہ مددگار اسد اللہ مددگار

دل سرد اسد کا ہوا شمع گاؤ کا سرکا

تعدد ہوا درد دل و روح عمر کا

ہر گام دُعا کو ملک و حور سر راہ اللہ شغف، صلح عطا، سلطنت اللہ

ہر راہ رسول و ہر راہ اسد اللہ اور دُزد کیہ و شہ کا لہر واہ ادھر واہ

ہر سو ہوا کھرام کہ سرگرم دُعا ہو

اُو دُعا کردہ عمر سعد ہوا ہو

اُس دم ہوا سرگرم صدا طالع مولا او مرگ ادھر آ عمر سعد کا سرا

او جہد علم کر علم سرور والا او دور مرا ہر علم طالع اصدا

او مہر دکھا گورد چہ عمر عمر کو
 او گرد ہدم روک رہ عمر عمر کو
 او مہر سوا سال دہم عمر حرم کر الا مہ د سال عمر سعد کو کم کر
 او ماہ سر اہل دلا مہر د کرم کر اور گم سر ہر جلید سروار ام کر
 او ٹٹک عطارد سو شولا ہو ٹٹک کر
 ہر ام گردہ عمر سعد کا جک کر
 رہوار کو ہر لطمہ ہوا کا ہوا کوڑا اڑ کر ہوا طاہس علمدار کا گھوڑا
 اور ساتھ صر صر کو دم کاوہ مزوڑا اس طور مڑا گرم کہ مد مہر کا موڑا
 سو دام اڑا اوجم صر صر کو گھرک کر
 رہوار ہوا گرد ہوا دور سرک کر
 نکس دم رہوار سر راہ ہوا دام ہر دام دود گرگ اسد اس کا ہوا دام
 الا دل اعداد کو ملا درد ہر اک گام دم کردہ صحرا ہوا ہر آہو آرام
 ہر سور گرا اور کیا برگ ہو حاصل
 دل گردہ وہ کس کا کہ ہواں صدقہ کا حامل
 لو سامعہ الخال سلام اور دعا ہو دل نحو علمدار رسول دوسرا ہو
 اور صل علا صل غلا صل علا ہو مداح علمدار کا اوراک سوا ہو
 واللہ اگر مدح علمدار ادا ہو
 مداح کا حور د ارم د حلقہ صلا ہو
 وہ مطلع اسرار کمال اسد اللہ آرام د سرور دل آل اسد اللہ
 مدوح مہر ہلال اسد اللہ واللہ خال اس کا خال اسد اللہ
 محکوم وہ اللہ کا حاکم وہ ارم کا
 حامل وہ علم کا وہ مددگار حرم کا

رد اصل بگل درد مہلک عطر گل زرد آرام دہ روح د دل د دارد ہر درد
لحد کا وہ عالم کہ سدا طور کا دل سر سو لاکھ حد د مہر ادھر گرد ادھر گرد

رد ماہ مراد خرم سرور دلا

اور دل اسدائشہ کا اس ماہ کا ہالا

سر ہمسر کوہ حرم داور عظام دل مصدر الہام نگو مطلع اسلام
اور طرہ کاکل دل اسلام کا اک لام وہ لام کہ حاصل ہوا اسلام کو آرام

لو سلسلہ درہم ہوا ہر درد د الم کا

کا کل کو نکسا دام دلی اہل حرم کا

لو اور کھلا طرہ کاکل کا معیا ہرمو ہوا عراج کو اسلام کا سودا
وہ لام دو اسم اور وہ کاکل دو مسما اسرار لہ الملک لہ الحمد ہوا دا

دل کو اگر اس طرہ کا سودا د دلا ہو

آسودہ رحم و کرم د مہر و عطا ہو

دعوائے ہوا کاکل کا سر لوح دلال حاصل سر ہرمو ہوا اسرار مطول
اور مسئلہ درج علمدار ہوا حل اس کاکل الطہر کا گرا نکس مسلسل

اس سلسلہ کا نکس سلاسل ہوا اس کو

ہر سلسلہ اسلام کا حاصل ہوا اس کو۔

ہر صاد علمدار امام الطہر د اسعد وہ صاد ہر اک صل علا آل محمد
لو سادو اور اک کا اور اک ہوا رد حاصل صلہ عراج سرور د ہوا حد

ہر صاد نکسا اور ملا ہم کو صلا صاد

اس دم سز ہر مصرع عراج ہوا صاد

مردم کو سواد دل لالہ کرد مسطور اور سرمے دو مردک ہر ملک د خود
اس مردم الطہر کو ملا لحد صد طور وہ لحد صد طور وہ رد سورہ والطور

دعائے کبر و لعل سر سطر اگر ہو

مگر سطر رگ لعل ہو کہ سک کبر ہو

سک کبر و لعل علیمداد حکرم لعل وہ الماس و در لعل دو عالم

ہر لعل علیمداد ملا روح کا ہدم دم مردہ صد سالہ کو حاصل ہوا ہر دم

والہ ہوا ہر لعل علیمداد کا لالہ

گوہر کا ہر اک لولو لالہ ہوا لالہ

راس الرؤسا راس علیمداد ولادہ سردار مہ و مہر نکلاہ سر الطہر

دردا کہ گرا آہ سر معرکہ وہ سر جانی ہوا کس کوہ الم کا سر سرور

وہ صدمہ ہوا دل کو علیمداد ظلم کا

غما مہ گرا سرور سردار اہم کا

ہر دم کلہ حمد کا درد دل آگاہ اور سامعہ مولا کو گواہ سبح اللہ

دعائے ہوا صدمہ علیمداد کا ہر ماہ دلی عالم ہر صدمہ اسلام ہوا واہ

ڈورا ہوا عسوس رگ لعل و کبر کا

کھولا گرہ سو کو نکلا حال کمر کا

مصمام وہ مصمام کہ ہر سو عمل اس کا کہ کاسہ سرگہ دل انداختل اس کا

کس طرح معما ہو دم دعائے عمل اس کا ہر اک درم روح عدد ماحصل اس کا

مگر حکم علیمداد و امام دوسرا ہوا

وہ مار ہو طاؤس ہو، موسا کا عصا ہو

لو واہ کہو حال نکلا ڈھال کا حال دعائے کو دو داد کہ اس ڈھال کو ڈھال

حل مہر کا گرہ ہوا اور ماہ کا ہالہ اور دودھا آہ حرم سرور والہ

بالا ادھر اس ڈھال کا گرہ مہ رو ہو

منکوس ادھر کاسہ ہر عمر عدد ہو

رہوار ہوا طالع اسد ، حملہ ہوا دم طاؤس ادا ، رعد صدا صور کا ہدم
آہ کا وہ کردار کہ ہو عمر عدد کم بمطوہ ملک سدرہ اعلا کا وہ محرم

دُم وہ کہ طا کا کل ہر خود کا عالم

نم وہ کہ ہلا اور ہوا طور کا عالم

وہ اصل ظلم حکماء بحر ارسطو دلدل عمل و خود کمال اور ملک رد
سرکوب و کمر لالہ و دُم سر و دُم آہو اور دام ہوا طرہ رہوار کا ہر مو

مظوم وہ اسوار کا حاکم وہ ہوا کا

رہوار علمدار کا اسوار ہوا کا

ہر گاہ ہوا سرکہ آرا وہ علمدار اس طرح کہا او عمر حاسد و منکار
ہو کر کلے گو ہوا طرہ کا ہم اطوار دود دل احمد کا ہوا آہ روا دار

ہدم کو ہر اول کو بدگار کو مارا

اولاد امام ملک اطوار کو مارا

واللہ کہ اس صدمہ کا دل کو ہوا صدا صد ہاسم رہوار نور اک دولہا کا مردا
آلودہ گرد آہ وہ ہار اور وہ سہرا گل سرور معظوم کا نور بر سر صحرا

گھر سرور عالم کا محل دود و الم کا

دولہا کا لہو عطر عروں اور حرم کا

دودا حرم سرور ط کو رلاؤ دودا دل اولاد محمد کو دکھاؤ
دودا لہ احمد مرسل کو ہلاؤ سردار کو معصوم کو صمصام دکھاؤ

آلودہ نکرہ حسد و حرص و ہوا ہو

آسودہ اموال ہو محروم ولا ہو

معصوم کا ہو مہر ہر اک دود نگر واد الماء ہو دود حرم محرم اللہ
آسودہ ساحل ہوا ہر سالک و گمراہ الا رہا محروم امام دوسرا آہ

مردہ ہوا ہر کودک کم عمر حرم کا
 اور گل سا گھا سوکھا مددگار ام کا
 آگاہ ہو آگاہ ہو، آگاہ ہو آگاہ سردار ہمارا اسد اللہ کا وہ ماہ
 والدہ دلید عم محمد اسد اللہ مولود حرم ماہ ام ہر کرم واہ
 سر احمد مرسل کا وہ سردار رؤسا کا
 حاکم اُمرام کا وہ مدرسِ طہا کا
 حور و ملک و آدم و حوا کا مددگار مصدوح رسل مالک کل عالم اسرار
 حلال مہم داورس و سرور و سردار وہ ماہر حال دل مور و نگس و بار
 وہ عسکر اسلام کا سالار دلاور
 وہ احمد مرسل کا علمدار دلاور
 وہ صوم، وہ عمرہ، وہ صراط اور وہ احرام گھرِ علم کا، در علم کا، معصومہ اسلام
 حائل علم حمد کا اور مالک حصام مملک طوک و دوسرا حاکم حکام
 وہ سرور عادل کہ علم عدل کا گاڑا
 اللہ کہا اور وہ محکم کو اکھاڑا
 وہ ہر ملک سدرہ کا مولا و مدرس اور گل کدہ آدم عالم کا مؤسس
 انواع سنا کا وہ معصوم و محرس وہ ہام معصومہ اودام و سادس
 محکم ہوا دوا کہ معطل ہوا دھوکا
 وہ دوسرا احمد کا اور اول وہ دودکا
 وہ صدر کلام، اصل کلام اللہ العظیم الحمد کا اور سورۃ و انصر کا مصدر
 اللہ کا ہم ام محمد کا وہ ہمسر ہم کاس و ہم عمر وہ احمد کا سراسر
 سب گھرِ علم و در سب محمد
 وہ مالک نمبر و علم و ملک محمد

مگر ہو ہوئی وصلی رسول و اسد اللہ حاکم کا عدد ہو کہ وہ حاکم ہو گمراہ
مولا کا ہو مولا کہ ہو ولی محرم و آگاہ دل رکھ سود و رگاہ حرم، رد سود اللہ

وہ حاکم مفکار، گدا ملک حسد کا

سرفار ہمارا کرم اللہ احد کا

وہ گرد وہ سرمہ، وہ طال اور وہ آرام وہ کور وہ آگاہ وہ دسواں وہ الہام
وہ دیہ وہ مکہ، وہ حرام اور وہ احرام وہ دھندہ وہ حاصل وہ سوال اور وہ اکرام

وہ سپہ وہ اوراک، وہ مملوک وہ مالک

وہ وہم وہ علم، اور وہ گمراہ وہ سالک

وہ سم وہ غسل اور وہ حنل اور ولاسا وہ سحر، وہ اسرار اللہ دوسرا کا
وہ مرگ وہ عمر، اور وہ درد و بدوا وہ بدوا وہ دار وہ سرد اور وہ گاہ اور وہ لال

وہ ہالہ حرم اور وہ مہ کامل احمد

وہ شکر حرام، اور وہ سرور ولی احمد

لکھ حاکم گمراہ کو معصوم کا گل حال روداد امام اور الیم درد ولی آل
حاصل ہوا وہ دیکھ کہ بیج کوکب کم سال آباد کا مرگ احمد مرسل کا ہوا لال

صدہ ہوا دولہا کا سد حارا وہ عدم کو

اللہ کرم کر کہ ہو آرام حرم کو

محرور طعام آہ محمد کا ولد ہو آوارہ صحرا اسد اللہ کا اسد ہو
محصور الم مالک سرکار احد ہو اور کوکب معصوم کا گہوارہ لہ ہو

عالم کا رہا کام روا با محرم

سرور کو مہ صوم ہوا با محرم

سرگرم ہارا ہوا سرور کا علمدار ال رہا مردود کا مردود وہ مفکار
لنگار ہر اسوار کو مڑ کر کہ کرد دار سہ رہ ساحل ہوا آکر ہر اک اسوار

گمراہ کا، ہر جلیقہ گمراہ بدکار

لعل اسد اللہ کا اللہ قادگار

وہ صحرانہ وہ دوسرے وہ صحرانہ وہ دوسرے ہر ذلیل و کوس و دام

وہ گرد دوا وہ وہ کلاہ اور وہ عمامہ وہ گرم روناہ سم رہوار دوگامہ

وہ عہد کھل صلہ داد و کرم کا

وہ دور مسلسل ذلیل و کوس و علم کا

گرد غم سجد اُدھر عسکر اندھا کرار کا دلدار اُدھر صحرانہ آرا

اک دلوں ایک حوصلہ دوہدم مولا رہوار پہاڑ وار سوئے طارم اخلا

لاحول ولا درو علمدار دلاور

ادواح زسل گرد علمدار دلاور

مصمام کو الہام ہوا سر کو علم کر کہ سورہ الحمد کو کہ صور کو دم کر

اک دار لگا اور دوہد اندھا کا علم کر ہر دم غمیر سجد کا دم مجہ عدم کر

وہ حصہ کمر کر کہ انگ کاسے سر کر

ہر طرح مجہ پہل کر اور صحرانہ سر کر

داؤد کا ہدم ، دم مصمام دلاور اس طرح ہوا گرم سر دورہ عسکر

سو کوس دلی کوہ کو ہوا موم سراسر معدوم ہر اک درخ کا لوہا ہوا تھل کر

ہر گرم رو کوہ کا دل آگ سا سلکا

موسم سحر ہوا گل، لالہ و گل کا

طاؤس مرغ و پال کر آرا اس طرح ہوا لامح و ساطع سر صرا

ہر سال کو دوہد طا موسم گرا معلوم ہوا آگ کا اسرار و سجا

دھوکا ہوا عالم کو کہ اسم اس کا رکھا آگ

تکس دم مصمام گرا اور ہوا آگ

اندا کو پلائی کا ہوا سم دم مصمام ہر گام گرا بادہ سودا کا سرعام
معدوم دل اہل لحد کا ہوا آرام اللہ سرسام کو اس دم ہوا برسام
رو سیکر مردود کا ہر سو ہوا کالا

اور مردم مردم کا ہر آہو، ہوا، کالا
اُس کاسے مصمام کا عالم ہوا مٹو اک کاسے پتھر، طبع ہر طرح کا مٹو
اندا کا دل دگر دہ گلو، صدر دسرود اور امر کلو امر، کلو عام ہر ایک سو
آسودہ ہوا حوصلہ ہر مورد و جنگس کا
مٹو ہوا معدہ طبع و حرص و ہوس کا

ہر گاہ ارادہ ہوا، اسوار کا گھر کو رہوار اڑا اُس کا دہل کر، کہ کدھر کو
مصمام کا اک دار ملا کاسے سر کو آدھا دہ اُدھر کو گرا آدھا دہ اُدھر کو
دل سپا، لہو سم کر اسوار کا سوکھا

لوہا رہا مصمام علمدار کا روکھا
مصمام علمدار کے احکام نگر کو اوکھور در گور کھلا، کھول کھر کو
رہوار کا اعلاام اُدھر اور اُدھر کو عادل کا ہوا دور، ذرود دور ہو سر کو
مصمام کا حصول سر متحرک سرود

سرود دم مصمام کو اور اصلہ دھرد
ہر دم دم مصمام دہ دم رعد سا گڑکا ہر دہ دلہ کو سپد ہوا اسم کا گڑکا
ہر دل کو ہوا آمید مصمام کا دھڑکا سرگم ہوا اور کام معطل ہوا دھڑکا
اوراک دھوس دل و ادراج گم اُس دم
مہووم ہر اک رود و سرود و طرم اُس دم

اک دار لگا اور انگ سر ہوا سوکا مالک ہوا مسرور ملا مال گرد کا
ہر گاہ کو دہ دار ہوا داسا درد کا اور ملک عدم کو ہوا ادراج کا ہوا کا

کہہ سہم عطارد کا ہوا مرگ صد کو
 کہہ ہلبہ عصام ہوا ہار صد کو
 کردار حسام دلیہ سرد کر آہ کہہ طہر و گدہ ساحل و دہار
 نور رخ عطارد کا اعدا کو ہوا دار حصہ کمر و دل کا ہر ایک سہم عطارد
 وہ حملہ رہوار، وہ دولا کہ کا عالم
 مصرصر کا اوپر طور، آدھر راکھ کا عالم
 اعدا کو ہر اک صدمہ کال ہوا حاصل سردار کو درد و الم دل ہوا حاصل
 اس گوہر اسلام کو ساحل ہوا حاصل ساحل ملا اور سم پلائی ہوا حاصل
 رو کر کہا دودا دو سردار دیا دور
 ہم دار و ساحل اور امام دوسرا دور
 سردار اوپر جو عطارد دلاور دل مردہ و مہوم طواری اور بکدور
 کہہ مرگ عطارد کا دوساں سراسر کہہ ولولہ وسیل عطارد نکدور
 کہہ درد کمر، کہہ دل آگاہ کا صدمہ
 کہہ صدمہ آل اسد اللہ کا صدمہ
 کہہ بد سوتے صحرا کہ کدھر گم ہوا دہ ماہ کہہ مردک طہر معصوم میر راہ
 ہر لمحہ سوا درد و غلّ دل آگاہ کہہ آہ کہہ الحاج شو دو کہہ اللہ
 کہہ درد کہ ہر صدمہ عطارد کا رو کر
 اللہ بد کر، اسد اللہ بد کر
 سرگرم صدا کہہ شو دلدار، وہ سرد آؤ اوپر آرام دل و دالہ دماور
 ڈھارس دودہ ہم کو کہ ہو آرام سراسر مظلوم کرد حال عطارد دلاور
 اس دم ہوا گم آہ عطارد تارا
 دلدار تارا ہو بدگار تارا

دلدار! سوا دردِ بُوا دل کو دوا دو دلدار! علمدار کا ہو وصل دھا دو
دلدار! علمدار کا رو ہم کو دکھا دو دلدار! علمدار دلاور کو صدا دو

حقو ادھر آؤ ، ادھر آؤ ادھر آؤ

مردہ ہوا سردار، علمدار گھر آؤ

حاصل ہوا ہم کو الم مرگ محمدؐ معصومہ کو دردہ لگا ، صدمہ بُوا لاحد
وہ موم وہ روناو سیر ہمسر احمدؐ معصوم کا سوگ اور الم احمدؐ کا بچہ و
الہ الم اس طرح کا کس دم ہوا حاصل

واللہ کہ درد کمر اس دم ہوا حاصل

اولاد محمدؐ کو رہا کس کا سہارا دلدار! دلاسا دو، بُوا کام تھارا
سائل کو سدھارا کہ عدم کو وہ سدھارا وہ مُردہ بُوا آو، کہ سردار کو مارا
تُو کہ بُو گور اسد اللہ دھا کر

داو اسد اللہ ! مہم سر کرد آکر

آرام دہ سرورِ عالم ہوا دلدار رو کر کہا معطوم ہوا حال علمدار
وہ عمو، وہ سائل، وہ ظلم اور وہ رجاوار آبادہ سیر راہ مسلح ہر اک اسوار
اللہ بدگار بُوا اہل کرم کا

حقو کو طاؤزِ مراد اہل حرم کا

اللہ سدا حوصلہ حقو کا ہوا بُو اس جہدِ عمدہ کا صلا عمدہ عطا ہو
آل اسد اللہ کا ہر کام روا ہو سوکھا ہوا ہر دودھ محمدؐ کا ہرا ہو
ہو دردِ حسد، حسکہ نکار کو حاصل

آرام ہو سردار و علمدار کو حاصل

کو جھ کرے، جھ کرے، سرورِ عالم سرور ہو، سرور ہو، سرور ہو اس دم
کو گھر کو ارادہ ہوا عمو کا مہم سولا کہو للہ، ہوا صدمے دل کم

سرور کہو، آرام ہوا دود کمر کو؟
 رعبار عشوا عم دلاور کا ادھر کو
 مولا کو ہوا وصلی دلاور کا سہارا طالع کا ہوا آہ وصال اس کو گوارا
 لکڑا گردہ غمر سہ وہ سارا کو سرور عالم وہ عابد کو مارا
 محکم کو ہدم کو، مددگار کو دود
 کو آؤ، وہ دم، اکھڑا عابد کو دود
 وہ وار لگا کاسے سر اس کا ہوا دود مارا اسد اللہ کو، کو ہم کو بھلا دود
 ہو مرگ عابد بھل، آؤ دعا دود نرودہ حرم احمد مرسل کو دکھا دود
 ہر طرح گوارا کہو اس دود و الم کو
 کو سوگن عابد کا دود حکم حرم کو
 سردار گرا، اور کہا آہ عابد محرم کو محرم دکھا واہ عابد
 اک لہ رہو اور سر راہ عابد بھراہ کو سردار کو اللہ عابد
 واللہ مدعا دود مع سردار اہم کو
 اس دم الم مرگ گوارا ہوا ہم کو
 آرام لہ روح کو اس دم ہوا ددگار اک گور ہو اور نرودہ سالار عابد
 گر مرگ مدگار ہو، طالع ہو مدگار حاصل سر ساحل ہو نرادر دل سالار
 آسودہ دام احمد مرسل کا ولد ہو
 سردار و عابد کو آرام لہ ہو
 نرودہ ہوا الحال امام دوسرا آہ سر آل محمد کا سر عام نکلا آہ
 دود اسد اللہ ہوا وا ولدا آہ کاسہ سر کرلا کا دود حصہ ہوا آہ
 واللہ عابد، دل آگاہ کا صدمہ
 ہم کو ہوا مرگ اسد اللہ کا صدمہ

دلدار کو مڑ کر کہا آگاہ ہو آگاہ دردا کہ علم احمد مرسل کا گرا آہ
 دلدار دیکھو سوگ علمدار کا لٹکے ساحل کا ارادہ کرو اور ہم کو لو ہمراہ
 سردار کا سر کھول دو حمامہ گراؤ
 اور نرودہ علمدار فلادور کا دکھا دو
 ہمراہ امام اس دم ہوا دلدار اور دہرود ساحل ہوا وہ گل کا بدگار
 سو درد اور اک روج امام ملک الطوار اور درد علمدار، علمدار، علمدار
 ہر گام صدا آہ بدگار، کدھر ہو
 آگاہ کرو لٹکے علمدار کدھر ہو
 کس دم سر ساحل ہوا سولا کا درد آہ دم ہدم مرگ اور علمدار سر راہ
 دوڑا سوچ ہدم اسدائشہ کا وہ ماہ اور آہ لہو اس کا سر رو ملا دالٹشہ
 صدمہ ہوا اس طرح کا دل کو کہ پلا دل
 اٹشہ کہا اور گرا سرور عادل
 اوس ہدم سردار کو اس دم ہوا الہام آگاہ ہوا آگاہ کہ ہوا مورد اکرام
 وارد ہوا سردار ام مالک اسلام آکھڑا ہوا دم رو کا کہ سرور کو ہو آرام
 رو کر کہا سردار کہو درد کمر کا
 دردا کہ سر راہ حمامہ گرا سر کا



ہسر نہی پاک کا کب عرش ہوا
برتر ہے وہ پہلے سے یہ اب عرش ہوا
تعمیر بھٹ سے بن رہا تھا اک سنگ
گردوں نے دھرا سر پہ لقب عرش ہوا



کیا نفع جو متلی و پرہیزی ہے
تقویٰ و صلاح کتنے انگیزی ہے
واللہ کہ ہے محبت ایسے کوثر
منہ دھونا وضو میں آبرو ریزی ہے

سلام

ٹھہرا اُسے مدام جو راہِ رضا میں تھا
 جلیڈ نے دفن کر کے شہیدوں کو یہ کہا
 پیادوں کی موت گھر کی چابی عطش کی دھوم
 شربت بھی بھیجا ٹھٹکیں بھی چاقی کی کھول دی
 عباس نے بھی خوب نبھائی حسین سے
 دربار میں یزید نے جس دن طلب کیا
 اے چرخ کیوں حسین کا خیمہ اٹھا دیا
 پانی دیا کسی نے نہ صقر کو بوند بھر
 کانفر نہ اس طرف تھا بجز سادہاں کوئی
 صخر تھا جب گلے پہ وہ ہلکے خدا میں تھا
 حصہ نہ اس مریض کا خاکِ شفا میں تھا
 کیا شاہ پر دُور بلا کر بلا میں تھا
 یہ فیض خاص حصہ مشکل کٹاؤں میں تھا
 جو عشق ابتدا میں وہی انتہا میں تھا
 کیا دل نئی کے آئل کا خوف ورجا میں تھا
 دیا تو میرِ حضرت خیرالقا میں تھا
 کیا رحم دل نہ ایک بھی اہل دعا میں تھا
 مومن سوائے خُر نہ کوئی اشتیاق میں تھا

انہوں اے دیر نہ طالع رسا ہوئے

دل اس برس بھی آرزوئے کربلا میں تھا

مصروف نگہداشت شہنشاہِ قلم ہے

مصروف نگہداشت شہنشاہِ قلم ہے اور فوجِ جوانانِ مضامین بھی بہم ہے
 جاکیزِ دلق ہے درِ تنخواہِ رقم ہے معنی ہے اگر سکہ تو ہر لفظِ درم ہے
 خطبہ ہے صیبِ بہنِ مظاہر کی ثنا کا

عطار ہے جو میرؔ فوجِ خدا کا
 قوم اپنے جوانانِ مضامین کی کہوں کیا الہامِ نسب، ساکنِ غیب، ہمسرِ انشا
 شیریں لب و رنگیں قد و محبوبِ سراپا لازم ہے ملازم کہے اُن کو خرد اپنا
 اکثر ہیں جگر گوشے مری طبعِ قوی کے
 اور بعض ہیں فرزندِ صلیبِ نبوی کے

یہ فوجِ سخن رچے میں نایاب جہاں ہے یعنی اہلِ باوِ علی ان کا نشان ہے
 قرطاس کا تو مرکبِ فقرہ نہ دان ہے لفظوں کی پسِ سطروں کی شمشیر و سناں ہے
 خاصہ مرا الزامِ خلافت سے بری ہے

یا غیر کے مضمون کا چہرہ نظری ہے
 یارب بھی کثرتِ مری محفل کی نہ کم ہو ان قدر شناسوں کا فزوں چاہ و حشم ہو
 عقیقی میں نجات اور یہاں حیرت کا غم ہو ہر فرق پہ عباس کا دامنِ علم ہو
 فرماتے ہیں حسینِ دُعا دیتے ہیں مجھ کو
 جو کوئی نہ دے وہ یہ بسلا دیتے ہیں مجھ کو

فرما کے قدمِ رنجِ کرم کرتے ہیں ہم یہ ہے فقرِ مرا سر جو دھروں ان کے قدم پر
 احسان ہے حقیقت میں مگر شاہِ اُسم یہ نازاں ہوں میں ان مومنوں کے لطف و کرم پر

منبر پہ بلند اور مرا پایہ ہوا ہے
 گویا کہ سخن عرش کا اب آیہ ہوا ہے
 کوئیں شب و روز کے پیاسے کا ہوں ذاکر پر اور کرم ہوں مہمنی نظم کی خاطر
 مظلوم کا ہوں مرثیہ گوئی، نہیں شاعر ہوں بندۂ اعجاز نما پر نہیں ساحر
 توبہ میں کروں معجزہ مقدور نہیں ہے
 مہیڑ کے اعجاز سے پر دور نہیں ہے
 اللہ اگر حکم میں اللہ کا پاؤں نو دلیر اطلاق کا اک جزو بھاؤں
 اور صورت قرطاب حریان کو اٹھاؤں لکھ لکھ کے ثنا ابن مظاہر کی سٹاؤں
 شیرازۂ نو باندھنے پر دل اگر آئے
 ہر تار لطائف ابھی سوزن میں در آئے
 ہدم رقم مرثیہ میں آہ و فغاں ہے رُجے میں نکالی مرا ہم نظم کہاں ہے
 خسر یہاں دروزہ مگر نظم و جیاں ہے یہ دولت مداف شاد و جہاں ہے
 سینہ زل ماتم شاہ شہدا ہے
 کوئی نہیں انکس بھاؤں تو بجا ہے
 کو میں بھی مروج ہوں کی حال کا لا اس مرثیہ خاص میں دھڑی نہیں زیا
 پر حق ہے یہ ایجاب ضمیر سخن آرا خلاق معانی، لقب خاص ہے جس کا
 ان کے در ہر بیت سے مضمون کی عطا ہے
 خاقانی فقر اشعرا ان کا گدا ہے
 ان کو ہر نظم میں داور نے کیا فرد نور سخن انوری اس مہد میں ہے گرد
 وہ مری بازار نظیرتی بھی ہے اب سرد سدی کا گلستان جہاں خوار ہے اور ذرد
 ترجیح کے اسرار غنی صاف جلی ہیں
 یعنی کہ یہ مداح حسین ابن علی ہیں

گویا کہ ہیں استاد میرے بیٹے ثانی دم کرتے ہیں الفاظ میں ارواح معانی
 ہیں مرثیہ انہی مظاہر کے وہ بانی پر مصنفوں کے ہاتھ ہے یہ مرتبہ دانی
 کیا مدح سے استاد کی دلدادہ ہے میرا

وہ ان کا ہے ایجاد یہ ایجاد ہے میرا
 ہر چند کہ ہے حصہ ہے مضمون رعایت آگے نہ کسی کو ہوئی پر ایسی بدایت
 واللہ نہ ہے نکل نہ کینہ نہ شکایت منظور ہے پر زور طبیعت کی رعایت
 کہتے ہیں کہ گنجائش احوال نہیں ہے
 ہر ماہ اگر کہے تو احوال نہیں ہے

معنی حمیر اہل زباں سے نہیں اخفا روشن ہے دلوں پر شرف نام سراپا
 ہیں غیر بھی جو جو لقمہ ان کے میں سمجھا یعنی کہ سخن سب کو پسند آتا ہے دل کا
 یوں لوح پہ ہے قدر حمیر اہل سخن میں
 دل جیسے کہ ممتاز ہے اعطائے دان میں

وہ لوح سر طالع و سیم فصاحت وہ لہر لقمہ و وہ اقلیم فصاحت
 راست ان کے قلم پر وہ تعلیم فصاحت اور پائے سخن پر سر تسلیم فصاحت
 چنتے کہ نتائج ہیں بدائع ہیں جہاں میں
 موجود ہیں جوہر کی طرح تجلے زباں میں

سلطان صبا ان کا لہم ہے دم تحریر گل گل جہن لقمہ کو فرماتے ہیں تنہا
 ہر صیغہ مسدس ہے وہ دقتی ہے شمشیر اقلیم سناں صورت شمشیر جہانگیر
 اک خنجر مصرع کے برابر اگر آئے
 خورشید میں پھر نیست جزا نظر آئے

بالائے دوات اہل نظر کی یہ گواہی ہے چشمہ حیوان فطر کی اسے شای
 اور آب حیات سخن اس کو ہے سیاہی خامہ تو ہے یونس وہ فضائے لب مای

کیوں وہ نہ دوات آہدے لوح و قلم ہو

بے آہنی باغ نبوی جس سے رقم ہو

ہوں روئے ورق ان کے رقم سے ہے نمودار جس شکل خط ہیز سے آرائش رخسار

بھلی کی طرح نقطے ہیں سب مطلع انوار اک نقطے سے جو چاہیں پڑھیں مردم ہشیار

واں جوش مضامین نہیں محتاج بیاں ہے

بے پائے قلم صفی پر تحریر رواں ہے

لاریب توارذ سے بری کوئی کہاں ہے اطرار توارذ ہو تو سرتے کا گماں ہے

جو مصرع سوزوں مرا مشہور جہاں ہے البت توارذ ہو تو حیرت کا مکاں ہے

سرق ہے کہ تالیف ہے مضمون کہن کی

یہ سب ہے زکوۃ اپنے زر ہجو خن کی

بھری میں اگر بخت جواں ہو تو مزا ہے ہم پتہ ناک جو کہاں ہو تو مزا ہے

سر کے لیے معراج شاں ہو تو مزا ہے جاں فدیہ خلاق جہاں ہو تو مزا ہے

بھری میں گلِ دُغم سے ہے حسن بدن کا

ہنگام سحر لطف ہے گلکش چمن کا

اے مٹک قلم جلوۂ کافور دکھاوے اے شام سیاحی حر نور دکھاوے

اے مطلع روشن شجر طود دکھاوے اے رنگِ سخن صاف رخِ حور دکھاوے

اس مرثیے میں اُس کے فضائل کا بیاں ہے

جو سن میں مُسن اور ارادے میں جواں ہے

کس قصہ بیابان شہادت کا بیاں ہے سرسبز فصیحوں میں جو طوطی زباں ہے

کس یوسف شیرِ کارِ رخ سوئے جتاں ہے جو حور ہر اک مثلِ زلیخا نگراں ہے

مشتاقِ لقا حضرت محبوبِ خدا ہیں

کونینِ صوبِ ابنِ مظاہر پہ فدا ہیں

چری میں جواس بخت صہب ابن مظاہر غازی، اسدی، ٹیک، صہب ابن مظاہر
حیدر کے جیبوں کا صہب ابن مظاہر بے چارہ و مظلوم و غریب ابن مظاہر
سروے کے یہ چری میں شک دوش ہوئے ہیں

بالوں کی سفیدی سے کفن پوش ہوئے ہیں
جس چر کا اقبال ضعیفی میں جواس ہے حقا وہ صہب حق فردوس مکاں ہے
تابت قدم ایسا کوئی چروں میں کہاں ہے تابت قدمی پاؤں سے رشتے میں میاں ہے
سر ہتا ہے پ ہر کتبہ پارتن میں جھی ہے
جنہش میں ہے لو، طبع کو تابت قدمی ہے

ظاہر ہیں صہب ابن مظاہر کے فضائل صہب نبیؐ کا ہے یہ فرخندہ شاکل
شمس کی الفت میں جو پایا اسے کامل اس صہب باطنی نے کیا بر میں ممالک
پ خود غلطوں نے وطن آوارہ کیا ہے
ہر جزو بدن حق سے سپارہ کیا ہے

ہے بے سرو ساماں کوئی ایسا شہدا میں سرفتن ہے کبے میں بدن خاک شفا میں
نردہ تو ہے دوبارہ شہ ارض و سما میں سر ابن مظاہر کا ہے سرکار خدا میں
کیوں کر نہ وہ سر قابل درگاہ خدا ہو
جو خالق کونین کے فدے پ فدا ہو

اب عزم ہے بالجزم کہ ان شیعوں کی خاطر کچھ ابن مظاہر کا شرف کیجیے ظاہر
یہ نو فلک و شش بہت و چار عناصر ہیں شہد خوش طبعی ابن مظاہر
دل محو خدا جان فدا شاہ کے ہو
سز عرش تو کلت علی اللہ کے ہو

بچپن میں جو گھر سے شہ دیں کیلئے آتے یہ مٹیوں میں خاک قدم ان کی اٹاتے
کچھ آنکھوں میں انگلی کی سلامتی سے لگاتے کچھ خاک کو گلگوتہ رخسار بناتے

اک خاک سے سو حسن کا طالب وہ جری تھا

صندل تھا بکی سرمہ بکی، عطر بکی تھا

جب جمع کیا آب و گل ان کا پے تغیر نقدیر نے (۱۱) ملک افسانہ شہر
ظلی میں تو اُس خاک کو سمجھا کیے اکسیر جری میں ہوئے فتنے کے لیے کویہ شمشیر

تن خاک ہوا راہ میں شاہ شہد کی

دانا تھے سو تسبیح بنے خاک شفا کی

بے وجہ نہیں منہ پہ ملی خاک وہ اصلاً بچپن میں جیم تھا پے طامع مولا
اور مہر ضعیفی میں حضور وہ تھا آب دم تغیر سے کیا سج سرو پا
منہ غول سے اگر دھویا تو ہاتھ آب بھا سے

اس تارہ دمنو سے گئے ملنے کو خدا سے

بچوں کی صفیں کھینٹے میں کرتے تھے تیار شہر کو ان سب میں بتاتے تھے یہ سردار
شہر انہیں میرہ کا کرتے تھے بخار آقا سے جو بھولی کوئی کرتا تھا عکسار

ہاتھ ان کا علم ہوتا تھا شمشیر کے بدلے

بچوں سے لڑا کرتے تھے شہر کے بدلے

لکھا ہے کہ جب زن کو چلے لانے کی خاطر کس پیار سے شہ بولے خدا حافظ و ناصر
ظاہر ہوا اعجاز حبیب ابن مظاہر بھرا کیا بھری نے جوانی ہوئی حاضر

سج کر پاک تھی یا لطف خدا تھا

قیضے پہ دھرا ہاتھ جوئی دمنو جدا تھا

لکھا ہے کہ تھے گھر میں صاحب ابن مظاہر جو کبھی سے راہی ہوا زہرا کا مسافر
پہ گھر میں تھے مسلم مظلوم کی خاطر یاں منزل لڑل تھی وہاں منزل آخر

رونے کو ملک لاشہ مسلم پہ تلے تھے

بچی تھی بندھی فاطمہ کے ہال کھلے تھے

ہمراہوں سے کہتے تھے سب منزلوں میں شاہ ان کوفیوں کو شوق یہ کیسا تھا مرا آہ
کوئی بھی ملاقات کو آیا نہ سر راہ اب خیر کرے مسلم مظلوم کی اللہ
معتشوق کی عاشق نہ خبر لے تو غضب ہے

لو این مظاہر بھی نہ آئے یہ عجب ہے

وجہ یہ ہوئی اسنے میں اک گرد ضیا تاب جس گرد کی گردش پہ پلا گرد ہو گرداب
خفگی میں بھنور اور بھنور میں ڈر ٹایاب بیساختہ کہنے لگے یہ شاہ کے احباب
ظہر کہ غریبوں کا غریب آتا ہے مولا

محبوب الہی کا حبیب آتا ہے مولا

روکا ہر فاطمہ نے تو سن چلاک اور گرد سے نکلا وہ حبیب شہ لولاک
تسبیح بکف، سر پہ کفن، جیب قبا چاک آنکھوں سے لگائے شہ دیں کے قدم پاک
بالائے رکاب آنکھ تھی پاؤں پہ نگہ تھی

بھٹی کی طرح آنکھ میں سوزے کی جگہ تھی

ہٹے بولے کہ بس بس نہ بہت شوق بڑھاؤ چھاتی سے لگاؤں تمہیں لو سر تو اٹھاؤ
وہ بولا میں نام ہوں یہ کلمہ نہ سناؤ پڑسا مجھے دے لو تو گلے اپنے لگاؤ
گھبرا کے شہ دیں نے کہا کس نے قضا کی

کہ خیر تو ہے اٹھی اہل مہا کی

چھوڑا ہے کہاں مسلم ناشاد و حزیں کو وہ بولا کہ مارے تجھے ذالچ کی نویں کو
بہتر نہیں کوفے کا سراپ شہ دیں کو کیا عرض کروں مشورہ فوج نصیب کو
اغلب ہے گلا آپ کا ٹھنڈے کے تھے ہو

دست کو تو ہمراہ نہیں لے کے چلے ہو

مسلم پہ جو گزرا وہ بیاں کیا کروں یا شاہ اک شیر کو گھیرے ہوئے تھے بیکروں روہا
زخموں سے تو دھاریں تھیں رواں خون کی واہد اور ہاتھ بس پشت بخود باندھتے تھے آہ

جب خون اگلنے تھے وہ افرامہا من سے

کھڑے بھی جگر کے نکل آتے تھے دہن سے

پھر ہام پہ لے جا کے انھیں زندہ گرایا رستے ہی میں دشمنی کو پیام اجل آیا

پہلو ہوئے شق صدمہ یہ گرنے میں اٹھایا پھر لاش کو سب کو چوں میں اعدا نے پھرایا

ہے ہے میں کہوں کیا کہ ہر اک ظلم نیا ہے

اب مردے کا سرکٹ کے سوئے شام گیا ہے

حضرت نے کہا آہ مرے بھائی غریب آہ اور انہی مظاہر سے مخاطب ہوئے یوں شاہ

تو کا ہے کو برباد ہو بھائی مرے ہمراہ جاشوق سے گھر اپنے میں خوش اور مرا اللہ

مہمان تھا اکبر و عہاق ہیں بھائی

اب ہم علی اسقر سے بھی بے آس ہیں بھائی

مسلم تو سجدوش ہوئے حکم خدا سے اب ہم کو یہ باقی ہے کہ مقتول ہوں یا سے

نعت کی دعا ہے یہ سدا رہا ہے امت کی رہائی ہوئیں ہوں قید بلا سے

لینے کے لیے کہے سے لایا ہوں حرم کو

منظور ترے گھر کی چابی نہیں ہم کو

وہ بلا نہ واللہ نہ واللہ نہ واللہ خادم نہ جدا ہوگا یہ فرماتے ہیں کیا شاہ

پاند تری راہ میں اسے خسرو ڈیچا ہو فرش جو تینوں کا تو میں سر سے چلوں آہ

گر حیدریں نے نہ وفا کی ہو تو کہے

قہنر نے علی سے جو دعا کی ہو تو کہے

کیا نہ جو کہوں مالک اشتر مجھے سمجھو یا جانی سلطان و ابوذر مجھے سمجھو

سو پخت کا ہے فخر جو قہنر مجھے سمجھو قہنر نہیں قہنر سے بھی کتر مجھے سمجھو

بچپن سے ترے ساتھ ہوں حسین کے قابل

جونی میں نہ فرمائیے نظریں کے قابل

صفرا کی طرح تو مری جی نہیں بچار جو جا کے علاج اس کا گھر میں میں ناچار
ایذائے سفر ترک وطن قلب انصار آقا پہ تو آسان ہو اور مجھ پہ ہو دشوار
اس شرط پہ فرماؤ تو جاؤں ابھی گھر کو
ہسٹ پہ فدا کرنے کو لے آؤں پسر کو

گر اہل جنا قطع کریں پاؤں ہمارے پروا نہ صفت لاش پھرے گرد ہمارے
سرکٹ کے نہ ہو پائے مبارک سے کنارے دل شق ہو تو ٹھیر ہی ٹھیر پکارے
گر باجھ جدا بندے کے ہوں کھنے پہ سر کے
دامن سے خداوند کے پیچہ ہوں سر کے

پھر اشتر نہت کی مہار آن کے لی تمام چلایا کہ سیدانی سفارش کا ہے جنگام
آغاز تو بہتر تھا بُرا ہوتا ہے انجام سید مرا رخصت کا مجھے دینا ہے پیغام
یہ رمل ہل حشر سے مشکل ہے تو کیا ہے
وہاں دامن زہرا یہاں نہت کی روا ہے

نہت پہ جب جوش مرذت ہوا طاری حضرت کو قسم دے کے سکینہ کی پکاری
عاشق نے ترے رو کی ہے نہت کی سواری فردوس کا مشتاق ہے یہ بخشو میں واری
لو ساتھ اسے بھی کہ فراق اس پہ ستم ہے
تم کو چہ مینے کے مسافر کی قسم ہے

ہنہ بولے کہ مجھ پر بھی ہے شاق ان کی جدائی پر ان کو بھی روئے گا یہ یکس ترا بھائی
القصہ قصا شاہ کو میدان میں لائی اور صبح شب قتل نے کی جلوہ نمائی
مرنے پہ صفیں دھوپ میں باندھیں شہدا نے
پر کھولے بتائے عجم۔ فوج خدا نے

اللہ دے انوار سپاہِ شہدائیاں دوزوں کا ہوا نزع گمراں سر کا ارزاں
تھی بسکہ ترقی پہ تجلیاں جہاں بند آکھ کیے لیتا تھا خود شہد درخشاں

نظارے میں عاجز دم رنڈ تھا خورشید

انہوں کی طرح دست پہ دیوار تھا خورشید

ہاتھ سے ادھر جتنا تھا یہ لشکر حق دور واں لشکر باطل سے بس اتنا ہی تھا حق دور

طلعت سے شہیدوں کے ہوا رنگِ شفق دور باقی نہ رہا مہر کو نظارے کا مقدور

یہ نور ہمارا غازیوں کا چرخ کہن میں

جو ساغر خورشید جھلکنے لگا زن میں

ٹیپے سے برآمد ہوا احمد کا نواسا عشاقِ اجل تین شب و روز کا پیاسا

ہمشیر کو دیتے ہوئے مزمز کے دلاسا آداب بجا لایا ہر اک حق کا شناسا

ہجرے کے صلے میں یہ منادی نے عداوی

ایمان کا اضافہ کیا اور عمر گنناوی

ناگاہ سوار ایک ادھر سے ہوا پیدا مشہور کثیر ابنِ سحاب اٹھ دینا

حق ابنِ مظاہر کو عجب آفتِ مولا شیرانہ پکارے کدھر آتا ہے ٹھہر جا

بولا وہ طرف دار بہ انجامِ عمر کا

بہر شد دیں لایا ہوں بیضامِ عمر کا

فرمایا حبیب ابنِ مظاہر نے کہ اچھا تو جا پہ سلاح اپنے یہیں کھول کے رکھ جا

وہ سامنے در پر ہے کھڑی دخترِ زہرا ہر دم ہمیں آواز یہ دیتی ہے وہ ڈکھیا

لکھ مرے بھائی سے ہشیار رہو سب

زہرا کے کیچے سے خبردار رہو سب

اُس نے کہا مردوں کو سلخ کھولنا ہے عار یہ بولے کہ پھر پاؤں بڑھانا بھی ہے دشوار

یوں تنگ بکف چل تو حضورِ شبِ ابرار چنے پہ مرا ہاتھ رہے گا دمِ گفتار

ڈرتے ہیں بلا سے نہ دغا سے نہ قضا سے

واقف ہیں مگر عالموں کے کرد و دغا سے

اس نے کہا دیکھو تو بھلا قبضہ مرا تمام یہ بولے کہ چاہوں تو ابھی چچین لوں مصام
یہ سن کے بڑھے اکبر و عہاق خوش انہام اک وقت یہ تھا ایک وہ تھا عصر کا ہنگام
کوئی بھی نہ تھا شمر کو جو روکتا بڑھ کر

شہر کا سر کاٹا تھا سینے پہ چڑھ کر

حضرت نے کہا آنے بھی دو ڈر ہمیں کیا ہے آکر وہ شقی بولا عمر نے یہ کہا ہے
دیکھو تو سوتے نہر کہ کیا آب و ہوا ہے عہاق نے فرمایا وہ بے شرم و حیا ہے
دریا کے کنارے سے نظر بدھڑکی ہے

کوڑ سے یہاں مثل حباب آنکھ لگی ہے

وہ پھر گیا تو ایک جواں اور بھی آیا وہ کھڑکی صورت تھا یہ ایمان کا آیا
زہرا پہ جلو سر پہ یہ اللہ کا سایا اصحاب کو اپنے یہ حق دیں نے ستایا
لو ڈنوں سے خورشید درخشاں نکل آیا

گھسار سے یا قوت بدخشاں نکل آیا

کی عرض حبیب ابن مظاہر نے کہ آقا یہ قمی کا فرزند ہے اور بھانجا میرا
پر اب مجھے کچھ واسطہ اس سے نہیں حاشا حضرت نے کہا لاؤ لے نہت کے ہیں کس جا
کہ عوث و عتہ سے اسے لینے کو جائیں

شہر کی جانب سے دعا دینے کو جائیں

وہ بولا کہ دریافت تو کر لیں ”ہر“ ایرار یہ قبر کے قافل ہے کہ رحمت کا سزاوار
حق بولے ترے رشتے سے آتا ہے مجھے پیار نیکیں کے ظف تک ہیں بدکاروں کے بدکار
آواز دی یہ بھانجے کو اس نے غضب سے

تو آگے تو ہشیار تھا غافل ہوا کب سے

لو بے ادب اس وقت بھی ہے گھوڑے پہ اسوار حیدر کا یہ دربار ہے احمد کی یہ سرکار
یہ کون کھڑا ہے ارے کونین کا سردار جہے میں چڑھا پشت نبی پر جو کئی بار

آ آنکھوں سے سید کے قدم تو بھی لگالے

ہیڑے سے حسین لے زہرا سے دعا لے

گھوڑے سے گرا پاؤں پہ سروڑ کے وہ دیدار حضرت نے کہا پہلے بتا آنے کا اسرار

کی عرض، عزم سے ہے بیعت کا طلب گار شہر بولے کہ جا کہہ دے پڑیا نہیں زہرا

فریاد کی اس نے سب انکار ہلا کر

دوزخ کو کوئی جاتا ہے فردوس میں آ کر

حضرت نے کہا، کیوں نہ ہو ہے ہمارا کس کا پھر خیر کیا ابن مظاہر نے بھی کیا کیا

کہتا تھا کہ بر آئے یوں ہی سب کی تمنا گریہ نہ ادھر آتا تو کتنی یہی دنیا

حضرت سے حبیب ابن مظاہر نے دعا کی

یہ ہمارے نے آل حبیب پر جنت کی

ناک حشر ہوئے چہ لاکھ شکر کچھ خیر مولا کو بڑھے کچھ سوئے لشکر

کچھ آئے پس و پیش و چپ و راست بد اختر کچھ راہ میں کچھ ناکوں پہ، کچھ نہر کے لوہ

مرکب کہیں پو یہ تو پیادے کہیں رو میں

قرنا دوف و نوبت و نثارہ جلو میں

اس بلوے سے گھبرا گیا زہرا کا وہ چلایا محتاج تھے ایسے کہ کہاؤں کو منکایا

اور خیمے کے گرد آگ سے خضاق میں ہلایا کی تیغ علم جس نے غلام اس میں گرلایا

زخے میں لیا فاطمہ زہرا کے خلف کو

ناری نے کہا آل حبیب کو جلا دو

پھر نے لگیں خیمے میں نبی زلیخاں ششدر ان میں کوئی بیوہ تو کوئی صاحب شوہر

بن بھائی کی خواہر کوئی بن بیٹے کی مادر اک محن میں بیہوش تھی اک خیمے کے در پر

منہ داروں کے خوف سے ہالوں میں چپا کے

چلاتی تھیں شعل کی طرف ہاتھ اٹھا کے

اے حیدرِ حرمِ سادات بچاؤ سیدانوں کے وارثِ اہلاد کو آؤ
اے جعفرِ خیمے سے اہلاد کو بٹاؤ اے ہامیخ زورِ خداؤ دکھاؤ

دُکھیاہیاں بچاویاں کیا گھر کی خبر لیں

عابد کی خبر لیں کہ ہم اسٹر کی خبر لیں

نیزہ ابھی خیمے پہ کسی نے جو لگایا دروازے پہ نہٹ تھی اسے حق نے بچایا

اُس عہد میں وہ پہلوئے زہرا پہ گرایا اب دستِ جنا زہرا پہ اٹھایا

نظروں میں تاجی کا سماں پھر گیا ہے ہے

زمنے میں محمد کا پسر گھر گیا ہے ہے

توسن کو حبیبِ اہلِ مظاہر نے بڑھایا اور قبرِ الہی کی غرحِ شمر پہ آیا

وہ حربہ دو دہتی سرِ دشمن پہ لگایا غشِ آسمیا بے رم کو خولی نے اٹھایا

یہ شیرِ تھا گرمِ آتشِ مدِ طود کے مانند

سب لشکرِ شام اڑ گیا کافور کے مانند

سیدانوں سے عرض کی اہلاد کو بٹا کر کوٹینو نبی زادوں اب خیمے میں جا کر

اب شمر نہ دیکھے گا ادھر آنکھ اٹھا کر کیا تاروں کا منہ کہ جلائیں حصیں آکر

جب تک کہ سر اپنا نہ علم ہوگا سناں پہ

آج آئے گی تم پہ نہ امامِ دو جہاں پہ

نہٹ نے کہا ہے حصیں لوگوں کا سہارا اے اہلِ مظاہر تو یگانہ ہے ہمارا

طاعت کے ادا کرنے کا وقت آیا تقارار بڑھ کر عمرِ سعد کو آقا نے پکارا

اب چار طرف سے تو بلا فوج کو دن میں

تا ہوئے اڑاں لشکرِ سلطانِ دمن میں

ہر سمت سے لشکر کو عمر دشت میں لایا اور شاہ نے اصحاب کے لاشوں کو اٹھایا

باقی تھے جو کچھ بہرِ نماز ان کو بلایا اور قبلے کا رخ ابروئے زیبا سے بتایا

کہتا تھا عمر، دشمن حاکم نہ دیں ہے
ان سب میں نماز ایک کی مقبول نہیں ہے

وہ دھوپ، وہ صحر، وہ امام اور وہ جماعت وہ وقت فضیلت وہ اذان اور وہ اقامت
بچے ہوئے رومال برابر پنے طاعت ایک ایک نمازی سے قوی رکن عبادت
گو پیاس سے قابو میں نہ تھی شاہ کی آواز
پہرے مرثیہ پہنچتی سبوح اللہ کی آواز
نارغ ہوئے واجب سے جو ٹھہر کے پاور کی ابن مظہر نے گزارش یہ مکرر
باقی ابھی اک فرض ہے واجب کے برابر ہو مرضی اقدس تو بجا لائے یہ احقر
حسرت ہے کہ مرچاؤں میں ٹھہر کے آگے
اکبر نہ جو اس قل ہوں اس جہ کے آگے

مرضی مبارک کا سہارا جو میں پاؤں سیدھا سونے جنت ابھی جاؤں ابھی جاؤں
اندرا کی کچی، پشت خمیدہ سے ملاؤں کیا کشتوں کے پتے میں چپ و دست لگاؤں
خاطر ہے نساں گو کہ میں غم مثل کماں ہوں
سیدھا صفت حیر نساں پہ رواں ہوں
حضرت نے کئی بار گلے ان کو لگایا تازی پہ بغل قدام کے غازی کو بٹھایا
اس مہر کہن میں جو گیا مرجہ پایا خدمت کے لیے عہد جوانی بھی پھر آیا
پھر جہر فلک سامنے لا کا نظر آیا
سب شامیہ کو نور کا تڑکا نظر آیا

اب عزم ہے بالجہوم کہ ان شیعوں کی خاطر کچھ ابن مظہر کی جلالت کروں ظاہر
یہ نو فلک و شش جہت و چار عناصر ہیں شاہد خوش طبعی ابن مظہر
دل نحو خدا جان و فدا شاہ کے اوپر
سر مرثیہ تو کھٹے علی اللہ کے اوپر

کی چاہ خطر نے کہ تمام آپ بٹالے یہ بلالے کہ موجود ہیں کوڑ کے پیالے
 بولا فلک جہر سپر ہم کو بنالے موسیٰ نے کہا جہر ہے تو میرا عصا لے
 غازی نے کہا عقدہ کشا اپنا علی ہے

تجلی اپنی سپر اپنی عصا اپنا علی ہے
 اے مومنو اب غفلت صل علی ہو اے صاحبو آوازہ حسین و ثنا ہو
 شہید کے فدیے کے قبل پہ فدا ہو اس چہرہ روشن سے طلب گار ضیا ہو
 تیار ہیں اعدا کی زد و شمشک کے لہجہ
 توفیق جلو میں ہے خدا پشت کے لہجہ

کیا چراغ چہارم ہے یہ پیشانی زیبا سجدے کا نشان صورت خورشید ہے پیدا
 ابرو پہ سر چشم یہ مردم کا ہے دغا لو گرم بہ نو نے کیا پہلوئے بیضا
 اک جلوہ جو بخشش نظر مہر اثر کا
 کھودیں برقاں مہر کا اور جرم قمر کا

تھپیہ رخ ان دونوں پہ صادق اگر آئے گل باغ میں خورشید فلک میں نہ سائے
 اک بار طواف اس رخ انور کا جو پائے پھر شمع کو پروانہ کبھی منہ نہ لگائے
 گر چہ میں قرآن گل عارض کا دھریں ہم
 قصہ گل و بلبل کا ابھی پاک کریں ہم

اللہ دی تجلی چراغ رخ زیبا یوں نور کی لوکان کی لو سے ہے ہویدا
 جیسے کسی روزن سے کرن مہر کی پیدا ہر کان بنا کان در حسن و جلا
 از بس کہ ہے غل گوش ضیا ہار کی ضو سے
 سو چراغ نے دی کان میں انگلی مر نو سے

اب مذ نظر ابروؤں کے آیہ کی ہے دید اس چھونے سے سورے کی علامت میں ہے تاکید
 سب صاحبہ اخلاص کہیں سورۃ توحید مردم پہ عیاں پگلوں سے دندانہ تھید

ماتھے پہ جگہ ملنے سے شان ان کی جدا ہے
 لو سورۃ اخلاص گھینے پہ کھدا ہے
 جو دید اس ابرو کی کرے شور مچائے اک دیکھ کے جیسے مرنو سب کو دکھائے
 لیکن یہ خن اہل خن کو نہ خوش آئے عیسیٰ کی طرح اس کا خن شہرہ قلمن ہے
 لو اور سنو کہتے ہیں یہ فنیچہ وہاں سے
 پوچھو تو بھلا فنیچے میں یہ بات کہاں ہے
 وہ پتھرداں ہے جو کبے بچ دہن ہے کہتے ہیں اسے بچ اور اس میں بھی خن ہے
 جان اس کی فصاحت یہ فصاحت کا بدن ہے عیسیٰ کی طرح اس کا خن شہرہ قلمن ہے
 لو اور سنو کہتے ہیں یہ فنیچہ وہاں ہے
 پوچھو تو بھلا فنیچے میں یہ بات کہاں ہے
 اب نضر دہاں پشمۂ خیواں میں جو ہو پاک تو ہو صفت نطق حبیب شہ لولاک
 پاں ناظر بھولا ہے کلیم اللہ اوراک دہوئی فصحا ان سے باغت کا کریں خاک
 جس پر ہے یقیں خط شعاعی کا جہاں کو
 غورشید کے تالو سے یہ کھینچا ہے دہاں کو
 یوں دیش کی ہے شان حضور رخ جاہاں جس طرح پڑے شمع کے آگے کوئی قرآن
 اور سینہ بے کینہ ہے گنجینہ ایماں گنجینہ ایماں ہے دلوائے شہ مرداں
 ہاتھوں میں ہے کونین کی دولت تو بجا ہے
 ان ہاتھوں میں دامن امام دوسرا ہے
 دیکھو کوئی امضا کے تناسب کو خدا صانع نے جب مجلس ترکیب سنوارا
 بنتے ہی یہ قالب سوئے فیض پکارا القلم علی ہاک لیل و نہارا
 یہ قد جو سراپا قلم راست رقم ہے
 تو بچ میں یہ موئے میاں ہال قلم ہے

رج حسن میں یوسف ہے تو قدرج میں یعقوب نقطہ ہے دہن نور اُلف قد خوش اسلوب
اس ایک سے دس قدر کی بزرگی ہوئی کیا خوب نقطہ جو الف پر ہو تو دس ہوتے ہیں محبوب
دن رات ہے تفصیل سعادت میں یہ قامت

قامت کی طرح سے ہے عبادت میں یہ قامت
گو اوج پہ ہے پایہ خود سر بر نور یہ مسکن عتقائے شجاعت ہے سر طور
سب میں جو خط مغربی چرخ ہے مشہور ہے آپ کے نیزے کی ٹاخون سے مسطور
کیا نیزے پہ پھل نیزے کا محصور ہے ضو سے
لو صاحبو لو نکلی ہے شمع نہ نو سے

اور ابرہ پر سایہ جہاں ڈالے زمیں چمکے نہ وہاں جھل شعاعِ حقِ خداد
قبروں پہ جو ہو نکس قلن تجھ دلاور پھر حشر کو مردوں کے بدن پہ نہ طے سر
دریا پہ عمارت ہو تو گر پڑنے کا ڈر ہے
اس تجھ کے پانی پہ کمر فتح کا گھر ہے

تقریب کہاں میں مگر اب حوصلہ ہے تنگ دن میں ہے ضیا کا بکشاں کی کئی فرسنگ
احدا کو ہے عجب کا دہن ترکش خوش رنگ کیا زہر آگیا ہے یہ تیروں سے دم جنگ
بجلی سے تنگ و تاز میں ممتاز ہے گھوڑا
چاہاڑ ہے راکب تو قدم باز ہے گھوڑا

رہوار کے آگے کوئی جادو نہیں چن سائے کے برابر کوئی آہو نہیں چن
ساتھ اس کے فلک وقت نکا پو نہیں چن اس چال سے صرصر کا بھی قابو نہیں چن
اظفال سبق اپنا رواں پڑھ نہیں سکتے
آگے قدم عمر رواں پڑھ نہیں سکتے

غازی نے عیاں روک کے ہر اک پہ نظر کی پڑھ پڑھ کے رجز تنگ رہاں شکر سے ترکی
فرمایا مبارک ہو جہاں تن و سر کی ہے دھاک شجاعوں میں سرے جہد پد کی

میں یاد دو زور شجاعانِ سلف ہوں
 بچپن کا غلام ہر شاہِ نجف ہوں
 اس کبے کا حابی ہو گراتے ہو جسے تم اس آنے کا حافظ ہوں مٹاتے ہو جسے تم
 اس چاند کا کالا ہوں چمپاتے ہو جسے تم اس کلمہ کا شاہد ہوں بھلاتے ہو جسے تم
 اس گل کا میں بلبل ہوں جسے طوں میں بھرد کے
 اس شیخ کا پردہ ہوں گل جس کو کرو کے
 اب فاطمہ زہرا کو تو مرقہ سے نکالا کچھ سننے ہو عقل میں کھڑی کرتی ہیں والا
 اس تیرے فاتے میں بھی خوش ہیں شہ والا پر مرتا ہے بانو کا ہر ہلسلیں والا
 سیدانیوں کو پاس سے جھولے کے چٹا دو
 پانی قصیں جا کر علیِ امیر کو چلا دو
 اندر نے کہا خوب یہ ذلت ہم اٹھائیں جائیں وہاں اور پانی بھی امیر کو چلائیں
 گر کہ دو سرکات کے تھا سے لے آئیں اور سامنے ٹھہر کے تیرے پہ چڑھائیں
 دیکھو تو کسی وقت اب آتا ہے غضب کا
 ہم تیرے فاتے میں گھلا کاٹیں گے سب کا
 ٹھہر نے جڑی میں تھیں مرنے کو بھیجا اکبر کی جوانی پہ دکھا اُن کا کلیچا
 کیا جڑ کا سرکانا تشریف تو لے جا غصے سے کہا شیر نے کیا کہتے ہو بیجا
 کزود کسی خیر میں جڑی کے سب سے
 ٹھہر برا جڑ زبردست ہے سب سے
 دامن نہ تم لاکھ جواں اور نہ میں اک جڑ میں جو ہوں نیکی میں غصہ میں ہو تم جڑ
 تم لوگ مرید زور و جاگیر ہو بے جڑ میں قائل حق معتقد حضرت ٹھہر
 ہر جڑ جواں صاحبِ توقیر ہے ان کا
 نو پشت کا خادم فلک جڑ ہے ان کا

وہ جی ہوں میں تجھ و سناں جس کا عصا ہے ہے حضور بھی تو جی ہی پر مرتبہ کیا ہے
 شہر پہ یہ جی غلام آج فدا ہے جیروں نے قصیں شرم نہیں حق کو حیا ہے
 جی ہی ہے وہ دولت کہ کفن نہ پدن ہے
 ہر موئے سفید اپنے لیے تار کفن ہے
 قدم ہو تو ہو عقل تو کج میری نہیں ہے اس وجہ سے ناکل مرا سروئے زمیں ہے
 پوشیدہ زمیں تیں بنی عرش نہیں ہے جھکنے ہی سے روشن بخدا نام نکلیں ہے
 غافل کو اشارا ہے کہ محکوم خدا ہو
 ملتا ہے اسے خاک میں پاگل سے جدا ہو
 جھکنا شرقا کا ہے کھڑائے شرافت جھکنے ہی سے افلاک کو حاصل ہوئی رفعت
 خم ہونے سے محراب بنی جائے عبادت شاہد سے رکوع اس پہ کہ جھکنا ہے اطاعت
 ڈرتے نہیں تم قدم خیدہ سے جب ہے
 جو تجھ کہ خوار ہے کاٹ اس کا غضب ہے
 میڑھے ہوئے سن کر خن راست وہ کج باز سیدھے کیے نیزے سوئے غازی خوش آغاز
 شاخوں سے کمانوں کے اڑتے تیروں کے شہباز اور یاں ملک الموت نے کھولے پر پرواز
 گھوڑے نے کیے کان کھڑے ہاجوں کے غل سے
 آپ دم شمشیر بڑھا میان کے پل سے
 دامان قبا شامہ کے پادہ نے سنبھالے دو صاعقہ برق اجل فوج پہ ڈالے
 اک تجھ اور اک دشمن بھر جن کے نزالے پھر صف کی صفائی تھی تو پرزے تھے رسالے
 ارشاد کیا تجھ سے ایک ایک کو دو کر
 تو سن سے کہا ہاں سر کھار پہ ٹھوکر
 شمشیر تلی قتل پہ پیدا ہو گروں کے کیا حصے برابر کیے ان بد گھروں کے
 اک بال کا تھاف فرق نہ لکڑوں میں سروں کے مرکب نے پراگندہ کیے ہوش پروں کے

ہات سے یہ تھا دانت لعینوں پہ لگائے

ایرو کی طرح فصل جبینوں پہ لگائے

یہ ساعت ہر فرق پہ جو شعلہ فشاں تھا جاں سوخت تن تھی تو بدن سوخت جاں تھا

ہر تن پہ بُن مو کا فقط وہم و گماں تھا وہ مونہ تھے رگ رگ سے نمودار دھواں تھا

بجلی جو گری تچ کی اندامِ عدو پر

دوزخ بھی بہت گرم ہوا رعوں کے اوپر

تھا ضرب کے عالم میں جب حسن کا عالم اک ست خم تچ کا وہ بل وہ چم و خم

اور ایک طرف آپ کا وہ قامت پر خم ہر مونے بدن جو ہر شمشیر کا ہدم

جس صف پہ بچکے تچ برابر نظر آئی

کرار کی شمشیر دو پیکر نظر آئی

تیار کس آہن سے یہ شمشیر ہوئی ہے انجار نما الفت شہر ہوئی ہے

کیا جنگ میں سیدھی کمر چر ہوئی ہے اللہ کی قدرت سے کہاں حیر ہوئی ہے

اس طعنے سے چروں کے تنے نہیں دیکھا

نیزہ کسی تلوار کو بننے نہیں دیکھا

تھے مثلِ قلم گردن زونِ اعدا یعنی وہ سید کار تھے سب طالبِ دنیا

سوخت ان کو کیا تچ کے شعلے نے سراپا لبریز دھوئیں سے ہوا پھر سینہ صحرا

لکھا نہ گیا کچھ بھی سیاہیِ قلم سے

معذور ہوئے کاسبِ اعمالِ رقم سے

یا بختنِ پاک کا نعرہ تھا ہر اک بار دوبارہ کیے چار سو اس شیر نے فی النار

مردوں کو پچھو تو شمار ان کا ہے بیکار ہاتی جو رہے خوف سے مردہ تھے وہ کھار

مس جس کو کیا تچ نے انواعِ عدو میں

مسل مس میت کیا دھوں کے لہو میں

اک زندہ نہ تھا مردہ تھے سب بیچ کے ڈارے مردہ تھے تو باہر دور تھے کیوں قعر ستر سے
ہاں دمیں پھری آتی تھیں جا جا کے احرے ان کو بھی یہ شمشیر جلاتی تھی شرہ سے
کثرت سے جو مردے در دوزخ پہ پڑے تھے
جانے کی نہ تھی راہ عدد دن میں کھڑے تھے

اسے میں کماندار بڑے گوشوں سے اُس آں جاسوس خدنگ ان کا اڑا چھوڑ کے میدان
جوشن تھے ہزار آنکھ سے گواں شے نگہاں پر دیکھ کے اس حیر کی آمد ہوئے حیراں
ہر بند کو کھولا بھی لیا نظروں کا بھی
جنہنش نہ ہوئی تن کو یہ آیا بھی گیا بھی

یہ دیکھ کے سب برہمچوں والے بڑے اک ہار اور آپ نے بھی نیرے کو دی گردن پر کار
بڑھ کر صف اول کے جو سینے پہ کیا دار فوراً صبح آخر کے ہوا پشت سے وہ پار
اور پشت پہ مارا تو سناں بر محل آئی
بوڑی صفت ناف شکم سے نکل آئی

ہر محلے میں تھا ابن مظاہر کا یہ عنوان شمشیر بکف آتے تھے پیش شہ دیشاں
سب دھم دکھا کر انھیں کہتے تھے میں قرباں آقا مرے راضی ہوئے فرماتے تھے وہ ہاں
پر سنتے تھے حیدر کی صدا یاں سے پلٹ کر
ہم کو نہیں خوش کرتے ہو سینے سے پلٹ کر

تھی بار سوئم آہ کہ دن کو جو سدھارے برہمچی لگی کھوڑے سے گرے ضعف کے مارے
دم اں کے جو آنے میں ہوئی شہ یہ پکارے مہاں حبیب ابن مظاہر گئے مارے
دیکھو احر آتا ہے کہ لڑتا ہے وہ غازی
یا ایڑیاں مثل میں رگڑتا ہے وہ غازی

دیوڑھی سے پیہر کی نواسی نے پکارا میں پیش میں تھی جو کہہ گیا بابا یہ تھارا
اندھ نے مرے نعل کے غنوار کو مارا اے بھائی رفتی آپ کا دنیا سے سدھارا

خون آپ کے بچپن سے مصائب کا بہا ہے

دم بھرتا تھا جو ش کا وہ دم توڑ رہا ہے

سرینٹ کے حضرت نے کیا چاک گریباں سیدائیاں تھیں در پہ کہاں سے یہ اس آں

کیوں قافلہ کی جھنڈ چمک کرتی ہو احساں احساں یہی ہے کہ عزا کا کرو ساماں

فد یہ مرا نکس ہے اور آوارہ وطن ہے

یاں اس کی نہ بچی ہے نہ ماں ہے نہ بہن ہے

مہاش نے یہ سن کے کیا چاک گریباں اور گیسوئے مشکیں کچے اکبر نے پریشاں

یہ قافلہ ماتم کا گیا لے کے وہ سلطان پر لاش پہ کب آئے کہ جب ہونٹوں پہ تھی جاں

اشک آنکھوں سے جاری ہوئے اور آہ جگر سے

منوار سے یوں لپٹے پدھر جیسے پیر سے

ملے تھے دامن سے دامن اور رکھتے تھے بولو اے میرے لولیس قرنی آنکھ تو کھولو

دم توڑیو پھر ہم سے بغل گیر تو ہولو رخصت کرو ہاویں گلے میں ڈال کے روٹو

آخر ہمیں صدمہ دیا دوری کے الم سے

بچپن میں اسی واسطے تم کھیلے تھے ہم سے

لکھا ہے کہ بچپنی یہ صداکان میں جس آں بے ساختہ بولے میں اس آواز کے قرباں

مولا در دولت کی زیارت کا ہے ارماں لے چلے کہ مشکل مری ہوگی وہیں آساں

حسرت ہے کہ رخصت ہوں میں ناموسِ نیا سے

کچھ بیٹے کے حق میں بھی کہوں بہت غلطی سے

تب شاہ نے آغوش میں لاشے کو اٹھایا مہاش دلاور نے علم کا کیا سایا

وہ بولا کہ بس بچپن بہت گود میں پالیا شہ نے کہا بھائی مرا حیدر کا ہے جالیا

عزت نہ کریں حیری تو کیا خلق کہے گی

وہ لاش ہماری ہے کہ بے سایہ رہے گی

لاش اس کی درخیز پہ لاکر جو لٹائی ہموکل چہرے نے ما اپنی بچائی
 اچلی سی ردا لاش پہ نہٹ نے اڑھائی اک حشر تھا جو بولے شرب و بلائی
 سیدانوں روئے نہ ابھی اس کے قتل میں

کچھ کہنا ہے نہٹ سے اسے بیٹے کے حق میں

نہٹ نے کہا کس کے بھروسے پہ سنوں آہ تم مرگ پہ تیار میں تشویش میں یا شاہ
 بولا یہ حبیب آپ کی صحت سے ہوں آگاہ بیٹے کی قیمتی کا مجھے غم نہیں واللہ
 قاتل مرے بعد اس پہ ہو یا رنج و بلا ہو

یہ سب ہو مگر دوستی آل عبا ہو

آقا کو مرے آج سر اپنا ہے کتنا سرنگے ضرور آپ کو کونے میں ہے جانا
 رستے میں کہیں داں مرے بیٹے جو پانا جس نیزے پر سرش کا ہو گرد اس کے پھراں
 لو رکھیو کہ بابا یہ ترا کہہ کے موا ہے
 وہ کیجیو جو باپ سے عقل میں ہوا ہے

پھر پڑھنے لگا کلہ طیب وہ نمازی بخشا ارم اللہ نے کی بندہ نوازی
 رو رو کے میاں کرنے لگے شاہ مجازی ہے ہے مرا زاہد مرا عابد مرا غازی
 ایسے بھی وفا دار نہ ہوں گے نہ ہوئے ہیں

جن سے مرے بچنے کا مرا تھا وہ موائے ہیں

ہے ہے مرا خوار حبیب ابن مظاہر سید کا طرفدار حبیب ابن مظاہر
 بچپن کا مرا یار حبیب ابن مظاہر نکس کا مددگار حبیب ابن مظاہر
 واللہ یہ اک شیر تھا شیران خدا سے

آفت میں بچاتا تھا ہمیں اہل جہا سے

کھسا ہے کہ فارغ ہوئے روزے سے جو سرد لاشے کو رکھا لا کے شہیدوں کے ہمراہ
 تھا فکر عالم میں حصین ایک شکر اس لاش ہے جاں کا قصہ میں ہے ع

اور مختصر وقت وہ ظالم رہا زن میں
 یاں تک کہ جدائی ہوئی شے کے سروتن میں
 سر کھٹے ہی لٹنے لگی ٹھہر کی سرکار کھسا ہے لٹی چار گھڑی عترت اطہار
 اعداد کرے کون نہ اکھڑ نہ غلدار سر نگے سراچوں سے نکل آئے سب اکہار
 بیڑوں پہ رکے خالموں نے سر شہدا کے
 کونے کو چلے بیڑوں کو اونٹوں پہ بٹھا کے
 وہ اتن مظاہر کا عدد بھی ہوا ہمارا پر گردن رہوار میں باعدھا تھا وہ سر آہ
 کونے میں ہوا داخلہ سادات کا ناگاہ اور آئے بھلے میں یمن کے حرم شاہ
 انبوہ تھے ہر سمت عرب اور عجم کے
 رک جاتے تھے ایک ایک قدم اونٹ حرم کے
 اک غول میں کیا دیکھتی ہے نہت نالاں اک طفل ہے پھاڑے ہوئے گرنے کا گرباں
 روتا ہے قیدیوں کی طرح باہر عریاں کچھ احموتہا پھرتا ہے ہر اک سمت وہ ناداں
 جو پوچھتا ہے پھرے پہ کیوں خاک ملی ہے
 کہتا ہے چھری حلق پہ سید کے چلی ہے
 بابا بھی مرے پاس تھے آقا کے سدھارے کیا جانے بچے یا گئے کوڑ کے کنارے
 اماں کے سوا کوئی نہیں سر پہ ہمارے نہت نے عداوی کوئی اس پر مجھے دارے
 مظلوم کا ٹیکس کا مسافر کا پھر ہے
 لوگو یہ حبیب اتن مظاہر کا پھر ہے
 مقتل میں وہاں اتن مظاہر کا ہے لاشا یاں پوچھتا پھرتا ہے خبر باپ کی جیٹا
 کیوں لوگو اگر قید نہ کر لیں اسے اعدا بن باپ کے بچے کو میں دوں باپ کا پڑسا
 حیدر کی ضمانت اسے ذر مجھ کو بڑا ہے
 یہ روتا ہے ٹھہر کو اور شہر کھڑا ہے

ناگاہ کئے سر ہوئے پیاسوں کے نمودار ساتھ ان کے خصمیں ایک طرف گھوڑے پہ اسوار
سر این مظاہر کا تھا اور گردن رہوار ناتے پہ ترپنے لگی پھر نہت ناچار
چلائی کہ توفیق کسی کو یہ خدا دے

ہے ہے کوئی اس بچے کو اس وقت ہٹا دے

اس بچے نے سر این مظاہر کا جو دیکھا پہلے تو کہا دوڑ کے ہے ہے مرے بابا
پر راہ میں گر گر کے وہ سر کھڑے تھا ایسا نزدیک جو آیا تو بہت شک اُسے گزرا
جھک جھک کے لگا دیکھنے وہ سر کو پد کے

بالائے زمیں آنسو ٹپکنے لگے سر کے

رو کر کہا اے سر مجھے نام اپنا بتا تو کیوں پٹلیاں آنکھوں کی تری پھرتی ہیں ہر سو
روتا ہے کھلے دیکھ کے ان بیوؤں کے گیسو یا مہری قیسی پہ بہاتا ہے تو آنسو
تجنا ہے نہ رونا نہ ترپنا مرے جی کا

تو سر مرے بابا کا ہے یا اور کسی کا

اے سر تجھے کیوں گردن رہوار میں باندھا کیا نیزے کے قابل بھی نہ مجھے تجھے ابرا
ھیڑ کا سر ہو تو بہا لاؤں میں بھرا نہت نے عداوی کہیں مُردہ بھی ہے بولا
وہ نیزے پہ اسوار سکیڑ کا پد ہے

بن باپ کے بچے یہ ترے باپ کا سر کا

نیزے کی سواری جو نہ پائی تو نہ پائی ممتاز تہ عرش ہیں معزت کے فدا کی
چلتی ترے گھر پرے کو میں غم کی ستائی پر جاتی ہوں بندی میں جیہڑ کی دہائی
جیتی ہوئی گر شام سے یاں آؤں گی پیارے

رہ سالہ تری ماں کو میں پہناؤں گی پیارے

یہ سننے ہی خوں آنکھوں میں اس کے اتر آیا اک سبک اٹھا کر سر ظالم پہ لگایا
اور باپ کا سر کھول کے گرتے میں چھپایا عاہد کو سکیڑ نے چل کر یہ بتایا

مجھ کو بھی یوں قبلہ و کعبہ سے ملادو

اجھے مرے بسا ہمیں سر ہاپ کا لادو

ہم کوئی نہیں غیر سر ش کے ہیں مختار ہر بار چڑھاتے ہیں اسے نیزوں پہ خونخوار

کیا شاد ہے سر ہاپ کا لے کر یہ خوش اطوار ہم دیکھ بھی سکتے نہیں ایسے ہیں گنہگار

یا تو مجھے ظالم سر شاہ شہدا دے

یا میرا بھی سر کاٹ کے نیزے پہ چڑھا دے

ناگاہ سراں بچے سے لینے لگے بد ذات زلفوں کو کوئی کھینچتا تھا اور کوئی ہات

مچھلی کی طرح لوثا پھرتا تھا وہ سب بات اور بہر ٹٹک دیکھتا تھا چاہے سادات

کا ہے کو یہ ایذائیں غریبوں نے کسی حسیں

اونٹوں پہ بندھے ہاتھوں سے سر پیٹ رہی تھیں





افسوس مری قدر نہ جاہل مجھے
سجایا تو خطہ مقابل مجھے
معنی ہیں یہی نزاع لفظی کے دہر
خاموش جو ہم ہوئے تو قائل مجھے



ہے رزم و سراپا تو زباں اور ہی ہے
اور عین کے مابین بیاں اور ہی ہے
کس درجہ بلند ہے تری فکر دہر
کہتی ہے زمیں یہ آسماں اور ہی ہے

سلام

ہے عکس کیسویں رخ اکثر کہاں کہاں
 لٹنے میں کرہا میں بھٹی میں عوس میں
 گلزار میں چناں میں نشن میں تار میں
 کال میں شفق میں لعل میں خورشید سج میں
 مسنین میں جمل میں اُحد میں جنوک میں
 خورشید میں فجر میں ستاروں میں برق میں
 تنور میں شجر میں خزانے میں طشت میں
 فرقہ عدد میں سینے میں جوشن میں زمین میں
 بغداد میں عراق میں خیمز میں شام میں
 یثرب میں نینا میں یمن میں مدینہ میں
 دنیا میں آخرت میں ستر میں بہشت میں
 دربار میں خرابے میں جنگل میں شیر میں
 ہستی میں جنگلوں میں ترائی میں کوہ میں
 دریا میں قتل گاہ میں نیساں میں چاہ میں
 متقل میں خیمہ گاہ میں زنداں میں راہ میں
 کوچوں میں اور جوہ میں شیروں میں دشت میں

سنبل کہاں کہاں ہے گل تر کہاں کہاں
 مدفوں ہوئے بتوں کے دلبر کہاں کہاں
 پھیلی ہے کھجبت گل حیدر کہاں کہاں
 ہے رنگِ خون کھنڈہِ شجر کہاں کہاں
 تھا لڑے ہیں فاتحِ خیمز کہاں کہاں
 ہے نورِ آفتابِ پیہر کہاں کہاں
 تھا ایک مصعب سرِ سروں کہاں کہاں
 در آئی ذوالفقار دو پیکر کہاں کہاں
 تھے جمع قتلِ حنہ کو ستم گر کہاں کہاں
 تھا قتلِ حنہ کا شیون دھنسر کہاں کہاں
 ہے اختیارِ حیدرِ صفدر کہاں کہاں
 دردا گئی حسین کی خواہر کہاں کہاں
 حنہ کو لیے پھرا ہے مقدر کہاں کہاں
 حضرت نے دھوڑا لاشے اکثر کہاں کہاں
 روئے پدر کو عابدِ مظهر کہاں کہاں
 مسلم کا کھیلنا لاشے ہے سر کہاں کہاں

غربت میں گھر میں قبر میں محشر میں اے دیر

آئے مدد کو ساقی کوثر کہاں کہاں

معراجِ سخن کو ہے مرے ذہنِ رسا سے

معراجِ سخن کو ہے مرے ذہنِ رسا سے ہے ذہنِ رسا اوج پہ اکتر کی ثنا سے
 اکتر کی ثنا کرتا ہوں انفالِ خدا سے انفالِ خدا ہے مددِ خیرِ دوا سے
 جب ہو مددِ خیرِ دوا ذہنِ رسا پہ
 پھر ذہنِ رسا کا ہو گزرِ عرشِ علا پہ

پہنچی سے مرا ذہنِ سوئے اوج ہے سیاح ہمراہِ کواکب ہیں لیے ہاتھ میں مصباح
 خامد ہے مرا قفلِ درِ عرش کی صلاح جبریل جو تلاوت ہیں سو لکھتا ہے مداح
 جو نقطہ ہے سو بیکِ ہشمانِ یقیں ہے
 بیکار یہ بیک ہے اگر چشمِ نہیں ہے

میں ذرہ ہوں الّا یہ ہے فیاض کی سرکار یاں دانے کو خرمن لے اور کاہ کو کوسار
 قطرے کو گہرِ ذرے کو زرِ خار کو گلزار اک سحرِ یہاں ملکِ سلیمان کی ہو مختار
 دیکھو۔ کوئی تصویرِ جیبر کی ضیا کو
 حاصل پہ بیضا ہے یہاں دستِ گدا کو

ممدوح کی نسبت سے مجھے فخرِ بجا ہے ممدوح مرا فخرِ دو ارض و سما ہے
 ہمشکلِ نئی جانِ علی نورِ خدا ہے ہے اس قدرِ افضل کہ شہادت کو تھا ہے
 دیوانِ ازل کے لیے مطلعِ لب اس کا
 عنوانِ ابد کے لیے طغرا لب اس کا

اشراق اسے کہتے ہیں آیا مجھے باور جبریل اسی سحر پہ میں روئے زمیں پہ
 نورِ علم نہاں دل پہ ہویدا ہیں سراسر یہ وصف ہے اکتر کا دیا نصیبِ جیبر

سر کو عوضِ خلدِ مدحت میں دھروں گا

شرع کہن ناقد منسوخ کروں گا

کھینچوں خط بطلاں سرِ نقاشی مانی ہزاروں کو کروں تجلِ بچہ دانی
دکھلاؤں جو شہزادے کی تصویر جوانی اول ہی نظر میں کہیں سب احمد ثانی
اکثر کی جوانی کے جو عالم کا بیاں ہو

پھر از سر نو عالم یہ آج جواں ہو

یہ صورتِ ظہیر تو سینا مکاں ہے تھا کہ فلک یہ کا یہ بخت جواں ہے
شاہد ملک شرف دشوکت و شاں ہے کعبہ رہ اکثر کی طرف سگسٹاں ہے
حق اس کی طرف ہے یہ جواں جس کی طرف ہے

قبلہ ملت قبلہ نما اس کی طرف ہے

اللہ سے جمالِ رقم چہرہ اکثر خامہ ہے زمیں بوی قرطاس میں نمک
موجود ہے خورشید لیے ہاتھ میں تہجر تا چہرے پہ اسپند کرے دانہ اختر
الغلب ہے کہ چناب ہو اس رخ کی چمک سے

آئینہ مہتاب گرے دستِ فلک سے

جان بدنِ قدرتِ کمال ہے یہ تصویر یوسف فقط اک خواب تھا یہ اس کی ہے تعبیر
حسن اس کا سلیمان کے لیے آیتِ تعبیر عشق کس کا حسیں کے لیے طوقِ گوگیر
نکھارے کی موسیٰ کو دلیری نہیں ہوتی

باتیں وہ ہیں داؤد کو سیری نہیں ہوتی

رخِ یزد صدقِ کراماتِ عبیر یا شمع درخشندہ طاقِ دل حیدر
پردانہ ی سونہ جس کا شہِ خدار قانوس خیال دہرا جس سے منور
یہ ہالہ سہ لالہ رخسار اگر ہو

اک دن میں تو خورشید ہو اک شب میں قمر ہو

معراجِ حیر کی تو روشن ہے حقیقت یاں دیکھو جو عرشِ جہنم کی زینت
۱۷۱ ہے نبی کے لیے یہ کاسِ نعمت ہم صحبتِ دہم کاسِ ہیں معبود سے حضرت

اس کاسے میں رتبہ ہے یہ پکوں کی ٹا کا

اک ہاتھ نبیؐ کا ہے اور اک ہاتھ خدا کا

اب مومنوں کو عالمِ بالا کی خبر دوں حلِ عقدہ مدحِ سرِ اقدس ابھی کر دوں
گردوں کو میں نسبتِ سرِ پرورد سے کر دوں یہ عرش ہو اور عرشِ بنے رشک سے گردوں

اک تلمبہ احمدؑ ہے اسے فوقِ جہاں پر

خورشید سے اک نیزہ سوا ہوگا سناں پر

بغلی سے میاں نورِ حیرؑ کا ہے آداب تقسیم کو سنگِ یہ کعبہ ہے حجاب
ہے شہرہِ عرابِ خمِ امد کے نایاب کیوں کعبہ مسجد میں نہ جگتی پھرے عراب

گردشِ خمِ امد کو ہے چشمِ دوسرا میں

جس طرح سے عرابِ پھرے قبلہ نما میں

کیوں نہ نظرِ چشم کو گردش ہے ہر اک بار پہلو کو بدلتے ہیں مگر مردمِ بنار
امد کے قریب سے کھلا چشم کا اسرار ہے نور کے گہوارے میں صیغی خوش اطوار

یاں پنجہٗ مریمؑ کھو پنچے کو پک کے

گہوارے میں صیغی کو سلاتے ہیں تپک کے

یہ دیدہٗ روشن ہیں کہ غنچہٗ وا امدار شل نہ دخورشیدِ شب و روز ہیں بیدار
قرآنِ سدا آگے ہے شل خطِ رخسار نے خواب کے طالب ہیں نہ راحت کے طلبکار

گو سیر بہت عالمِ اسباب میں دیکھی

یہ چشم نہ مردم نے کبھی خواب میں دیکھی

عارض کے برابر ہے عجب زلف کی توقیر ہے روز کے پہلو میں شبِ قدر کی تصویر
نہتے ہو جو تم سورۂ قدر اس کی ہے تفسیر نہتے کے لیے خواب پریشاں کی ہے تفسیر

قیمت ہنن مقاب ہنن چچ و ہنن ہیں
 اک اک ہنن زلف میں سو شہر ہنن ہیں
 خال رخ القدس کو کہیں دیکھ کے دانا یہ خرمن حسن علی اکبر کا ہے دانا
 اور زلف رسا زلف شفاعت کا ہے شانا سلجھایا ہے وہ کام کہ منوں ہے زمانا
 رتبہ سنو اس زلف کا نیزے کی زباں سے
 بانہمی گئی امت کے لیے چوب خاں سے
 گو فچہ ہے گوش پر سید خوش خو قرب ہنن زلف سے پر نانے کی ہے بو
 اور حلقہ گیسو کہ ہے اک بچہ آہو ہے کان کی گہت سے رگ فچہ ہر اک سو
 نانے کا شرف فچہ کو کاکل نے دیا ہے
 اور گوش کے نانے کو یہاں فچہ کیا ہے
 خط حسن کی خاطر ہے خزاں کا نیا فرماں یاں حلقہ خط حسن کو ہے چشم تمہاں
 صرصر سے ہے اکمن یہ چراغ رخ تاباں عارض کو کیا خط نے چراغ تہ داناں
 گلشن ہے غلہ اور غلہ امیر بہاری
 رخ بارغ بہاری ہے یہ خط امیر بہاری
 بلبل لب جاں بخش کو گر فچہ بتائے تو فچہ ابھی مصحف گل سر پہ اٹھائے
 سو طرح کے انکار غمش میں سنائے عارض کو چو دیکھے رخ گل پر عرق آئے
 داغ دل لالہ نہ کوئی سمجھا کہ کیا ہے
 صخر رخ اکبر کی غلامی کا نکسا ہے
 لب زعدہ گمن مردہ اجاز سیما یعنی کہیں روحی بداد اک اس کو ہمیشہ
 ہے سبزہ خط پشت لب پاک پہ گویا ہاں خضر و سیما کی زیارت کرد اک جا
 اکبر کی زباں ہجر صادق کی زباں ہے
 مطلق شاہد ہے کہ وحی اس کا حیاں ہے

تو بخیر گلو اس کا گلو ہے بچے دنیا ہے عزن عرفان خدا سینہ زبیا
 صندوق قلک سینہ بچے معرفت اس جا ہیں یاد الہی میں شب و روز سب اعضا
 کو یاد فراموش کسی نے نہیں کی ہے
 پر یاد وہی کو بھی گمراہ ناف نے دی ہے

اب فکر ہے حاج ہے لاغر صفت مو عاجز ہے خود موعے کمر و صوفیہ کے ہر سو
 کہتی ہے نہ کر بندش مضمون کر تو ہو ہال تو ہاتھ آئے گمراہ کا بھی ہو قابو
 ایجاد نہ شاعر کا نہ یہ اہل خبر کا
 مضمون کر بند نے ہاتھ ہے کر کا

حال دہن و موعے کمر ہو گیا حالی ان دونوں حدیثوں میں ہے مضمون خیالی
 اک نقطہ اور اک سو کی جگہ چھوڑ دوں خالی اعجاز تجسم ہے یہ ان شاعر عالی
 حرنے زد ہائش بہانست و میاں نیست
 رازے زمہائش بہانست و میاں نیست

نقش کعب پا رتے میں عراب عبادت انگشت سے شمع حرم انگشت عبادت
 ہر پا سے میاں پائے محمد کی جلالت غفلتیں سے پیدا ہے ہلا لیلین کی طلعت
 غفلتیں سے یہ پائے منور جو نکالے
 تو جیب میں موئی پد بیضا کو چھپالے

اور مصرع انگشت قدم شمع رہ راست ہیں کعب ایماں کے ستون پائے چپ و راست
 ناخن کی نشست ان پر نہ لو کی ہے نہ خاست ناخن ہے وہ پا بدر ہے یہ غیر کم و کاست
 مصرع پا نہ نو کے یقین ہے شعرا کا
 مضمون تراشا ہوا ہے ناخن پا کا

رنگ علم صبح نجف آپ کا قد ہے احسان رسائی شہ لولاک کا مد ہے
 کوئین چہ یہ سایہ گلن تا بہ اب ہے یہ مشرق سر کرم رب صبر ہے

طوبی قد بالا نے مجھوں کو دیا ہے
 یہ بخشش بالائی، شفاعت کے سوا ہے
 موزونی قد پر چمن آرا جو کرے غور یوں سرو کو گلشن سے نکالے ابھی فی الفور
 دیواں سے جدا مصرع مہل کریں جس طرح جز سایہ قد سا یہ خوش آئے نہ کوئی اور
 جلوے اسی اب قد کے ہیں باغ دو جہاں میں
 سدود نہ فلک پر ہے نہ طربا ہے جہاں میں
 خود سر اکبر کی جو دوں لکھ کے میں تصویر مصحف کی طرح سر پہ اٹھالے فلک پر
 سر سے ہوئی مفکر کی بلند اور بھی توقیر گردوں کہاں ہے عرش پہ خورشید کی جاگیر
 مفکر سر ہمیشہ رسول عربی پر
 ہے اب کرم سایہ ظن فرق نئی پر
 ہوم دم عینی ہے دم حقی دو دم کا کہتے ہیں خطر جس کو شہید اس کا ہے گویا
 صورت میں تو یہ موج ہے سخی میں ہے دیا لب کام رنگ اس کا ہے بحر جن اعدا
 تر ہو جو زباں میری بھی برش کے بیاں سے
 رخنے ابھی دعاں میں چڑیں چٹا زباں سے
 ہیں ظاہر و باطن دو نیام اس کو مینا اک نیام تو چلی ہے کراصل اس کی ہے طوبا
 اک تازہ نیام اس کا یہ جوہر ہیں سراپا مگر نیام یہ جوہر کا نہ ہو تو دم نیجا
 یہ نیزہ روز و پر شام کو کالے
 منج سے نو خنجر بہرام کو کالے
 شمشیر کے چنے میں سدا سب قدز ہے اک چشمہ بیک لے اقبال پر ہے
 یہ پنج کماں بکھیرے پنج ظفر ہے بال و پر شہباز اجل حیر کا پر ہے
 نیزہ وہ ہے پستی سے بلندی کو اگر جائے
 خورشید سے بالا یہ کلی نیزہ مگر جائے

ہے غیرت گلگون سر تک اپ جگ ذات روشن ہے کہ پردے فلک و چشم کے ہیں سات
 گر انک نے وہ پردے کیے طے یہ ہے کیا بات یاں پردہ افلاک ہیں اور ہے یہ کرامت
 انک آنکھوں میں آکر نہ طاقی ہو چک سے

یہ اسے میں جائے بھی اور آئے بھی فلک سے

کیا کہتا ہوں میں انک کہاں اور کہاں راہدار وہ قطرہ ہے مایہ ہے یہ قلم و خار
 نور نظر چشم براق اس کی ہے رفتار گر ہو یہ مسند آبلہ اور سر ہو رو خار
 مری میں ادا فری سرعت کا یہ حق ہو

پایوں ہو خار اور نہ کوئی آبلہ شق ہو

گر جلوہ رنگیں سے خرام اس کا ہو مانوس تو ہال بھا ہو جمن شجر طاؤس
 ہے طبع جلد و نفس سینہ یہ محسوس وہ برق شفق میں تو یہ پردانہ پہ قانوس
 دریا گرہ نار ہے گرم روی میں

قدموں پہ ہوا خواب کرے نرم روی میں

اس رخس سے برق و شرر و شعلہ و سیلاب لرزندا و شرمندا و درمندا و بیجاپ
 خورشید و سحاب و فلک و انجم و مہتاب سوزان و خروشان و سراپہ و بیخواب
 بازار گل و موج و صبا سرد ہے اس سے

وہ داغ ہے وہ آب ہے و گرد ہے اس سے

کو نام مودخ نے عتاب اس کا لکھا ہے اب ہم سے سنو شرح مفضل کہ یہ کیا ہے
 اکبر پہ جوانی میں فلک ٹوٹ پڑا ہے دم سینے سے بیزار ہے جاں تن سے خفا ہے
 جانا جو انھیں جلد ہے درگاؤ خدا میں

لینے کو براق آیا ہے یہ کرب و بلا میں

لو اہل عزا خاک عزا سر پہ لگاؤ حسین کو موقوف کرد انک بہاد
 حسن علی اکبر کو تو دل سے نہ بھلاؤ اور یار حقوق وہ مظلوم کو لاؤ

احسان شہنشاہ ہوا کرتے ہیں تم پر
 اٹھارویں سال ان کو قدا کرتے ہیں تم پر
 یہ رنج نچوں کے لیے کس نے اٹھایا آقا کو تمہارے لیے یہ داغ خوش آیا
 کس چاند کے ٹکڑے کو تہ خاک چھپایا کس بیٹی عالم کو شہیدوں میں ملایا
 جس نے کہ پسر مرنے کو بھیجا ہو وہ جانے
 خنجر کے تھے جس کا کلیجا ہو وہ جانے
 تم سینہ نہ بیچو تو قہج ہے سراسر تم سب کے لیے چاک ہوا سینہ اکبر
 حیرت ہے کہ رخ شیعوں کے اشکوں سے نہ ہوتا آلودہ ہوئی خون میں تصویر عیسیر
 پہلے کوئی سادات میں روئے نہ پسر کو
 سو رکھ دیا خنجر کے تھے اپنے جگر کو
 پائی تھی یہ غیرت شہ بے گورد کلن نے کی مصطفیٰ صلح جو دشمن سے حسن نے
 اس بزم میں رکھا نہ قدم شاد دشمن نے یاں صبر پہ لب تر نہ کیا نقشہ دہن نے
 بیعت کے لیے ہاتھ نہ املا دیا شہ نے
 گردن کو بھی ہاتھوں کو بھی کٹوا دیا شہ نے
 کرتا ہے رقم صاحب مصدق بھار اب جنت کو گئے سید نبی کے رفقا جب
 مشاق شہادت ہوئے سادات بھی بھرب بھوں کو بھی جز مرگ نہ کچھ اور تھا مطلب
 سب جو اجل تیغ و پیر باندھ رہے تھے
 مولا علی اکبر کی کمر باندھ رہے تھے
 کہتے تھے کہ بیٹا مرے ارمان نکالو اب کون ہے مرنے کو تمہیں پرچیاں کھالو
 خیمے میں چلو پالنے والی سے رضالو اصغر کو گلے سے جو لگانا ہو لکالو
 حسن اپنی جوانی کا دکھاؤ علی اکبر
 پہلے تمہیں بابا کو رلاؤ علی اکبر

مہاش کے ماتم میں غلی ہوں گے پریشاں تڑپیں گے حسن ابن حسن ہوگا جو ہے جاں
 اور نسبت و مسلم کے تو فرزند ہیں ناداں یہ کون مرثت ہے کہ وہ پہلے ہوں قرباں
 تم ہو مرے فرزند سو تم پر مرا بس ہے
 جہری میں ترے داغ جوانی کی ہوس ہے

تھی پہلے تو نوشاہ بنانے کی حمتا اور اب ہے تری لاش اٹھانے کی حمتا
 آگے تھی بھیجے پہ سٹلانے کی حمتا اور اب ہے جہ خاک پتھپانے کی حمتا
 آگے تھی دعا صاحب فرزند ہوں اکبر

اب ہے یہ غشی خاک کا بیحد ہوں اکبر
 دکھلا چکے سہرا ہمیں اب داغ دکھلاؤ گھوڑے سے گرد اور ہمیں لاشے پہ بلاؤ
 امید عروسی سے بس اب ہاتھ اٹھاؤ سب حسرتیں دنیا کی لیے قبر میں جاؤ
 ناچاری و غربت میں یہی ہوتا ہے بیٹا

اب اپنے ارادے پہ پھر روتا ہے بیٹا
 اکبر کو تو مشتاق اجل کرتے تھے مولا محشر تھا شہادت کے خریداروں میں برپا
 سیدانوں میں غل تھا کہ و احسرت و دردا مرنے کے لیے جاتا ہے سردار کا بیٹا
 کچھ کہتے نہیں چھوٹے بڑے دیکھ رہے ہیں

یہ کیسے پکڑے ہیں کھڑے دیکھ رہے ہیں
 ماں کہتی تھی قاسم کی کہ قاسم کو سناؤ واری گئی اکبر کے عوض مرنے کو جاؤ
 چلائی تھی نسبت مرے بیٹوں کو بلاؤ اور کہہ دو بس اب ماموں سے الفت نہ بڑھاؤ
 لھٹا ابھی نسبت کے بھیجے کو کرو تم

سردار کے بیٹے کی جالے کے مردم
 سیدانوں نے مل کے جو یہ غل کیا ناگام اکبر کو لیے خیمے میں آئے جہ ذیجاہ
 سیدانیاں قدموں پہ گریں اور کہا یا شاہ ہم سب کے کلچوں پہ چھری پھر گئی کیا آہ

رحم آتا ہے اکثر پہ نہ پھولے نہ پھلے ہیں

کیا قتل ہوئے سب جو یہ مرنے کو چلے ہیں

ہٹا بولے کہ نانا کی مرقت ہے مجھے یاد تم لوگوں کی اولاد بھی ہے میری ہی اولاد

یہ کون مرقت ہے کہ تم پہلے ہو برہاد اکثر کو بھیجے سے لگائے میں رہوں شاد

صدمہ نہ ہو آلِ حیدر لولاک کے اوپر

پہلے مرا عمامہ گرے خاک کے اوپر

کی عرض نبی زادوں نے آپ کے قرباں حضرت کو تو یہ دھیان ہے اور ہم کو ہے یہ دھیان

مذہ سے کٹر گویوں کے ہم ہوں گے پشیمان تا حشر بھی طعنے ہمیں دیں گے مسلسل

بچوں کو حرم دے نہ سکے راہِ خدا میں

تصویرِ نبی پہلے مٹی کرب و بلا میں

نہٹ نے کہا میں تو نہ مانوں گی یہ ذنہار تم میرے بھی مالک مرے بیٹوں کے بھی حار

میں پاؤں چڑوں آپ کے اے سید ابرار اکثر پہ تصدق کرو دونوں مرے دلدار

ہے اس کے نہ کہنے میں مری بات رہے گی

کہنے دو زمانے کو بہن تو نہ کہے گی

بیٹوں کے لیے ایک بہاؤں تو قسم لو سرودوں کو بھیجے سے لگاؤں تو قسم لو

گر دھیان بھی احسان کا لاؤں تو قسم لو چادر بھی جو لاشوں پہ اڑھاؤں تو قسم لو

سب رنج و قلق صبر کی میزاں میں تلپیں گے

یہ بال تو سر کے ترے لاشے پہ کھلیں گے

ہٹا بولے محبت تری اس سے بھی سوا ہے اے دختر زہرا ترے صے میں دقا ہے

لیکن علی اکثر کی گلو کیر قضا ہے سردار کا بیٹا بھی کہیں پیچھے رہا ہے

اٹھارہ نبی فاطمہ محضر میں رقم ہیں

آٹھارہ میں اکبر ہیں اور انہام میں ہم ہیں

یہ سنتے ہی یوں تڑپی وہ یکس کہ فطش آیا سب فطش ہوئے سر شاہ نے زانو پہ جھکایا
اور آپ کے استر نے بھی جھولے سے گرایا سجاد نے جھکے سے سر پاک اٹھایا

مرقد میں کفن چاک کیا اپنا علی نے

سر کھول دیا گلشنِ جنت میں نئی نے

سیدانیاں فطش میں تھیں کہ بانو ہوئی ہشیار مقل کو لگی دیکھنے گھبرا کے وہ اک بار
حضرت نے کہا خیر تو ہے بولی وہ ناچار میں فطش میں تھی صاحب کہ نظر آئے یہ آثار

اک شیر کی میت چلی آتی ہے ادھر کو

اک بی بی ادھر جاتی ہے کھولے ہوئے سر کو

ہزاروں کے پکارے یہی ہوئے گا عیاں اب وہ لاش تو اکڑ کی ہے وہ بی بی ہے نسب
ہاجر کا خدا آج تجھے دیتا ہے منصب قربانی اکڑ کے سراجام کہو سب

حیدر کا شمار ہو عیبر کی قبا ہو

گیسو ہوں چڑے کا نہ صوں پہ اور سر نہ لگا ہو

ہاجر کے پیر سے ہے معزز ترا بیٹا وہ پانی سے لب تر تھا یہ دو روز سے پیاسا
واں اک چھری تھی یہاں سو مخمّر اندا واں ذبح کو دنبہ تھا یہاں تیرا کھچا

تھی ذبح میں امید ثواب اس کو خدا سے

یہ واسطے امت کے فدا ہوتے ہیں پیاسے

بانو کو یقیں ہو گیا اکڑ نہ بچے گا پر ماں ہی کا تو دل تھا سنبھالے سے نہ سنبھالا
چو گرد وہ فرزند کے پھرنے لگی دکھیا اور رو کے کہا دودھ نہ بخشوں گی میں بیٹا

ماں صدقے کمر کھولو کیجو مرا شق ہے

بابا کا اگر حق ہے تو ماہر کا بھی حق ہے

پھر بچپنے کے کپڑے سب اکبر کے منگائے تعویذ بھی طفلی کے سب اکڑ کو دکھائے
رو کر کہا داری مرے حق تم نے بھلائے ہم نے یہ شلو کے کسے ہی کر ہیں چھائے

استر کی طرح دودھ کسے ہم نے دیا ہے

ان کرتوں کو پہنا کے بڑا کس نے کیا ہے

کالی کلفی اس کے عوض تم نہ پہناؤ حقدار کو داری نہ عزا دار بناؤ

قدموں پہ پڑا رہے دو چھاتی نہ لگاؤ یوں بھی مجھے راحت ہے مگر چھوڑ نہ جاؤ

پروان چڑھو دو لھا بنو دودھ کا حق دو

یا داری یہ لازم ہے کہ مرنے کا حلق دو

کبریا کو سکینہ کو بھی اب چھوڑا بالوں تم ساتھ مرا دو تو حشہ دیں سے رضا لوں

چہرے پہ فقیروں کی طرح خاک لگا لوں اور گود میں بچہ چھ مینے کا اٹھالوں

مادر کو ترے ساتھ فقیری کی ہوں ہے

گزری میں ترے پیادہ سے دیدار ہی بس ہے

تب عابد نکس کو پکارے شہِ اقدس اے حیدرِ کرام کے پوتے میں ہوں نکس

ہاؤ کو تو الفت ملی اکبر ہی کی ہے بس تو باپ کا ساتھی ہے تو جلد اپنی کمر کس

کیا غم ہے اگر نسل ہو برباد ہماری

امت چھ احمد کی ہے اولاد ہماری

اس حرف مصیبت سے بچا ہو گیا حشر قہر آتے ہوئے آئے وہاں عابدِ حاضر

کی عرض کہ ہے بارگراں تن پہ مرے سر ہے حق بطرف اماں کا بن بیا ہے ہیں اکبر

بابا ہمیں میدانِ شہادت کی رضا دو

پوشاک قیمتی مرے ہاتر کو پہناؤ

آئی یہ عافیت سے اے ہانوائے خوش ذات اکبر تجھے اس مرتبہ پیار ہوا نصیحت

جو فاطمہ کے بیٹے کا تو چھوڑتی ہے سات کیا فاطمہ سے حشر میں ہوگی نہ ملاقات

عابد جو ہوا قتل یہ عزت نہ رہے گی

بھر کمر میں ترے نسلِ امامت نہ رہے گی

اکبر کی قسم کھا کے پکاری وہ دل انگار یا شاہ اب اکبر کو جو روکوں تو چنگار
ہے مادر ہاتھ کا رٹا پا مجھے دشوار ہاتھ کو جو اکبر ہے وہی علیہ بیمار
یہ نسل امامت و زیارت ہے نئی کی
اب جس میں رضا سبط رسول عربی کی

اکبر نے سلام آخری اٹھ کر کیا اک بار اور باپ سے پنہاں کہا عاہد سے بکرار
بسیا مری لساں کی ضعیفی سے خردار ہمراہ پسر دن کو چلے سید ابرار
خیمے ہی سے عمامہ گرائے ہوئے نکلے
اکبر کو کچھ سے لگائے ہوئے نکلے

رضعت کیا فرزند کو گھوڑے پہ بٹھایا پر دل میں یہ در اٹھا کہ منہ کو بھر آیا
رو رو کے غریبی سے عمر کو یہ سنایا کیوں خاک میں آخر مرا گھر تو نے ملایا
لے خوش ہو کہ اکبر کے لیے روتا ہے میسر
بے نام دنکھاں خلق میں اب ہوتا ہے میسر

اللہ کرے حیری امیدیں بھی ہوں سب پاس میں پال کے جیسا ملا اکبر سے ہوں بے آس
خالق کا تجھے ڈر نہ عیبیر کا تجھے پاس یہ دھوپ یہ گرمی یہ بنی فاطمہ کی پیاس
تو بھی ہو جدا اپنے کسی تخت جگر سے
جیسا میں چھڑتا ہوں برابر کے پسر سے

اللہ مبارک نہ کرے تجھ پہ کوئی کار ناکام ترے علم سے ہے عزت اطہار
کس خیمہ میں سوتا ہے تو اے خالم مکار سوتے میں ترا خلق ہو اور بھگر خونخوار
سینہ کو ستا کر تو کدھر جائے گا خالم
اک سال نہ گزرے گا کہ مر جائے گا خالم

تجھ کو برکت دے نہ خداوند تعالیٰ اک سینہ محتاج پہ یہ حادثہ والا
اک سینہ کی روح کو مرتد سے نکالا سر نیچے ہے محبوب خدا سینہ والا

دنیا میں بھی عقیقی میں بھی لعین ابدی ہو

دوزخ ہو تو ہو اور عذاب ابدی ہو

تصویرِ جبر ہے یہ نکس مرا جلیا مگر اس کو مٹایا تو کہو کس کو مٹایا
نانا کو ستایا تھا پھر اب مجھ کو ستایا زہرا کی طرح مجھ پہ وہ ظلم کر لیا
کم ضربت وہ سے یہ نہیں رنج پڑا ہے

داس پہلوئے زہرا تھا یہاں میرا جگر ہے

نامہ علی اکبرؑ نے کیا شاہ کو مجرا شیرانہ بڑھاتا زاری غازی سوئے اعدا
میرا غم گر کر یہ پکارے شہِ دلا عہاق سنبھالو کہ کھجیا مرا نکلا
ہر چند کہ عہاق بھی مولا کے قریں تھے

پر جب تلک آئیں یہاں غم میں شہِ دیں تھے

عہاق نے درد کے کہا ہائے بردار مولا کو پھر استاد کیا شانے پکڑ کر
بھائی کے سہارے سے ذرا ٹھہرے جو سرد درد کے پکارے علی اکبرؑ علی اکبرؑ
چیتے نہیں تم پھرنے کے میدان میں جا کے

رضعت کرو بابا کو کھینچے سے لگا کے

پہلے تو رضادی حصیں اے نازوں کے پالے اب دل جو تڑپتا ہے اسے کون سنبھالے
پہلے تو کہا مبر نے یہ داغ اٹھالے اب جذبہ الفت ہے کہ اکبرؑ کو بلا لے
جن ہاتھوں سے بندھوایا تھا چارے کی کمر کو

ان ہاتھوں سے اب پیٹتا ہوں سینہ و سر کو

گھوڑے پہ حصیں آپ ہی بابا نے بٹھایا پر آنکھوں کے آگے سے جو سر کے توفش آیا
تم نے تو ذرا منہ بھی لودھ کو نہ پھرایا عہاق دلدادہ نے ترلا کھا کے اٹھایا
کیا ماں سے جدا ہونے کا غم کھاتے ہو اکبرؑ

خوش جاتے ہو ہم سے کہ کھٹا جاتے ہو اکبرؑ

مڑ کر کہا اکبرؒ نے میں راضی بردشا ہوں پر شیر کی بیٹی کے میں دامن میں چلا ہوں
کیا منہ ہے جو میں قبلہ عالم سے تھا ہوں پر دن کو میں بڑھ کر نہ پھروں گانہ پھرا ہوں
اب تو یہی بہتر ہے کہ تم دل کو سنبھالو

استر کو مرے بدلے کیلجے سے لگاؤ

ہٹے ہوئے ہمیں آتے ہیں دل پر نہیں قابو سو بیٹے ہوں استر سے تو بھولے نہ مجھے تو
داں بال جھنڈولے ہیں یہاں کاہنوں پہ گیسو وہ زینت گہوارہ ہے تو نہج پہلو
گو بیار سے ہم منہ پہ منہ استر کے دھریں گے
پر یہ کہو استر بھی یوں ہی باتیں کریں گے

یہ کہتے ہوئے پاس گئے سید امداد لہو ڈا یا سر اکبرؒ نے فٹہ دیں نے کیا بیار
بخش کھا کے گرے اور طے اٹھ کے کئی بار آخر کہا لو چاؤ سودھارو مرے دلدار
سو بار گلے لیٹوں تو دل میر نہ ہوئے
پر بخش امت میں کہیں دیر نہ ہوئے

انقص چلا دن کو وہ کردار جواں مرد آمد ہی میں بازار شہاگوں کا ہوا سرد
تقلیم نشان سم توں کو اٹھی گرد جس گرد پہ نو گنبد گرداں تھے بلا گرد
نے چرخ ہے نام اس کا نہ گردوں نہ فلک ہے
اُس گرد سواری کا عروج آج تک ہے

نور رخ اکبرؒ سے زمیں ہو گئی معمور صحراء دل موسیٰ کی طرح آئینہ نور
ہر کوہ کی آواز آنا انوار و انا انوار لبیک و سدا یک تھا درد ملک و حور
معراج میں جو شان رسولؐ عربی تھی
میدان میں وہی شوکت ہم شکل نبیؐ تھی

اے صل علی دہد بہ اکبرؒ زیباں سلطان حلب آئینہ ساں خوف سے حیراں
جہت کے سبب ہمیں پہ ہمیں یمن کا خاقان خورشید صفت قیصر روی ہوا لرزاں

کھولی کمر قلم و ستم چرخ بریں نے
 ہانچی پر بہت طبع گار زمیں نے
 ناگاہ کھلا دشت میں بازار زو نکشت تنہیں کھنچیں یک دست غلی گرد بھی یک دشت
 تنچ دو زباں یاں سے پڑھی مثل دو انگشت اک اک کی پر خوف سے دکھانے کی پشت
 وہ تنچ در آئی صف اول کے بدن میں
 جس طرح دو انگشت علی مرہ کے تن میں
 ذہالوں پر پڑی تنچ تو اس طرح ہوئی فرق جس طرح نہیں اور یہ میں ہو رگ برق
 غرب اس کے لیے فرق مخالف تھے با فرق جس عضو سے چاہا نکل آئی وہی تھا شرق
 کو جوش زباں صورت سیماں تھے اعدا
 پر جب ہوئے کشہ تو یہ چناب تھے اعدا
 تھی خاک کی صورت ہمدن پست وہ بدخو شعلے کی طرح تنچ علی تھی ہمدن رو
 مابین دو صف دشمن تھا یوں گرم جگہ پو جیسے صف سڑکاں سے نکل جاتا ہے آنسو
 اک تنچ کا سایا تھا ادھر اور ادھر کو
 گویا ملک الموت تھے کھولے ہوئے پر کو
 ہر فرد کی متعلق کو تھی تنچ شرر بار مجموعہ صفیں ہو گئیں معزوق سب اک بار
 وہ ہوں کے رہائی ہوئے راکب مع دہوار مضمون تو ہے یہ گرم کہ اللہ ری تھوار
 تھا موج کا ہر مصرع تر اس کے لیے خشک
 دریا صفت بحر مروض اس نے کیے خشک
 یہ تنچ تھی یا سر قیامت سر لشکر وہ خود نہ تھے پڑ گئے تھے آبلے بکسر
 سر تا پہ قدم آبلہ تھا چرخ مدور اسپند بنے پھول تو ڈھالیں نہیں بحر
 تینوں میں رہی آپ نہ گری کے اثر سے
 ہر مائی جو ہر تھی کہاب اس کے شرر سے

کہتا تھا قمر برق غضب سے جو اماں پاؤں تو چنبہ ٹکھہ کہیں میں اپنا پسیاؤں
وہ خط شعاعی نہ تھی یہ دم میں تلاؤں پر طائر خورد شد نے کھولے تھے کراڑ چاؤں

مرغابی انہم میں اور اُس دن سے ہے سب کو

دن بھر تو چمچی رہتی ہیں اور اڑتی ہیں شب کو

ہر چند کہ مرغ دل کفار تھے کیدی پر جہیز شمشیر کے تھے دام میں صیدی
تھی حرمِ زرد سیم، دل فوج میں قیدی جس طرح سے اک بیٹے میں زردی و سپیدی

کھڑے جو ہوا نصف ادھر نصف ادھر تھا

نے در میں کہیں سیم تھی نہ سیم میں در تھا

تھی زندوں کو مردوں کی طرح جاگتی و کرب سب در کی طرح درو تھے ہیبت زدہ حرب
سکے کی طرح پڑتی تھی تنہا ان پہ دم ضرب راج تھا در دہن نئی شرق سے تا غرب

گو شکل در قلب دل اہل ذہل تھا

پر کھانے کو حاضر وہاں صرف اہل تھا

وہ جنگ کا میدان تھا یا موت کا بازار دلال تھا جنسِ عدد تنج خریدار
پہتا شہ مرداں کا پنے فیصلہ کار میزوں کی طرح ہاتھوں کو تولے ہوئے تیار

واں دھنوں نے کھولا تنہا انداز پہ ڈکاس کو

یاں سول لیا سکے شمشیر نے چاں کو

سر کو نہ خبر یہ تھی کہ دستار کہاں ہے رہوار نہ واقف تھے کہ اسوار کہاں ہے
جہراں تھی ہر اک چشم کہ تلوار کہاں ہے پیدا ہیں شرر برقِ شرر بار کہاں ہے

بے چشمِ جراحت نہ رہ فوت کو دیکھا

جب تنج کو دیکھا ملک الموت کو دیکھا

گر بر جیبوں والوں نے ذرا آنکھ نکالی پہنچا وہیں نیزہ لیے ابنِ شہ عالی
بالکل درقِ چشمِ عدد کر دیا خالی بکھلی صفتِ غلطہ شک صاف اٹھالی

اللہ ری صفا آنکھ نے دیکھی نہ چمک بھی
پہلی تو سناں لے گئی تھمکی نہ پلک بھی

موقوف ہے داندہ یہ راوی کی زبانی تھے جمع کئی لاکھ وہاں ظلم کے پانی
یاں سچ میں تھا تھا فقط احمد جانی اور ساتویں تاریخ سے پایا تھا نہ پانی
ہر محلے میں اس پر بھی میاں قدوسہ رب تھی
پر تین شب و روز کی وہ پیاس غضب تھی

یوں لڑتا تھا اس پیاس میں مہیڑ کا پیارا یاں محلے میں لشکر یہ پریشاں کیا سارا
داں سامنے بابا کے گیا اور یہ پکارا اے مالک کوڑ کے پسر پیاس نے مارا
پانی تو نہ بیٹے کو پلا دیتے تھے آقا
اپنی بھی زباں تلک دکھا دیتے تھے آقا

لکھا ہے یوہیں جاتے تھے اور آتے تھے ہر بار پر داندہ آخر کا وہ بھرتا ہوا دشوار
پہلو سے سناں مزہ خالم کی ہوئی پار بابا کو پکارا کہ تصدق ہوا دلداد
مرتا ہوں پر الفت مری اس دم بھی میاں ہے
رخ آپ کی جانب ہے کلیجے میں سناں ہے

گھبرا کے نہ تم آجیو تھا نہیں اکسز یاں قاطعہ راوی مری حاضر ہیں کھلے سر
داندہ کہ یاں چاک گریباں ہیں جیبر کہتے ہیں سلام آپ کو بھی شافع عشر
آتے ہمیں پر راہ نہیں پاتا ہے گھوڑا
ہم کو اسی لشکر میں لیے جاتا ہے گھوڑا

یہ سن کے گرے خاک پہ وٹ پھینک دی دستار ہاتھ بھی نکل آئی یہ کرتی ہوئی گفتار
دوڑد مرے صاحب کہ لٹی ہاتھ ناپار جلا دوں میں اکسز کو لیے جاتا ہے دہوار
کہہ دو تو چلوں خاک میں چہرے پہ لگا کے
اور دودھ کا حق بخشوں وہیں لاش پہ جا کے

حضرت نے قسم دے کے اُسے کمر میں بٹھایا رو رو کے بنی غافلہ کو بھر یہ سٹلیا
 یاد ہمیں تقدیر نے اکثر سے جھڑپا لنگر میں تو اب جاتا ہے زہرا کا یہ جلیا
 تم لنگر قافل کے چپ و راست رواں ہو
 ہاں ڈھونڈ کے لاؤ آترے یوسف کو جہاں ہو

اولاد علی و حسن و مسلم و حسن عہاں کے ہمراہ بولی ٹھنڈ و ششدر
 باہم چلے کتے ہوئے ہے ہے علی اکثر اور چچ میں لنگر کے گیا سب خیر
 کہتے ہیں قیامت جسے وہ زن میں پناہی
 ہے ہے علی اکثر کے سوا کچھ نہ صداہی

لنگر کے چپ و راست بھرا ہاروئے سرور لیکن نظر آیا نہ کہیں لاش اکثر
 پھر چچ میں لنگر کے در آیا وہ دلاور دیکھا تو قہر دیں بھی نہیں دائے مقدر
 خیمے کو چلے ڈھونڈتے زہرا کے جگر کو
 شاید کہ اٹھالے کئے ہوں لاش پر کو

پر مصل خیر جو پہنچے تو یہ دیکھا سرنگے ہے رستے میں کھڑی دھڑ زہرا
 عہاں کار تک اڑ گیا نہت سے یہ پوچھا کیا لاش اکثر نہیں لائے قہر والا
 وہ بولی کہاں لائے، مجھے لگر بڑی ہے
 وہ چپ سے سدھارے ہیں یہ ہشیر کھڑی ہے

عہاں نکارے یہ غضب کیا ہوا جیہات میں زن میں بھی ڈھونڈ آیا نہیں سید خوش ذات
 نہت گری بالائے زمیں سختی ہی یہ بات بھائی کہ کیا باپ نے بیٹے کا دیا سات
 کم زور کیا تھا غم بمشکل نئی نے
 بھائی کو سرے بار لیا فوج شقی نے

غش ہو گئے ہوئیں گے کہیں رواں میں بکر کر گردن پہ اسی غش میں رواں ہو گیا خنجر
 رو کر کہا ہانو نے کہ اے دلیر حیدر یہ بھائی مصدق ہو نہ ٹھہر دیاں دم بھر

تم جانو جہاں سے تیرا جانی کو لے آؤ

اکثر سے میں گزری مرے والی کو لے آؤ

یہ سن کر چلا دن کو وہ تھیز کا شیدا ہر اک کو یہ دیتے تھے نشانِ تیرا والا

سر نیچے کوئی شخص تو تم نے نہیں دیکھا ناگاہ کسی نے کہا واقف ہوں میں اتنا

وہ سامنے جنگل میں جواں ایک پڑا ہے

بالین پہ مظلوم سا اک شخص کھڑا ہے

مہلق رواں جلد ہوئے چاہ صبرا کیا دیکھتے ہیں لاش لیے آتے ہیں مولا

پہ ماتم اکثر سے یہ کزور ہیں آقا گودی سے گرا پڑتا ہے فرزند کا لاشا

ہر ایک قدم لاش کو رکھ دیتے ہیں تھیز

پھر گود میں الفت سے اٹھالیتے ہیں تھیز

مہلق نے گودی میں لیا لاش کو بارے اور بولے کے کچھ دم ہے تو سرور یہ پکارے

جس وقت میں پہنچا یہ اسی وقت سدھارے مرتے ہوئے دم سے کیے پانی کے اشارے

وہ ہنسنے کا دھلنا وہ نکل آنا زباں کا

دم توڑنا اللہ نہ دکھلائے جواں کا

مہلق پکارے میں فدا اس کی عطش پر اور سوکھے ہوئے ہوتوں پہ بوسے دے جھک کر

لاش کے جلو میں تھے جواں سارے کھلے سر اور ملتے تھے سب چہرے پہ خون علی اکثر

چلاتی تھی یہ خیرانا پیٹ کے سر کو

چٹا مرا بیا ہے لیے جاتا ہے پھر کو

جب حصلِ خیر وہ لاشا لیے آئے نہت یہ پکاری کوئی ہانو کو اٹھائے

بیمارے پالے ہوئے کو بیاہ کے لائے نیچے میں گئے سہل نئی سر کو جھکائے

لی گود میں ہانو نے جو لاش اپنے حلق کی

تھرا یا نہف قبر ملی شاد نہف کی

مسند پہ تو ہانو نے رکھا لاشِ پسر کو اور ڈانو د سر اٹھ کے لگی پٹنے ہانو
گھبرا کے سکینہ نے کہا سب سے یہ دردِ سر جانیں گی لہاں کے مرے ہاتھ پکڑو
سب قحاحے تھے آن کے اس خستہ جگر کو
وہ پٹنے ہی جاتی تھی مگر سینہ د سر کو

کہتی تھی جسے بیٹنا ہو پٹنے مرے سات سمجھائے نہ کوئی میں نہیں سننے کی یہ بات
لوگوں تو مجھے لوٹنے دو خاک پہ بیہات سر پٹیاں تو بیٹوں کوئی پکڑو نہ مرا بات
جو کچھ کروں فرزند کے مُردے پہ سو کم ہے
اے صاحبو اشعارہ برس والے کا قلم ہے

بچہ نہیں اے لوگو جواں بیٹا سوا ہے مارا ہوا یہ شیر مرے آگے چڑا ہے
کیوں آنکھیں مری کور نہیں ہوئیں یہ کیا ہے اس آتما کے درد سے آگاہ خدا ہے
جب حشر کے دن جوشِ خدا آئے گی ہانو
ناسور یہ اللہ کو دکھائے گی ہانو

پھر بولی کہ کوئی مرے ارمان نکالے آنچل مرے بن جا ہے پھر پر کوئی ڈالے
سننے کا لہو ہاتھ میں مانڈتا لے مہندی کوئی اس لاش کے ہاتھوں میں نکالے
اس خون بھری پوشاک کے دامن کو پکڑ کر
حق نیک کا مانگے کوئی اکبر سے جھکڑ کر

یہ سنتے ہی سب آلِ حیر کو غش آیا حضرت نے جواں بیٹے کے لاشے کو اٹھایا
ہانو نے بھی غصے سے قدم ساتھ بڑھایا حشر بولے کہ بس ٹھہرو تو رو کر یہ سنایا
میدان سے ہٹا دیجیے تم فوجِ لعین کو
والی میں انہیں سوچوں کی عقل کی زمیں کو

یہ کہہ کے چلی لاش کے ہمراہ وہ ڈکھیا حضرت نے رکھا خاک پہ فرزند کا لاشا
ہانو نے کہا سینہ د سر پیٹ کے اپنا لو پیارے قصیں حیدر گزار کو سونپا

نے کنبے کی ہستی ہے نہ ماں ہے نہ بہن ہے
 اب تم ہو یہ لاشے ہیں یہ جنگل ہے یہ سن ہے
 ماں نے تو کبھی سونے مکاں میں نہ سٹلایا کل رات تک فرش تھا پہلو میں بچھایا
 اسپند کیا اٹھ کے جو باہر سے تو آیا سو آج مرے شیر نے جنگل کو بسایا
 غیرت نہ حصیں آئے تو کچھ دل کی کہیں ہم
 دلوادو رضا باپ کی لاشے پہ رہیں ہم
 ماں نے جو کہا لاش پہ رہنے کو مکرر غیرت سے ترپنے لگی وہ لاش زمیں پر
 تھڑا کے یہ آواز دی بس اے مری مادر روحوں سے شہیدوں کے نکل ہوتا ہے اکبر
 سر کھولے ہوئے سامنے اندر کے نہ روؤ
 لیاں ہمیں تم روؤ پہ چلا کے نہ روؤ
 خاموش دیر اب صبح محشر ہے صبح بزم اس مرثیہ تازہ میں کیا بزم ہے کیا بزم
 آقا کی زیارت کا ارادہ ہے جو ہالہ بزم قبر علی اکبرؑ پہ اسے پڑھنے کا رکھ مزم
 یہ مرثیہ نذر علی اکبرؑ کے لیے ہے
 بخشش کا وسیلہ بھی محشر کے لیے ہے



ناداں کہوں دل کو کہ خرد مند کہوں
 یا سلسلہ وضع کا پابند کہوں
 اک روز خدا کو مند دکھانا ہے دیر
 بندوں کو میں کس مند سے خداوند کہوں



ادنیٰ سے جو سر جھکائے اعلیٰ وہ ہے
 جو خلق سے بہرہ ور ہے دریا وہ ہے
 کیا خوب دلیل ہے یہ خوبی کی دیر
 سمجھے جو بُرا آپ کو اچھا وہ ہے

سلام

چرو خنہ بے سر کا ازل سے جو قلم ہے
ہر بیت میں مضمون نیا زمیں رقم ہے
کیا پاس بزرگی در شاہ اُتم ہے
موتی کو عدا آئی کہ تھلین اُتارو
جس طرح سے یہ پانچ نمازیں ہوئیں ہم پر

قطع

یوں خر سے مخاطب ہوئے کفار دم جنگ
داں نفاق ہے اور پناں یہاں میوے ہیں اور نہر
مانا کہ ہیں مھڑ جیبر کے نواسے
کی تنج زباں خر نے علم اور یہ پکارا
تم کو مرے آقا کے شرف کیا نہیں معلوم؟
خود ہندو زمین بدر فلک شمع مدینہ
کیا حاکم شای کو ہے مھڑ سے نسبت
وہ قلم ہے یہ عدل، وہ عصیاں یہ عبادت
تم کو ہو کیا؟ دیکھو میرے واسطے واللہ
ہاتھ نے عدا دی نہ پھرا ہے نہ پھرے گا

فرست نہیں گھسنے کی دیر آج دگر نہ

مضمون تو کہتے ہی سلاموں کا بزم ہے

جب ماہ نے نوافلِ شب کو ادا کیا

جب ماہ نے نوافلِ شب کو ادا کیا سر قبلہ رو بھٹکا دیا ذکرِ خدا کیا
 بدھ کر صبحِ نجوم نے بھی اقتدا کیا سجدے میں شکرِ خالقِ ارض و سما کیا
 در کمال مگے عبادتِ ربِ غفور کے

خورشید نے دھنوا کیا جھٹھے سے نور کے
 نکلونے شفق جو ملا حور صبح نے اسجدِ مخربِ شب کو کیا نور صبح نے
 گرمی دکھائی روشنی طود صبح نے غنڈے چراغ کر دیے کافور صبح نے
 لیلائے شب کے حسن کی دولت جو ٹٹ گئی
 انکشاں جہیں سے نجم درخشاں کی پخت گئی

پیدا ہوا سپید، طلعتِ نشانِ صبح معبود کا وہ ذکر وہ لطیفِ اذانِ صبح
 بانگِ احسانِ نور کا پہلی سکانِ صبح چرخِ چہاری پہ گیا خطبہِ خوانِ صبح
 منہ سب کے سوائے قبلہ امید ہو گئے
 سرگرم سجدہ یحییٰ و خورشید ہو گئے

آیا عروج پر شہ کیستی ستانِ مہر لی روز نے پناہ بزمِ نشانِ مہر
 پرچم اٹھا ہوا علم زرِ نشانِ مہر ظاہر ہوئی زمانے پہ تاب و توانِ مہر
 نیزہ کرن کا دیدارِ گردوں میں ڈال کے
 مغرب میں بھنگی رات کی بھٹی نکال کے

جلادِ چرخ نے رخِ آفاقِ فح کیا بدلا جہاں کا رنگ جو خونِ شفق کیا
 اس دور نے قر کو آٹ کر رخت کیا سورج کو جب عروج ملا فکرِ حق کیا

خورشید صبح کا گل ہستار ہو گیا

پردہ افق کا غیرت گزار ہو گیا

مغرب میں جب کہ غرق جہاز قرہ ہوا سلطان شرق راکب کشتی زر ہوا

پانی کا قطر بحر شہ بحر در ہوا برباد فقر نوح کا آباد گھر ہوا

دریا دلی نے بادلوں تک ذات کی

بخشی گناہ گاروں کو کشتی نہایت کی

یوسف دہان مای شب میں نہاں ہوا کھٹان باعداد سے پوست عیاں ہوا

لیلائے شب کے حسن کا گلشن خزاں ہوا عالم چ فراق سے گرم نکلاں ہوا

مجنوں کے رنگ رخ کی طرح دھوپ زرد تھی

تھی صبح یا زمانے کی اک آہ سرد تھی

بڑھ کر کلیپ نور نکاما سحر سحر تھی آسمان سے پارِ رحمت شہر شہر

لونا سحر نے مصلح جنم گھر گھر ذروں میں نور صبر وہ آیا قر قر

برقع جو اٹھ گیا تھا رخ آفتاب کا

پردہ تھا فاش صبح طبع نقاب کا

کانٹوں میں جو گھرا ہوا تھا مالک جاناں سرسبز باغ دہرا ہوا مائل خزاں

تھے وقت صبح تیرہ و تاریک بوستان بہرہ تھا یا زمین کی آہوں کا تھا دھواں

جنم جاہ ہو گئی غم میں جناب کے

خاک عزا سے بحر کے ساغر کھاب کے

مغرب میں غم تھا گلشن انجم ہے پامال شرق میں جلوہ گل خورشید بے مثال

رنگ اپنا تھی بجائے ہوئے شان ذوالجلال تنہا زمردی پہ وہ مسد شفق کی لال

پرتو گلن تھا چہرہ سرخ آفتاب کا

مغن افق بنا ہوا تھوٹ کھاب کا

پانی کے لانے سے جو تھا مہذور آفتاب

حاضر تھا آفتاب لیے دور آفتاب

آئی صدائے خضر کہ لبیک یا امام لے آؤں بھر کے مقلوں میں آبِ بھاقوام
کوڑ پکارا زیرِ قدم میں کروں مقام ہمارا نے دی عدا کہ برسنے لگے غلام
شہ بولے اپنے غلوں سے وضو اب کریں گے ہم

پانی کا ذکر جانے دو پیاسے مریں گے ہم

لکھا ہے ہادسو تھے امام ملک خصال جاتے تھے رات بھر پڑے طاعات ذوالجلال
پڑھ کر گھر فرہتِ صبح شبِ قتال تہذیب کا وضو کی بدستور تھا خیال
دھویا وضو سے ہاتھوں کو اور خاکِ رب کیا

پہتا کلن جہاد کا زیور طلب کیا

نام سلاحِ سن کے حرم پر بھری چل اٹھی سلاح لانے کو دہرا کی لاؤلی
نئی ہے آہ راستے میں کیا وہ دل بھل آواز آ رہی ہے کہ فریاد یا علی
بگئی جہاں بھائی بہن میں جو ہوتی ہے
یہ روحِ فاطمہ ہے کہ شے میں روتی ہے

کلوٹم کو پکاری وہ حیرت کی جتا پہنچا تو بہن مری ماں کی ہے یہ صدا؟
آئی سلاح خانے میں تو اور نعلِ سنا کی ہر طرف نگاہ کہ یہ ماجرا ہے کیا
کیا دیکھتی ہے بنی نئی کے وزیر کی

روتی ہے ذوالفقار جنابِ امیر کی

یوں صبح دمِ غلاف میں ہے تلخِ انگہار منہ ڈھانپتے ہیں وقتِ محراب سے سوگوار
بھر خود بھی رانیں چنہ کے نزدیک ذوالفقار دل میں کہا کہ خیر کرے میرا کردگار
دوساں مجھ کو آتا ہے تشویش ہوتی ہے

حضرت سوار ہوتے ہیں اور تلخ روتی ہے

فرمایا ذوالفقار سے ہے وقتِ یادری شہزادہ دن پر چڑھتا ہے اور کم ہیں لشکری
جو ہر دکھانا فتح کے اسے تنگ حیدری وہ بولی آہ آہ تری بے برادری

مہمان شام سے ہیں تمہارے سحر تلک

اب زندگی حسین کی ہے دوپہر تلک

نہت کا سینہ پھٹ گیا جی سننا گیا لا کر سلاحِ ش کو دیے اور فٹش آگیا
سر پر جو خود ش نے دھرا نور چھا گیا پہنی زرہ تو موج میں دریا سا گیا
بانگِ جو ذوالفقار نئی کے دزمہ کی

قبضہ میں آئی شان جناب امیر کی

جلیڈ کو اک صیغہ کیا شاہ نے عطا ہوئے یہ ہے امامِ معبود ذوالعطا
لائے ہیں عرش سے شب معراج مصطفیٰ نام اوسیا کے لکھے ہیں اس میں جدا جدا

آیا ہے نانا جان سے مجھ خستہ جاں تلک

پہنچے گا تم سے مہدی آخر زماں تلک

تکلیفِ برامام کی ہے اس میں سب حال حیدر کو حکم خانہ نشینی تھا تھیں سال
بھائی کو بے صلح تھا فرماں ذوالجلال کار حسین پائے گا ہنجر سے انفصال
وہ بولا میرے واسطے کیا اسے امام ہے

فرمایا چڑیانے ہیں اور قیدِ شام ہے

یہ کہتے تھے کہ جاب پہلو پڑی نظر دیکھا سیکندہ روتی ہے پلکے پہ رکھے سر
اور ہاتھوں پر لیٹا ہے دامن کو کھینچ کر فرمایا چھوڑ دو کہ مسافر ہے یہ پھر

بی بی کے دادا جان کے گھر آج جاتے ہیں

جاتے ہیں اور قصیں بھی دیں ہم جلاتے ہیں

التمس اس کو دے کے قبلی ہزارہا رخصت ہوا سکینہ سے فرزندِ مرتضیٰ
ماتم سرا تھا پھر تو خطابِ حرم سرا مدت کا گھر بسا ہوا اک دم میں لٹ گیا

اکثر بڑے جناب کا رنوار لانے کو
 فطہ کھڑی تھی غیر کا پردہ اٹھانے کو
 تحریف جناب در دولت حسین لائے فطہ نے بارگاہ کے پردے ادھر اٹھائے
 خدام بیچ نوبت حشمت بھاتے آئے باہر تو واہ واہ تھی اور گھر میں ہائے ہائے
 یوں سر بے فروغ تھا آگے جناب کے
 جیسے چراغ دن کو حضور آفتاب کے
 بھولا طلوع صبح کے جلوے کو روزگار خود صبح دیکھنے لگی شہیر کی بہار
 رکھ کر ہمیں پہنچے خورشید زرنگار فطہ کی طرح صبح نے بھرے کیے ہزار
 خط شعاع صبح کے دسب نیاز تھے
 ش کی جلائیں لینے کو ہر دم دراز تھے
 بھرائی بارگاہ میں آئے ادھر ادھر نذرانہ ایک ہاتھ میں تھپ ایک میں پر
 یہ باہر و بحال تھے اور برطرف قمر کہنے لگی زمین فلک سے پکار کر
 لا کوہر نجوم تصدیق کو درج سے
 حیدر کا آفتاب ۵۵ ہے درج سے
 مثل براق تازکشاں آیا ذوالجناح خیر العمل قیام تو سرعت علی الفلاح
 یوں نعرہ زن تھا جیسے سوزن علی الصباح انجم کو سجدہ فعل کی محراب میں سہاگ
 دل چرب پیہ پیش کا اُس سے جڑ سکتا تھا
 شعلہ تو وہ نہ تھا پہ ہوا سے بڑھتا تھا
 لینے ہوئے رکاب و عشاں سے تھے شادشاہ حیران پاکمال و جوانان نامراد
 یہ دیکھ کر سوار ہوئے شاہ خوش نہاد لیکن رکاب تھامتا نہت کا آیا یار
 سر کھول کر بہن یہ پکاری حسین کی
 یارب دکھانا پھر بھی سواری حسین کی

پھر تو ہزاروں ہاتھ اٹھے دن میں ایک ہار غل پڑ گیا وہ تائب حیدر ہوا سوار
ہاں یارو سود چوں سے خبردار ہوشیار سبک فساں سے فوج نے ٹھہر لیے اتار
عہاق شہ کے سر پہ علم کھولنے لگے
بڑھ کر نقیب عیش نکد بولنے لگے

صمت سرا سے جب کہ برآمد ہوئے جناب عہاق لائے مرکب ابن ابوتراپ
حاصل جدا جدا کیا ایک ایک نے ثواب چوے عیاں نے ہاتھ گری پاؤں پر رکاب
جب زمین ذوالجناح پہ صابر کہیں ہوا
غل تھا کہ عرش عرش پہ کرنی نہیں ہوا

دن کو رواں سواری سلطان دیں ہوئی لبیک کہہ کے پشت پہ فتح میں ہوئی
دوڑے جو ہار پا تو ہوا شرمیں ہوئی پیچیدہ پورے کی طرح سے زمین ہوئی
تقسیم سرمہ گرد سواری نے کر دیا
شیشہ فلک کا کل جواہر سے بھر دیا

جلوہ فلک تھا تجلی زمیں زمیں مجرا قدم قدم تھا تو سجدہ جہیں جہیں
جنات دور دور ملائک قریں قریں خورشید ذرہ ذرہ تھا سایہ کہیں کہیں
باطل کو حق نے بھل تیغ غضب کیا
ایماں نے بڑھ کے کفر سے جزیہ طلب کیا

سب باہر تھے شاہ پہ ہالہ کیے ہوئے مرنے پہ دل دیے ہوئے باگیں لیے ہوئے
جام دلائے ساقی کوڑھے ہوئے لب ہائے شکوہ روز ازل سے ہے ہوئے
آ آ کے معرکے میں برابر کھڑے ہوئے
نولاکھ کے حضور بہتر کھڑے ہوئے

اللہ رے حسن یوسف بازار حیدری اللہ مشتری تھا تو جبریل جوہری
پہرتے تھے گردش کے چہ زہرہ چہ مشتری کرتے تھے پاؤں پہ چہ سلیمان چہ لکھری

قیمت کے درجے حسن و قاف نے سوا کیے

دیخانہ میں خدا نے دو عالم کیے

یوں شے نے کی درست صف میں نہ نخست جس طرح دوش راست پہ نیکی نو میں چست

باندھا جو میسرہ تو ہوا کفر اور ست پھر قلب فوج پاؤ خدا سے کیا درست

کیا کہے کیا یہ فکر قدرت لکھو تھا

کلشن تھا آسمان تھا دریا تھا کوہ تھا

آقا تھے روح چار عناصر یہ جاں نثار ایک ایک ہشت کشور جنت کا تاجدار

یوں شے سے بدل ان کی صفوں کا تھا آشکار جس طرح ایک لفظ حسین اور حرف چار

جیسے غلام چار ملک ذوالجلال کے

وہیے یہ چار غول شہ خوش خصال کے

وہ تن پہ نسب اسلمہ صف کشی کی شان وہ حیدری جوان وہ غمخبری نشان

وہ سامنے فرات وہ سوگی ہوئی زبان وہ حق کے مہمان نفا ان کی مہمان

ش کے محبت حبیب رسولِ زمن کے تھے

بلبل تھے اس چمن کے تو پھول اُس چمن کے تھے

بہر زور وہ تیغوں کے جوہر اتار لیں شیر خدا سے داد دم گیر دار لیں

بہر رکاب ویدہ استفیاد لیں ان کے غلام رحم دستاں کو مار لیں

غالب بلند دست پہ تھے دو جہاں میں

گروں کند میں تھا زمیں تھی کمان میں

کلر حسین کی وہ محبت کا پڑتے تھے کیا ذہن تھا کھسا ہوا قسمت کا پڑتے تھے

میکانِ خطبہ ان کی فضیلت کا پڑتے تھے جبریلِ میذاں کی اخوت کا پڑتے تھے

وہ خاص جاں نثار شہ خاص و عام تھے

عوریں خواص خاص تھیں غلاماں غلام تھے

فارغ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ سے عسایاں سے ہیں علیحدہ دن جیسے رات سے
 مرنے سے شاد جیسے کہ دولہا برات سے دنیا سے یوں کنارے تھے جیسے فرات سے
 کوڑ سے یوں قریب تھے جیسے حسین سے
 دل آفتاب نور ہے مشرقین سے

ناگاہ مثل موج یومی فوج بدشعار کالے نشان کھولے ہوئے سب سیاہ کار
 اک سمت کونٹاں پہ شاں مثل شاخسار اور اک طرف پر پہ پر شکل لالہ زار
 قرباں ہوئی پیادوں میں ڈنکا رسالوں میں
 لعنت کا نقل مہر میں دوزخ قبائلوں میں

آہنگ جنگ پر ہوئے آہنگ چاہجا بغدادیوں نے فقر قانون کیے ادا
 کی ردیوں نے بانگ نئے وچنگ بر ملا ناساز طبع شرع وہ ہر ساز کی صدا
 صبرا کا سید اشور ذیل سے دہل گیا
 میدان صدائے گرم چلاجل سے جل گیا

مثل نظر حیا ہوئی چشم عمر سے دور ایماں کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا شعور
 جزا شقی نے حیر سوئے شاہ بے قصور روج بھون رونے لگی باپ کے حضور
 بولی نہ رحم آیا میرے نور عین پر
 لو بابا تیر پڑنے لگے اب حسین پر

بادی چلا ہدایت امت کے واسطے جتنے ادائے خطبہ حجت کے واسطے
 غازی پرے سے لگے حفاظت کے واسطے شر بولے ہے خدا تو حمایت کے واسطے
 ظہر کہ آبرو میں نہ میری خلل پڑے
 ایسا نہ ہو کہ نیچے سے زینب نکل پڑے

یوں خالوں سے فرق پہ ظہرے شہ ہوا جس طرح دور کافروں سے رحمت خدا
 بولے عمر سے حق خلیفہ کیا ادا سید پہ ظلم کرنے میں کی تو نے ابتدا

ہشام سخت عکس روز جزا کا ہے

ہاں شاماً حسین کا ہے وہاں خدا کا ہے

وارث ہے انبیائے کولواہزم کا حسین جنت ادا وہ جنگ میں کرتے تھے مثل دین

ہے نور میں شیر خدا پر بھی فرض میں اعتبار امر و نہی خدوہ مشرقین

لازم ہے چند وعظ کہ دن ہے وقا کا

یہ ہمہ آٹری ہے ہماری حیات کا

جن لے سپاہ میں فصائے عرب کو اب ہاں قادیان کعبہ کو بھی کر تو منتخب

تغیر داں حدیث شام آئیں سب کے سب مہمان خلک لب سے سنیں لہجہ عرب

میں کاہن علوم ہوں خالق عظیم ہے

داؤد کی زباں ہے بیان کلیم ہے

ہر فرد کی مرنے پر بھی فرد خال و خط پیوہ رسالوں سے فصحا کو کیا فقط

آگے بڑھے وہ ناز سے سبحان کی خط یکجا ہوئے جو قاری قرآن تھے خود غلط

بر میں محاکوں کو محاکل کے ہوئے

قتل امام کے لیے نخر لے ہوئے

ان دو گروہوں نے تو کیا راس و چپ مقام سب اہل شام و کوفہ بڑھے سننے کو کلام

کی عرض یہ مرنے کہ بسم اللہ اے امام جنبش میں آئے لعل لب شاہ تخت کام

قدوت کے گل کھلے جہن کائنات میں

فہنے سے پھول جھرنے لگے بات بات میں

پہلے خطاب قاریوں سے کرنے یہ کیا قرآن کے حفظ کرنے میں ہو وقف دہا

یہ حفظ آہستہ سے جبر نہیں ذرا معنی کو چھوڑ کر ہوئے حرف آشنا تو کیا

مصنف ہے کیا ولا شہ بد رو حسین کی

ترتیل کیا ہے رہ شامی حسین کی

مقروض ہوں کسی کا نہ تقصیر دار ہوں پھر کیا سبب جو زندہ لیل و نہار ہوں
واجب ہے مجھ پہ رحم کہ محروں و زار ہوں یارو عیال دار ہوں اور بے دیار ہوں

تم لوگ کچھ خدا وئی سے بھی ڈرتے ہو

کس کا کیا ہے غوں جو مجھے قتل کرتے ہو

بچا اگر کہوں تو نہ مانو بگا نہیں مہماں یہودیوں کا بھی پیاسا رہا نہیں
ہو کر محمدی حصیں خوف خدا نہیں مجھ کو حیا ہے کہنے میں تم کو حیا نہیں
آب و طعام چمن سے سب نوش کرتے ہیں

سادات آج تیرے فاقہ سے مرتے ہیں

ہو جاتی ہے بشر سے خطاب بھی باز آؤ تو پہ کرد خدا سے ڈرو مجھ سے ہاتھ اٹھاؤ
بالقرض مجھ سے بغض ہے بچوں پہ رحم کھاؤ جن کی غذا ہے دودھ انھیں پانی تو پلاؤ
بھولے میں چھ مہینے کا معصوم شش ہے آہ

فاقہ ہی فاقہ آہ عطش ہی عطش ہے آہ

طوبی ہے جس کا یہ وہ بارغ عطا ہوں میں کوڑ ہے جس کا قطرہ وہ بحر سخا ہوں میں
حیرہ ہے جس کا قبلہ وہ قبلہ نما ہوں میں حانی ہے جس کا کعبہ وہ بیت خدا ہوں میں
جس کا لقب درہ ہے میں وہ دردناک ہوں

جس کا اثر شفا ہے میں وہ خاک پاک ہوں

بابا مرا رسول کا قائم مقام ہے تا مرا رسول علیہ السلام ہے
کلمہ میں اور ازاں میں مرے جد کا نام ہے نام نبی کے بعد علی لا کلام ہے
ماں وہ کہ جس پہ زہد و ورع کا ہے خاتمہ

ہے بعد ہر نماز کے تسبیح فاطمہ

لو بولو نام شرع مٹاتے ہو تم کہ ہم ایمان کا آفتاب چھپاتے ہو تم کہ ہم
کعبہ کو روز جہد گراتے ہو تم کہ ہم زہرا کو نصح عید زلاتے ہو تم کہ ہم

عاجز نہ جانو میں قوی ہوں دلیر ہوں
 جو کبریا کا شیر ہے میں اس کا شیر ہوں
 مگر حکم دے زمین کو اہل اہل
 قاروں کی طرح تم کو گل جائے وہ شتاب
 چاہوں تو میرے نیرے پہ آجائے آفتاب
 تم سب کے سب ہو آتش خورشید سے کباب
 چشم کرم حسین جو امت سے پھیر لے
 یہ نہر علقہ ہی ابھی سب کو گھیر لے
 ہر لفظ کے امام نے معنی دکھا دیے
 دریائے علم خشک زباں سے بہا دیے
 نام اپنے نمروں سے فصحا نے مٹا دیے
 سر قاریوں نے شرم و حیا سے جھکا دیے
 پھر یک زباں یہ کہنے لگے سب پکار کر
 حاکم کو نذر دیں گے یہی سر اُتار کر
 فرمایا خیر حق سے ہے پیارا نہ مگر نہ سر
 تم پہ ہوا نہ وعظ و نصیحت کا کچھ اثر
 مطلب تھا ہم کو جس سے وہ اس دم ہے رادے
 جو حیدری تھا ہو گیا ایماں سے بہرہ ور
 بولا عمر ادھر کوئی ایسا جری نہیں
 سب دوست ہیں یزید کے اک حیدری نہیں
 ش نے کہا یہی تو ہیں اسرار کردگار
 جو وہم میں نہ آئے وہ ہو جائے آفتکار
 حیدر کے نام سے تو وہ عالم ہیں برقرار
 ہے انہیا کو ان کی ولایت سے انکار
 ہے مرتضیٰ رسولوں کی پیغمبری نہیں
 وہ بدو خدا نہیں جو حیدری نہیں
 یہ کہہ کے اپنی فوج کی جانب پھرے امام
 وہاں مورچے بڑھا کے بڑھی آگے فوج شام
 لشکر میں ح کا جسم لرزے لگا تمام
 آقا کی باتیں سنتے ہی وہ ہو گیا غلام
 آنے لگی بہشت کی بکھت و ماغ میں
 حوریں پکارنے لگیں جنت کے بارغ میں

آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا دیکھا یہ اس گمزی فوج حسینِ عرش کے پہلو میں ہے گمزی
 قوم یزید قمر سحر میں نظر پڑی آتش کے طوق پہنے اور آتش کی چھتری
 یوں قمرِ قمر کے خاک پہ ٹر پیک پیک گرا
 گویا زمیں پہ اپنی جگہ سے فلک گرا

آواز دی غلام کو آجھ کو تمام کتبہ مشکل کا وقت ہے شہِ مرداں کا نام لے
 دریا پہ پلِ سند کی میرے لگام لے اللہ ان لعینوں سے جلد انتقام لے
 دوا تجھدا مسیح سے یہ درومند ہے
 کیا جانے بابِ توپ کھلا ہے کہ بند ہے

فی القور لے کے نام شہنشاہِ ذوالفقار رہوار پر غلام نے حر کو کیا سوار
 دریا پہ غسلِ توپ کو آیا وہ نامدار آئی یہ گوشِ دل میں صدا دیکھ ہوشیار
 دریا میں غسل کی جیو پانی نہ پی جیو
 اور پیچ تو خواہش کوڑ نہ کی جیو

نح نے کہا خدا کی طرف سے ہے یہ عدا پھر بادِ پا کے منہ سے لگام اُس نے کی جدا
 پانی لگا پلانے تو گھوڑے نے دی صدا آقا نہیں نہیں نہ پلا داعیا
 پیاسا جنابِ صاحبِ دلدل کا لال ہے
 پانی بھلا حرام ہے اب یا حلال ہے

شاہاش کہہ کے گھوڑے کو اترا وہ نامدار کھولے سلخ اتاری قبا تن سے ایک ہار
 دہائے معرفت ہوا دریا سے ہکتار غوطہ لگا کے ہو گیا بحرِ گنہ سے پار
 نکلا تو غرقِ دوستی پلچتن میں تھا
 حرفِ گنہ نہ پھر کسی جزو بدن میں تھا

لیکن لباس کرنے لگا جبکہ زیب تن اک ہاتھ واں ہوا سے ہوا آکے شوگلن
 اُس ہاتھ پر دھرا ہوا اجلا سا پیر بن ہاتھ نے دی عدا کہ مبارک پہن پہن

اب تو خدا کے ساتھ خدا تیرے ساتھ ہے
 یہ غلط چناں ہے یہ حیدر کا ہاتھ ہے
 خوش ہو خدا کے ہاتھ سے تیرا ہر ایک کار اب جلد آ علی کو ہے کوڑ پہ انتظار
 حوری ترے فراق میں ہیں کب سے بے قرار ہاں جانِ فاطمہؑ پہ دل و جاں سے ہونثار
 خلعت تو پایا فاتحِ بدر و حنین سے
 رومالِ فاطمہؑ کا لے گا حسینؑ سے
 حق نے زمین پر سرِ سجدہ جھکا دیا وسیعِ خدا نے حلقہ نورِ خدا دیا
 تن پر سنوار کر یہ عمر کو سنا دیا دیکھا کہ اپنے عہد کو مولانا کیا دیا
 معلوم ہو گیا اثرِ گفتگوئے شاہ
 بندہ وہ حیدری ہے کہ جاتا ہے سوئے شاہ
 ہاں اہلِ شام روک تو لو تم مجھے بھلا یہ سن کے سب راہ ہوئی فوجِ اشیا
 فردوس کی ہوا میں ازا مخر کا بادیا جیسے کڑی کمان کا ٹوک یہ جاوہ جا
 پھر یہ بلندِ قدر کیا وہ نصیب کیا
 تھا کہ آسمان کیا اور زمین کیا
 غل تھا کہ شرکوں سے مسلمان جدا ہوا ظلمت سے نورِ کفر سے ایمان جدا ہوا
 نصرائیوں سے عیسائی دورِ جاہل جدا ہوا بادل سے آفتاب درخشاں جدا ہوا
 کرتا ہوا علیؑ کی مدد سے سنبھل گیا
 حُرب سے چاند چاند سے یوسف نکل گیا
 دہیا کی طرح موج پہ قہمی فوجِ اہلِ نار اُس میں مگر تھک قہمی ہر تیغِ آبدار
 بحرِ حبِ اہلِ بیت کی کشتی پہ تھا سوار جن کا کہ ناخدا تھا خدا وہ بزرگوار
 کوسوں کنارے ظلم کے گردابِ کرمے
 غل تھا وہ رودِ نیل سے موتی گزر گئے

جیٹوں کے شعلے لیے بڑے گہر بد سیر کی ٹر کے گرد آتش نمرود شعلہ در
 پہنچا نہ ہاتھ شعلے کا تا گردن و کمر ہنگام جست مرکب حر بن گیا شرر
 مژدہ دیا سرش نے یہ جبریل کو
 پھر آگ سے علی نے نکالا خلیق کو

ذوالوں کا اہر بڑھتے ہی رہوار کے گنا پانی ہو جیسے جلوہ خورشید سے گنا
 پر وہ کتان گرد کا اس چاند سے پٹنا بدلی نگہ جو حر کی تو کوسوں فلک پٹا
 دو لاکھ بجلیاں تھیں اور اک یہ نہال تھا
 دل بادشاہ کا فاضل خدا سے نہال تھا

پہنچا قریب فوج خدا جب وہ بادشاہ چرچا ہوا حسین کے لشکر میں جا بجا
 ہشیار اسے امام کے اصحاب و اقربا ہاں نیزے تانے تھیں سنبھالو غضب ہوا
 آتا ہے وہ فرس کی ادھر ہاگ پھیر کے
 لایا ہے کر بلا میں جو سید کو گہر کے

نعت کے کان میں یہ خبر پہنچی ناگہاں چناب ہو کے ڈیوڑھی پہ آئی وہ خستہ جاں
 رو کر پکاری اکثر و مبالغہ ہیں کہاں جان حسین کے رہیں مل کر نگاہیں
 کہہ دو وہ میرے شیروں سے سینہ پر کریں
 میں دودھ بخشتی ہوں تار اپنے سر کریں

یاں حر کو روکا ہامیں نے ادھر ادھر پوچھا کدھر کدھر ہمیں بتلا ظہر ظہر
 رستہ میں ہاتھ ڈالا تھا حضرت کی ہاگ پر اب کیا خیال ہے ادبی ہے عیاں کر
 نعت کے شیر نیچے جھوٹے سے قول کر
 لٹکارے پہلے تھق و پیر دکھ دے کھول کر

حر کو بھی جوش الفطرت آگیا آواز دی کہ روکنے سے کیا ہے دعا
 تقصیر وار ہوں تو جناب حسین کا چاہیں کل کریں مجھے چاہیں وہ دیں سزا

جو میں وہ تم غلام امام کریم ہو

فرق اتنا ہے جدید ہوں میں تم قدیم ہو

خود منتقل ہوں مجھ کو گنہ کا نہ طعنہ ۱۱ کھڑے کرو تو عذر نہیں اس غلام کو

جن کا گناہگار ہوں پر ان سے پوچھ لو مالک تو نیک و بد کے ہیں سلطان نیکی

آقا کے پاؤں پڑ کے خطا بخشوانے ۱۱

میں اپنا خون کرتا ہوں اچھا نہ جانے ۱۱

کھل جانے کا سلام ہی سے پردہ کش کا حال منہ پھیر لیں حضور تو خوں ہے مرا حلال

پھر پاس سے نکارا کر اے قاضی کے لال نرنہ ہی میں کھڑا رہوں کیا میں شکستہ بال

بولے حسین غازی کیا تم کو دھیان ہے

یہ میری جان ہے یہ مرا سہمان ہے

اپنے قصور پر اُسے خود اعتراف ہے اہرام دینا میری حیا کے خلاف ہے

یہ تو ہے نیک بد سے بھی دل اپنا صاف ہے کیسا گناہ کہی غلط سب معاف ہے

جانے ۱۱ یارو ذکر گزشتہ کو جانے ۱۱

غیر عاشق حسین ہے آنے ۱۱ آنے ۱۱

یہ سن کے ش کے گرد پھرے ش کے خیر خواہ لائے ہزار عز و شرف سے حضور شاہ

گھوڑے سے بٹے ش پہ گرا دو ہاتھ و آہ بولا کلام لطف نے کلمہ پڑھایا واہ

ح کو ہر اولی سے سر افراز کیجیے

مسلم کیا تو رتہ مسلم بھی دیجیے

پہننے جو ہوں میں حلقہ وہ حیدر کی ہے عطا اب غلخر ہیں بندے کے کوڑ پہ مرتعاً

کہنے لگے لپٹ کے گلے سے شہ بددا ہے ہے مرے رفیق تو کیا آیا کیا چلا

سہمان ابھی تو میری مدارات چاہیے

کی عرض اس نے غلہ کی سوغات چاہیے

لفظ نکارتی ہوئی یہ آئی ناگہاں لوگو! مری خوزادی کا مہمان ہے کہاں
 دروازے پر بلاتی ہے مقدوسہ جہاں عابد کو تپ ہے وہ نہیں آسکتے ہیں یہاں
 اکبر کے پیار سے نہیں کم اُس کا پیار ہے
 نہت بلائیں لینے کی امیدوار ہے

آقا کے ساتھ حوسے صحت سرا چلا شہزادی کے سلام کو بھٹکا تھا جاہجا
 نہت بلائیں لیتی تھیں اور دیتی تھیں دعا آیا جو درپ کہنے لگی جب مرتعاً
 انہام نیک ہوتا ہے ہر نیک ذات کا
 یہ کہہ کہہ کیا سبب ہوا تیری نہات کا

سر سے غلام پھینک کے مرنے کہا کہ آہ کوفہ سے جب چلا میں سوئے شاہ دیں پناہ
 دیکھا یہ خواب میں شب اول خدا گواہ گھوڑے کا میرے نعل گرا درمیان راہ
 بازار میں گیا ہوں میں لے کر سندکو
 اور ڈھونڈتا ہوں چار طرف نعل بند کو

میں خواب میں تھا کوفہ کے بازار کو رواں ناگاہ اک ضعیف نے آکر کیا بیاں
 تجھ کو بلا رہی ہیں حسین و حسن کی ماں میں بولا تجھ کو خبر ہے زہرا یہاں کہاں
 وہ بولی ہاتھ رکھ کے دل پاش پاش پر
 سر جنتی ہے غافلہ مسلم کی لاش پر

رودیا میں اس بیان پر رودیا میں خوب سا ہوا اس کے ہو گیا کرتا ہوا بکا
 دو اک قدم چلا تھا کہ بس دیکھتا ہوں کیا اک سبز پردہ لاشے مسلم پہ ہے کھنچا
 پردے کے پیچھے روتی ہیں اماں جناب کی
 اور ان کے ساتھ روح رسالت مآب کی

بھرے کو میں جھکا تو نکارتی وہ نیک خو کیوں بھائی کچھ بتاؤں پہ احساں کرے گا تو
 میں نے کہا چشم، تو پھر کی یہ گفتگو سن کہتی ہوں میں حیرت حیرت کے روبرو

پلا ہے لاکھ پیار سے پیارے حسین کو

تو دُخ کچھ نہ ہمارے حسین کو

توہ کی اس غلام نے یہ خواب دیکھ کر لبث نے دی عدا سوئے کوفہ چشم تر

اماں بھڑوں روئی ہو مسلم کو اس قدر کیا حال ہوگا قتل جو ہوگا یہاں پھر

تجما نہ واں ہراول لشکر کو روئے

یاں آ کے میرے ساتھ بھڑ کو روئے

ناگہ پڑی دواغ ہراول کی دھوم دھام اکبر کبھی گلے سے ملے اور کبھی امام

دیوڑھی پہ آ کے روئے لگیں یہاں تمام بیمار کر بلا نے یہ کُڑ سے کیا کلام

تو نے کیا سلوک شہ بحر و بر کے ساتھ

عابد پڑھے گا تیری زیارت پند کے ساتھ

بڑھ کر سوار ہونے لگا ج نامور لبث کے دلوں لالے آئے ادھر ادھر

پھیلے کے گرتے اور حیا سے جھکا کے سر بولے کہ ہم نے روکا تھا تجھ کو معاف کر

تو نے کیا ہے خوش پھر پیرت کو

بھڑ کے پوتے تھامیں گے تیری رکاب کو

دو فوج فدا سے دیں ہوا پھر تو وہ شہسوار نصف انہار میں کیا خورشید نے قرار

دش ہوئے چرخ رکابوں کے ایک بار روشن نکاح پکاری ٹیپ وار

صیت سے فوج اٹلی جوا زور ہوئی

بڑھتے ہی بادپا کے ہوا گرد ہوئی

اب ہے یہاں اشارہ تائید کبریا شکل ہراول شہ دیں سمجھ کر دکا

قربان اس اشارے کے اس لطف پر فدا اب تک کسی نے خر کا سراپا کہا نہ تھا

گنبد فیض سے ہے خدا کا بھرا ہوا

مضمون حیرے سے کا یہ تھا دھرا ہوا

دن کو رداں ہے پنج فرماں حسین کا غم کھانے کو ہوا ہے جو مہماں حسین کا
 طوبی ہے جس کو سنا ہے داناں حسین تھا کا بو ذر ہے وہ حسین کا سلاں حسین کا
 کیا وہ پہ ہر اول شاہ ہدا کا ہے
 نصرت جلو میں پشت پہ سایہ خدا کا ہے
 سلاں کا نگر ہے یہ مسلمان ہادقا سلاں سے ایک نیم سلاں میں ہے سوا
 اور نیم کے چہل ہیں تو حیرت کی ہے یہ چا سلاں سے خر زیادہ ہے چالیس درجے کیا
 سلاں سے شرف جو فزوں ہاتھ آئے ہیں
 چالیس درجے نر نے شہادت کے پائے ہیں
 سلطان حسن، خر کا رخ بے نظیر ہے اور آپ خر غلام جناب امیر ہے
 چرخ چہاری پہ جو مہر مہر ہے اس بادشاہ حسن کا چوٹا دزمہ ہے
 خر عاشق حسین دو عالم میں ایک ہے
 خاتم ملک محمد قر نام نیک ہے
 ہر جزو ہے عناصر اربع کا انتخاب پھلوں کی خاک لعل کی آگ اور گہر کی آب
 بدلے ہوا کے حرم تو لائے پوزاں پھر ناروں کا قرب نہ کیوں جانتا عذاب
 شرکت اب آہ و انک میں آل عبا کی ہے
 نر کو موافق آپ د ہوا کر بلا کی ہے
 بالذات اورج عقد ثریا نہیں ہوا وہ غریب اس کے حسن کا ہے خوشہ جیس ہوا
 خورشید پاؤں چوم کے گردوں لگیں ہوا مل کر جہیں جہیں سے ملک مر جہیں ہوا
 چہرہ ہے ایک جلوے نگر بے حساب ہیں
 گویا کہ ایک صبح میں لاکھ آفتاب ہیں
 پاؤں کو کوہ سر کو کہیں چرخ بگمتیں یہ بات وہ ہے جس کا کہ سر پاؤں کچھ نہیں
 یہ پاؤں غلہ میں ہیں یہ سر نذر شاہ دیں آئینہ دار صبح چلی ہے یہ جہیں

حیران ضمن خال سے سارا زمانہ ہے

باطن میں غمیں اور یہ ظاہر میں دانہ ہے

عارض سے پردہ ہوئے عارض یہ کیا مجال ابرو سے پھر کے شہر بدر ہوا بھی ہلال
کاگل سے گر کرے سرموچ کا خیال فوراً گناہگار ہو سنبل کا ہال ہال
خوشید کو چپ آئے اگر سامنے کرے

جاتا رہے بخار جو یہ رخ دوا کرے

بچی کے گرد سر ہیں یہ ابرو جدا جدا یا شمع آفتاب کے پروانے دو ہا
یا شمع آفتاب کیا اور ہا کیا شہباز عقل مسد معانی کو پھر اڑا
بچی کی ابروؤں کے تلے یہ دلیل ہے
اک شاخ سدودہ زیر پر جبریل ہے

محراب کعبہ لب ہیں دامن جبراً حرم اس جھوٹے میں ہیں کام و زباں مختلف بزم
دونوں خدا کے کام میں مشغول و مہم دم دانتوں کے رخسے ہوئے آگاہ خوب ہم
کرتے ہیں سجدہ کام و دہاں کردگار کو
رکے ہیں گرد موتی کے دانے شاد کو

دانتوں کو موتی کہتے ہیں اہل سخن تمام جو ہر شمس کے لیے ہے بحث کا مقام
سوسیتوں سے ایک در دنیاں کا ہونہ کام یا قوت لب کو کہتے ہیں اس میں بھی ہے کام
دونوں لبوں کا قلم کمر بیان ہے
یہ جان ہیں سخن کی سخن ان کی جان ہے

چٹبہ بیاض گردن کز صبح جیسے شام شمع حرم جھکائے ہے پاں گردن سلام
صبح لگو پہ نور کے درجے ہیں سب تمام رومال قلمتہ کا ہے باقی فقط مقام
رہیں نور کو تو نور کا بیوند چاہیے
رومال قلمتہ کا دگلوند چاہیے

ہاتھوں کو شاخ سرد بتاتے ہیں خام و عام بندے نے اس مثال کو لیکن کیا سلام
شاخوں میں سرو کی نہیں پھل بھی برائے نام یہ ہاتھ وہ ہیں جن میں کہ ہے دامن امام
قامت سے مہر رخ کی جلی دو چند ہے
خورشید حشر اک تہ آدم بلند ہے

آنکھوں کے جلتے اب میں زرہ میں لگاتا ہوں سنبل کی سیر کے لیے آنکھوں سے جاتا ہوں
سیماب سے زرہ میں سوا جلوہ پاتا ہوں تن رخ کا آئینہ ہے قسم اس پہ کھاتا ہوں
دیکھو بدن پہ اس زرہ خورشید کی شان
سیماب آئینہ پہ ہے قائم خدا کی شان

چار آئینے ہیں حر کے شرف پر گواہ چار دیتے ہیں شاہدی کہ زبے غر نامدار
ہمعصر چار امام کا ہے یہ وفا شعار نائب پسر کو کر چکے ہیں شاہ باوقار
اب تک علی سے تا پہ علی اس زمانے میں
دیکھے ہیں چار امام نبی کے گھرانے میں

شیریں اودادہ ریش پری رو ہے زیرے راں کوڑے کا دھیان لائے جو راکب تو یہ کہاں
چلنے میں چھوڑ دیتا ہے یہ حد آسماں یعنی کہ تازیانے کی صورت ہے کھکشاں
دم بھر بھی آشنا یہ نہیں غرب و شرق کا
دل سوز ہے ہوا کا ہوا خواہ برق کا

پرکار سے یہ کلوے میں جولاں زیاد ہے رہوار کو براق کی پروا زیاد ہے
ہنگام پو یہ کشتی ہار مراد ہے پکرائی جس سے فوج یہ وہ گرد باد ہے
گری میں آگ ہے تو یہ نری میں خاک ہے
بیہوں سے مثل آب رواں صاف و پاک ہے

ہر صف میں غل تھا کون ہے یارب یہ باوقار یوسف کا ہم وطن کہ سلیمان کا ہمدیار
بوزار کا ہم نسب ہے کہ سلساں کا رشتہ دار ایساں کا پہلوں کا عرب کا ہے شہسوار

خُر کو بھی نہ دیکھا تھا اس زب و زین سے

انساں فرشتے بن گیا فل کر حسین سے

گردن ہلا کے شہ کے ہراول نے دی دعا یارو بس ایک کلر حق تم سے یہ سنا
میں وہی خاک ہوں وہی ذرہ جو آگے تھا خوشبو ہے یہ حسین کی جلوہ حسین کا

غالب نہ کیوں ہو نور۔ نہیں آفتاب پر

سجدہ ابھی کیا ہے در بورتب پر

سجھا عمر کہ نرم ہوا کچھ دل سپاہ یولا بے تسلی لنگر وہ رویا
کچھ کم نہیں کسی سے تمہارا بھی بادشاہ ہاں سرفردشو جہد کر ہے جو ٹپ جاہ

خُر کو حسین تم کو مبارک یزد ہو

اب دن نہ ڈھلے پائے کہ سید شہید ہو

نواد پش لبرہ دروم و عراق و شام نکلے پردوں سے تانے ہوئے یزد و حسام
گرز و گماں کند و تہ زیں لیے تمام پڑھنے لگے لقب نسب نامے نام نام

لنگر تھا کہ آگ کا دریا تھا جوش میں

تھارے شور میں تھے کہ بادل خروش میں

غواص تنج خُر کا برائے شادری عریاں ہوا قہائے نیام اک طرف دہری
پرتھی اسی کے قبضہ میں سب تنگی و تری صیت سے پانی ہو گئی سبز سکندری

تج دوں کا فوج کے گرد آب ہو گیا

لنگر کا حلقہ حلقہ گرداب ہو گیا

اللہ دے شکار ہمشیر آبدار دکھلا دیے صفائی کے سب ہاتھ ایک بار
دریائے خوں میں دھوم ہوئی اُس کی دہر پار جوہر کا ایک ہال بھی ڈوبا نہ نہ ہمار

خود وہد خُر کے دل کو صفا دیکھ کر ہوا

ہاتھ اک طرف نہ تج کا ناخن بھی تر ہوا

ڈر ڈر کے آبِ تنے سے سب کوچ کر گئے خضہ سے ہو کے چش بھیں کچھ ٹھہر گئے
پل بن گئی وہ چین جیوں سر اڑ گئے اک دار میں فرات کے پار ان کے سر گئے

حیرت سے جاں فنا ہوئی غالب کھڑا رہا

کشتی تو غرق ہو گئی لنگر پڑا رہا

نحر حملہ در ہوا کہ اسد حملہ در ہوا وہ حملہ در ادھر ادھر اسلام در ہوا
سرگرم سحر کہ سر ادا د اگر ہوا وہ گل کھلا کہ لالہ کھسار سر ہوا
ہل حسد کو درس ادھر آہ آہ کا

حور و فلک کو درد ادھر داہ داہ کا

بھم دم حسام کا ادا کا دم ہوا درد و الم سوا ہوا آرام کم ہوا
مصنام سکہ اور دل ادا دم ہوا وہ دل اگر دم ہوا مالِ عدم ہوا
داج خر کا سرور دلا گھر ہوا

معدم عہد عمر گردہ عمر ہوا

اجی شر فتن ہوئی شمشیر شعلہ تاب دوش ہوا پہ جل گئی بارہلی سحاب
مرغابیاں ستاروں کی گردوں پہ تھیں کباب گرمی کے مارے تھا پ دریا پہ آب آب
غل تھا کہ آج تنے شر دم کے بات سے

پانی بھی ہاتھ دھوئے گا اپنی حیات سے

دوسر اشتیا جو بنی تنے برق دم پھر ان کے حال پر نہ ہوئی چشم زخم دم
لکھا دھن کے دھنوں سے یوں دوہ دل بزم جائے میں پیسے منہ سے دھواں نکلے سج دم
دم اس دھویں کے ساتھ سفر کو ہوا ہوا

اور پیچھے پیچھے جسم بھی پہنچا اڑا ہوا

سرداروں پر جو وار کیا کہہ کے یاسین زائل کیا سروں سے غرور اور دلوں سے چین
کل تین حرف تنے میں تھے تاویذ و فیض تعظیم ان کی ہو گئی ادا پہ فرض یمن

سرتن سے تن قدم سے قدم خاک سے اٹھا

اک شور واہ واہ کا اٹلاک ہے اٹھا

نکلے میں نیزہ دار بڑھے تان کر سناں ہر نیزہ اڑو ہے کی طرح ساعد فٹاں
نیزہ لیا جو خر نے اماں بولی الاماں۔۔۔ کی فلک نے رستم دستان کی داستاں
نیزہ علم ہوا تو سناں کی زباں سے

ہاتیں زمین کرنے لگی آسمان سے

کانٹھے پہ رکھ کے نیزے بڑھا شیر نیزہ دار نام امام لے۔۔۔ کے کیا نیزہ کا جو دار
ماند جا رہا سمجھ ہوا سو دلوں کے پار دل درکنار جان ہوئی اُس سے ہلکا
نیزہ کی دو پہ خش ہوا ہر تن سپاہ میں
اور سر تو لوٹ لوٹ گئے گر کے راہ میں

چمکایا جس نے نیزہ کو دوڑا کے راہدار تو من کے سینے سے ہوا یوں نیزہ حر کا پار
سینہ لیا سسند کا اور گردن سوار جس طرح ایک شیر کے قابو میں دو فکار
دہوار تو زمین سے اسوار زمین سے
یوں اڑ گئے کہ گرد نہ اٹھی زمین سے

خالی ہوا سپاہ سے جب عرصہ قبال آقا کے دیکھنے گو پھرا حر خوش خصال
شمشیر و نیزہ ہاتھوں کے اندر لہو سے لال تن حیدروں سے چمکا ہوا دل سینہ میں غدا حال
حضرت پکارے صاحب شمشیر آگیا
روباہوں کو ہنگامے کے مرا شیر آگیا

خر نے کہا جو پانی ڈرا سا ہو مرمت تو چھین لوں یزید کا میں تخت سلطنت
بولے حسین پھر ہمیں کیا اس سے مصلحت بہتر یہی ہے جو مرے مالک کی مصلحت
یہ کہہ کے خر کی پیاس کو شہ نے بجھا دیا
اک سپہ غلہ ہاتھ میں تھا وہ تنگنا دیا

خوش کے پاؤں چوم کے دن کی طرف چلا شوقِ علم کا کھول کے مہمان نے کہا
 دم لے علم کے سایہ میں بھر کچھ دغا خرنے کہا نہیں مجھے اب ہونے دو فدا
 آقا علم کے سایہ میں مجھ کو بٹھاتے ہیں
 حیدر بزرگ سایہ طوبیٰ جلاتے ہیں

بولے حسین جا مرے مہمان الوداع اے میرے بوزارے مرے سلطان الوداع
 اے میرے جاں نثار مری جان الوداع حامی خدا رسول نگہبان الوداع
 بابا سے کہتا پیارے کا لفظ بھی آتا ہے
 بھر رنجے کوڑے دودھ کے اسمٰعیل بھی آتا ہے

مشتاق مرگ دن میں گیا خر بادشاہ جلاوطن کو پکارا کہ اب سر کرو جدا
 لو میں نے دقت راہِ حسین آپ کو کیا تن ہو کہ سر ہو دل ہو کہ سینہ ہو سب فدا
 لے لو قسم غریبی سہل رسول کی
 لو نیزے مارو میں نے شہادت قبول کی

یہ کہہ رہا تھا خالموں سے حر نامور جو آیا چھپ کے پشت پہ سفیان کا پیر
 برہمی غضب کی اس نے لگائی وہ تان کر جس کی اپنی ہوئی جگر خر پہ کارگر
 فوارہ خونِ دل کا بہا آہِ زمین پر
 اور یا حسین کہہ کے گرا وہ زمین پر

وڑے پیادہ کہہ کے یہ ہشیر سے امام زینب تھمارے بھائی کا مہمان ہوا تمام
 سیدانی پیٹے لگی لے لے کے بچ کا نام آقا کے گرد و پیش چلے حیدری غلام
 یوں شاہِ حق قرار تھے مہمان کے واسطے
 یعقوب جیسے پست کنکھان کے واسطے

مقتل میں آ کے دیکھا کیا ہے علی کا لال اک شیر جھومتا ہے دو ذرا لہو میں لال
 ہاتھوں میں ذحال و حال پر مضع سے نڈھال ہالے میں چاند خون کے قہارے میں ہے نہال

دل کو دُورِ درد سے ہے قصدِ آہ کا
 لیکن وہ نام لیتا ہے شہرِ آہ کا
 پھیلا کے ہاتھ شہ نے کہا جا کے متصل
 وہ بولا آہ اٹھنے نہیں دیتا دردِ دل
 اکبر کا واسطے مجھے فرمائیے بھل
 تڑپا پھر اس طرح پہ کہ ہر دُغم پھٹ گیا
 آنکھوں کی پٹلی پھر گئی اور دم اُٹ گیا
 عارض پہ غم کے شاد نے عارض کو رکھ دیا
 غم نے اشارہ خیرِ سادات کا کیا
 اصحابِ گردِ لاش کے تھے شور و شہین میں
 خیرِ مسکرا رہا تھا کنارِ حسین میں
 کہتے ہیں جب قریب رہی شہ کی بارگاہ
 پوچھا رفیقوں نے تو یہ بولا وہ خیر خواہ
 اک آرزو بڑی رہی جاتی ہے آہ آہ
 کزودِ پیاس سے مرا آقا ہے کیا کروں
 آقا پہ میرے تیسرا قافا ہے کیا کروں
 اصحاب نے کہا کہ بھالائیں مل کے ہم
 کیا آرزو ہے کہہ تجھے ٹھوڑی کی قسم
 ہم سب ترے تار تو شہ پر ہوا تار
 خیر کے گرد پھرنے کا تو ہے اسیدوار
 ہاتھوں پہ اپنے رکھ لو تنِ پاش پاش کو
 خیر کے گرد لے کے پھر میری لاش کو
 کہنے لگے حسین کے اصحابِ نامدار
 آئی عدا بخیر ہوا تیسرا خاتمہ
 خیر کے گرد پھرتی ہے سرِ نیلے فاطمہ

سب روکے ہوئے ہم تو ہیں حاضر ابھی مگر کچھ شفقت حرم کی نہیں ہے تجھے خبر
لاشا ترا جو گرد پھرے گا ادھر ادھر سیدائیاں خدام سے نکلیں گی نکلے سر
آئی عدا کہ تجھ پہ یہ کیونکر خبر کھلے
بھرتی ہیں حواریں لاش کے چو گرد سر کھلے

پہنچے جو در پہ لاش لیے شاہ دیں پناہ نہایت نے ہائے غم کہا بس کرتے ہی نکلا
مہماں کو لے کے بیٹھ گئے رو بہ بلہ شاہ پھیلا کے پاؤں رکھ دیے پہلو میں ہاتھ آہ
خز کے شرف حسین کی الفت سے بڑھتے تھے

زانو پہ سر دھرے ہوئے نہیں پڑھتے تھے
آنسو ہر ایک فقرے پہ مولا کے تھے رواں نیچے جبین خڑ پہ کئی انگ ناگہاں
آنکھوں کو خڑ نے کھول دیا نور کی نفاں اے دائے یکس مری اے شاہ یکساں
اعدائیں گے جبکہ مری موت ہوئے گی
دشمن ہے ہاں وہ کاہے کو لاشے پہ روئے گی

میں جاں بلب ہوں طعنہ اعدا سے مجھ کو کیا پر نام میرے قبلہ و کعب کا ہے بڑا
آقا غلام کو علی اکبر کے دو صدا اور اپنے بھی غلاموں کو بلوانو ایک جا
انعام کی جگہ نہ رہے اہل شام کو
روئیں غلام آپ کے سب اس غلام کو

شر ہوئے بس کو حانہ مرے دل کو مرتے دم کیا حیرے رونے کو یہ بنی قاطعہ ہیں کم
ہاتم کی صف بچائیں گے حیرے لیے حرم جس کو نہ رونے پائیں گے بھائی وہ ہم ہیں ہم
شیدا علی کے حیرے عزادار ہوئیں گے
اے خڑ جو مجھ کو روئیں گے وہ تجھ کو روئیں گے

تو اپنے دہنے ہاتھ کی جانب تو کر نظر بولا وہ دیکھتے ہی کہ اے شاہ بحر در
اک بی بی تین مرد ہیں استادہ نکلے سر شہ نے کہا سلام مرا سب سے عرض کر

چاروں بزرگ ہیں یہ ہمارے کھڑے ہوئے
 یہ تیرے رونے والے ہیں سارے کھڑے ہوئے
 یہ کہتے تھے کہ دیکھتے کیا ہیں شہِ ذہن کُڑ کے گلے سے خون کا دریا ہے موجزن
 مولانا نے روکے بچے علق سے کیا غن کھولو تھراکات کا صندوق اے بہن
 مہمان ہے میرا شہنشاہِ آلِ قاطرہ
 زخمِ گلو پہ بازوؤں کا رومالِ قاطرہ
 رومالِ قاطرہ کا جو لائی وہ دلِ حزیں شہ نے لپیٹا خلق پہ مہمان کے وہیں
 کُڑ نے نگاہِ یاس سے کی سوئے شاہِ دیں لطف و کرم پہ ہو گیا صدقے وہ خوش یقین
 روئے حرمِ عزیز اُسے شہ کا جان کے
 کھولے سراپے سوگ میں اُس مہمان کے
 رونے کی جا ہے اور یہ ہے پینے کی جا مہمان کا یہ حق ہے یہ خاطر یہ مرجہ
 پر آہِ ذبح جب ہوا مہمانِ کر بلا واں آئی قید ہو کے بہن شہ کی بے روا
 نو مرجہ گری وہ دل انگار لاش پر
 رونے دیا نہ شمر نے اک بار لاش پر
 مقتل سے لاشِ خُکو کو اس طرح لائے شاہ پامال شہ کی لاش ہوئی وا عہدہ
 رومالِ قاطرہ تو بندھا خلقِ کُڑ پہ آہ اور لے گئے حسین کی پوشاکِ رویا
 سر کُڑ کا اور کنار شہِ مشرقین کا
 صد حیف بھر نوکِ شاں سرِ حسین کا
 بس اے دہر لرزے میں ہے چرخِ چنبیری کی فتم ذوالجلال نے تجھ پر خونوری
 اس نغم سے نفل ہیں چہ سدی چہ انوری ہر مصرعِ بلند ہے شمشیرِ حیدری
 دل و شمتاں دیں کا دوئمِ اُجمن میں ہے
 گویا زبانِ حقِ علق کی دہن میں ہے

سلام

نُجْرَی کھنچن قضا بھیڑ کے گلشن میں ہے
نُجْرَی جو پھٹن کے سایہ دامن میں ہے
لُجَبِ دل سے چشمِ تریاقت کی معدن میں ہے
جلوۂ ماہِ بنی ہاشمِ سلائی رن میں ہے
ہر گلِ ہارِ امانت موت کے دامن میں ہے
مُکَلِّ دُضواں وہ ہمیشہ خلد کے گلشن میں ہے
بے بہا لعلِ بدعشاں نُجْرَی دامن میں ہے
یا جلی نور حق کی دانی ایمن میں ہے

قطعہ

اسطِ جِ کر گئے رن میں جو ہم شکلِ حق
بکتر و چار آئینہ خود و ذرہ تجا و سپر
گلشنِ قدرت کی ہے برگِ گلِ سون پر
ایک جوشن ہے کبیر اور اک صلیبِ آفاق میں
ہے یہ آغوشِ کماں معصوم نورِ دوش سے
تاجِ پُر نور کی ہے تابِ رُخِ آفتاب
بسکہ ہے وقتِ ظہور مہدی ہادی کا شوق
بار میں مضطر ہے جیسا غاصبِ ہارِ فدک
بولے ادا فرق اکبرِ قلمِ آہن میں ہے
واہ کیا کیا زیورِ جنگ اس جواں کے تن میں ہے
کب اثر ایسا دعائے اطیر سون میں ہے
بر خواہی جو فتنِ اکبر کے اک جوشن میں ہے
زورِ قوس کو تجلی کھکشاں کی رن میں ہے
سایہ اس کے قد کا طوطی کی طرح گلشن میں ہے
مہر سے چشمِ سبھا چرخ کے روزن میں ہے
بے قراری کب کسی دانے کو وہ غزن میں ہے

شہرہ ہے تیری زبانِ در فضاں کا اے دیر

لعلِ پاشیدہ و نورِ شرم سے معدن میں ہے



دنیا زنداں ہے جائے آرام نہیں
گہوارہ ہے جز گردشِ لیلِام نہیں
آنکھوں میں سپیدی و سیاہی کی طرح
جھپکی جو پلک صبح نہیں شام نہیں



بالائے زمیں زندوں کی تعمیریں ہیں
مردوں کی پہ زبرِ خاک جاکیریں ہیں
مہرت کے مرقع کا ہے اک صفحہ زمیں
دونوں طرف اس ورق پہ تصویریں ہیں

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے بچے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے
نے دودھ ہے نہ پانی کے تلے کی آس ہے پھرتی ہے آس پاس، پہ پھینے سے یاس ہے

کہتی ہے کیا کروں میں دہائی حسین کی

بچی پھری ہے آج مرے نور عین کی

فریاد یا علی میں کدھر جاؤں یا علی ان داغوں کو کہاں سے جگر لاؤں یا علی
کس طرح ان کے سانس کو ٹھہراؤں یا علی پانی کا قطرہ ہے میں کہاں پاؤں یا علی
بچلے کو آنکھ کھولی تھی اب کھولتے نہیں

دوتے نہیں دیکھتے نہیں بولتے نہیں

اک دم بھی ہائے غم سے نہیں اب فراغ ہے تازہ ابھی جوانی اکبر کا داغ ہے
لو پھر گئی ہے کان کی گل یہ چراغ ہے کیا لوٹنے کو موت کے میرا ہی باغ ہے

اصغر کا پازراب ہے اکبر سدھارے ہیں

کیا خاک میں ملانے کو میرے ہی پیارے ہیں

میں کتنی تھی نجف میں انیس لے کے جاؤں گی شاد نجف کا ان کو مجاور بھاؤں گی
انگی پکڑ کے گرد لہ کے پھراؤں گی ہے ہے انہی کو قبر میں اب میں سلاؤں گی

منت کے طوق بڑھ چکے پروان چڑھ چکے

نیس کا وقت آگیا قرآن پڑھ چکے

اب کس کی بامروہ بڑھاؤں گی ہسٹلیاں ہے ہے کرخت ہو گئیں یہ نرم انگلیاں
تیر بدل بدل کے پھراتے ہیں ہتھلیاں اب میرے لال ہاندہ نہیں سکتے مٹھلیاں

باقی حواس پیاس سے معصوم کے نہیں

منہ میں انگوٹھے لیتے ہیں اور چوستے ہیں

ہر دم سکینہ سامنے بھائی کے آتی ہے ہاتھوں میں لے کے ان کے کھولنے دکھاتی ہے

سہلا کے ننھے تلوے، یہ رو کر سناتی ہے من جاؤ بھائی جان یہ بہنیا سناتی ہے

کڑھتی ہیں اماں آنکھ کو تم کھولتے نہیں

اللہ! ہم پکارتے ہیں بولتے نہیں

سر ٹٹے گرد جھولے کے سب کنبہ ہے ہم بیلا رہے ہیں سنے ہوئے پاؤں کو حرم

بچے پہ سر ڈھلا ہوا دیکھتے ہیں دم بدم چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے کبھی دیکھتے ہیں دم

قرآن کی ہوا کبھی گھبرا کے دیتے ہیں

بانو کو دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں

آخر کہا یہ سب نے جاؤ امام کو لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو

اس بے زباں کا حال جاؤ امام کو نیلی رنگیں گلے کی دکھاؤ امام کو

اکبر کی لاش لے گئے ہیں قتل گاہ میں

کوئی پکار لو، وہ ابھی ہوں گے راہ میں

حضرت لٹا رہے تھے وہاں لاشیں جواں جو بے حواس پیہوں کی یہ سنی فغاں

بولے کہ چھن بھائی کو بن بھائی کے کہاں اکبر تمھاری لاش کا خالق ٹھیکہاں

ہم غمزدہ کہ میں جاتے ہیں اصغر بلا تے ہیں

ان کو بھی لا کے پاس تمھارے سلاتے ہیں

منہ پر جواں بیٹے کا تازہ لبو لگائے ماتم سرا میں گنج شہیداں سے شاہ آئے

جھولے پہ ہاتھ پکڑے ہوئے اہل بیت لائے بچے کے ہاتھ پاؤں ہلا کر انھیں دکھائے

رو کر کہا کہ سانس فقط آشکار ہے

سو اس کا کیا حساب کہ دم کا شمار ہے

ہنسنے سر ہانے جھولے کے شہیر سر جھکائے اصغر کے کان سے لب مہر نما ملائے
 چپکے سے کچھ کہا کہ وہ سخت ہی مسکرائے سوئے حسین ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے
 ”بولی سکینہ بابا نے مشکل کشائی کی
 اہل مہارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی“

ہاتھوں پہ لے چلے جو اسے شاہ اقتیا بانو پکاری لوٹھی کو صاحب جلا لیا
 سیدانہوں کے پاؤں پہ پھر سر کو رکھ دیا بولی خدا نے سب کی دعا سے کرم کیا
 لب پر جسم، آنکھوں سے شر کے نگارے ہیں
 ہم تم کوئی نہیں انھیں بابا ہی پیارے ہیں

نہت نے پوچھا شر سے کہ اسے فکر کائنات کیا آپ نے کہا کہ جو چونکا یہ ٹپک ذات
 شر بولے ”ان کے دادا ہیں حلال مشکلات اس بے زبان کے کان میں میں نے کئی یہ بات
 چلتے ہو پہلوئے علی اکبر میں سونے کو؟

آتے ہو میرے شیعوں پہ قربان ہونے کو؟
 جھولے سے اٹھ کے قتل کے میدان کو دیکھیے کیا لعل و در ہیں گنج شہیداں کو دیکھیے
 لوٹے ہوئے علی کے گھٹاں کو دیکھیے عتجر کے پھل کو غنچہ پیکاں کو دیکھیے
 یہ سن کے میری گود میں جھولے سے آئے ہیں

معتل کو شوق حیر میں منہ کو بھرائے ہیں
 بانو پکاری ان پہ تو سب رحم کھائیں گے بچہ سمجھ کے پانی بھی دشمن پائیں گے
 شر بولے جو نصیب میں ہوگا وہ پائیں گے پہلے انھی کے آگے انھیں لے کے جائیں گے
 خاطر سے ان کی پانی کے ساں بھی ہوئیں گے
 انجام کار یہ ہے کہ ہم ان کو روکیں گے

بانو نے دی قسم کہ یہ فرمائیے نہیں گزری میں ایسے پانی سے لے جائیے نہیں
 اب دل مرا نہ مانے گا سمجائیے نہیں اصغر کو دیجیے مجھے روائے نہیں

شہ بولے ان کو شیعوں سے پیارا کرو گی تم؟

جھولے میں موت آئے گی تو کیا کرو گی تم؟

اب تو ضرور جائیں گے یہ دن میں جائیں گے پانی اگر ملے گا تو ان کو پلائیں گے
جیتا خدا جو لائے گا ہم لے کے آئیں گے پر عمر ہے جو کم ہی تو کیونکر بڑھائیں گے
بندے کا کچھ نہ زور نہ کچھ اختیار ہے

مختار موت و زیست کا پروردگار ہے

سمجھانے پر حسین کے بانو نے رو دیا دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا
لے کر پلائیں بیٹے کی پھر یہ بیاں کیا داری سدھارو، خیر جو مرضی کبریا
دیکھوں پھر آج کب تمہیں کوئی میں لیتی ہوں
اللہ و جنت کی ضمانت میں دیتی ہوں

امیر کو لے چلے جو شہنشاہ بحر و بر سڑک کے اُس نے کہنے پہ مسرت سے کی نظر
نصحا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر بانو پکاری پھیر کے منہ کو ادھر ادھر
لوگو مرا کیجیو اللہ ہے تمام لو
امیر سدھارتے ہیں جہاں سے سلام لو

گھر سے نہیں چلے ہیں یہ دنیا سے جاتے ہیں ننھے سے ہاتھ جوڑ کو ماں کے دکھاتے ہیں
دست پکاری ”ہوٹوں کو بھی تو ہلاتے ہیں اسنے دنوں کے دودھ کا حق بخشواتے ہیں“
وہ بولی ”ہیس، کیجیے پہ نشتر نہ مارو تم
لو دودھ چھ مہینے کا بخشا سدھارو تم“

ہاتھوں پہ لے کے اس کو چلے شاہ اختیار کیا او رساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
لکھا ہے دھوپ چیز تھی اور گرم تھی ہوا امیر پہ ماں نے ڈال دی اچلی سی اک روا
چادر نہ تھی وہ چہرہ پر آب و تاب پر
کھڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سہل مصطفیٰ لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا
نے مانگنا ہی آتا ہے مجھ کو نہ التجا مفت بھی گر کروں گا تو وہ دیں گے کیا بھلا؟

پانی کے واسطے نہ سئیں گے عدد مری

اصغر کی جان جائے گی اور آبرو مری

پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا قرآ کے رہ گئے چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ "یہ ہم کو لائے ہیں

اصغر تمہارے پاس فرض لے کے آئے ہیں"

ماں نے بہت گلے سے لگایا نہ چپ ہوئے گہوارے میں پہلو بھی نے بھلایا نہ چپ ہوئے
بہنوں نے گودیوں میں کھلایا نہ چپ ہوئے رو رو کے سارے گھر کو دلایا، نہ چپ ہوئے

واں اشک ہار تھے تو یہاں بے قرار ہیں

پانی کے تم سبھوں سے یہ امیدوار ہیں

گر میں بقول طمر و عمر ہوں گناہگار یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصور وار
شش ماہ بے زہاں، نئی زادہ، شیر خوار بھگم سے سب کے ساتھ پیاسا ہے بے قرار

من ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے

مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

جو شیر اور کچھ نہیں ان کی غذا ابھی نے گھنٹیوں چلے ہیں نہ کتب ہوا ابھی
بابا کا نام بھی نہیں منہ سے لیا ابھی یہ تو ہر ایک دین میں ہے بے خطا ابھی

کیا کام ان سے بغض ہے تم کو اگر مرا

جانو خدا کا بندہ نہ سمجھو پسر مرا

یہ کون ہے زہاں ہے حمیں کچھ خیال ہے؟ درجہ ہے بازوئے نکس کا لال ہے
لو مان لو حمیں قسم ذوالجلال ہے ہڑب کے شاہزادے کا پہلا سوال ہے

پہتا علی کا تم سے طلب گار آپ ہے
دے دو کہ اس میں ناموری ہے ثواب ہے

بھر ہونٹ بے زبان کے چو سے جھکا کے سر رو کر کہا جو کہنا تھا وہ کہہ چکا پھر
باقی رہی نہ بات کوئی اسے سرے پھر سوگی زبان تم بھی دیکھا دو نکال کر
پھیری زباں لبوں پہ جو اس نور عین نے
تھرا کے آسمان کو دیکھا صبیح نے

مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں لی حرم نے شانے سے دو ٹاک کی کہاں
ترکش سے جن کے کھینچ لیا تیر جاں سناں جوڑا کہاں میں تاک کے حلقوم بے زباں
چھینتے ہی مطلق بچے کا چمیدا جو تیر نے
تھرا کے نقش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے

کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچہ بلک گیا سوکھے گلے میں خون بھرا دم انک گیا
ترپا جوش کے ہاتھوں پہ قامت سرک گیا ٹوپی گری زمین پہ منکا ڈھلک گیا
نہی کلائیوں میں جھنج سے مل پڑے
بھگی جو آئی منہ سے انگوٹھے فلک پڑے

منہ آسمان سے شہ نے بھرایا کہ کیا ہوا دیکھا کہ پار خلق سے تیر جہا ہوا
بچہ ترپ رہا ہے لبو میں بھرا ہوا یوں دیکھتا ہے جیسے ہو کوئی ذرا ہوا
آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیور بدلتے ہیں
آگے تو درود اُگتے تھے اب خون اگتے ہیں

رو کر کہا لہیوں سے "کیوں اسے جوان دھڑ" ہم نے کہا تھا کیا جو بھلا تم نے مارا تیر
تم سے کام کرتا تھا میں یا کہ یہ صغیر اس بے زبان نے تو نہ مانگا تھا آب و شیر
عادت علی کے پوتے کی تم نے خطا نہ کی
تم نے ہمارے آنے کی بھی کچھ حیا نہ کی

ہنس ہنس کے سب حسین کے رونے پہ ہٹ گئے ش نے وہ آہ کی کہ وہ عالم اٹ گئے
اصغر ہلک ہلک کے چدر سے لپٹ گئے نضے سے ہاتھ پاؤں لرز کر سٹ گئے
ہونٹوں پہ ش کے ہونٹ ملے اور گزر گئے

اک بوسہ مسکرا کے لیا اور مر گئے

لاشے کے منہ کو دیکھ کے کہنے لگے یہ شاہ بیماری کا وقت ہے اصغر خدا گواہ
ماں تو ہے گھر میں باپ پہ یاں نہ سہا یہ رنگ گرم اور یہ بدن نرم آہ آہ
دل ساتھ اٹھا پڑتا ہے کیونکر جدا کروں
سونوں کسے لٹاؤں کہاں آہ کیا کروں

ناگہ صدا یہ آئی کہ اے میرے بے دیار تجھ پہ بھی میں فدا ترے اصغر پہ بھی غار
مرتے ہیں مومنوں کے جو اطفال شیر خوار جنت میں پالتی ہوں انھیں میں جگر نگار
اے وائے گرد نہ پڑے کے کام آئے فاطمہ
واری! کھڑی ہے گود کو پھیلائے فاطمہ

اتنے میں بہر جنگ بڑی فوج اشیا اصغر کو ش نے پیلوئے اکبر میں دکھ دیا
لور دین کے ہلال کو دی مہر کی ضیا پہنچا زبان جنت سے بھی حکم کبریا
قربان ذوالجناح ش دیں پناہ پہ

خضر تو پیچھے آیا یہ پہلے سہا پہ

محشر کے دلوں نے عیاں آ کے تمام لی نصرت کے دلوں نے رکاب امام لی
چاہک دن لٹک نے کرن کی لگام لی شامی تو کیا ہیں روز نے بھی راہ شام لی
حیرت کی شکل خوف سے جن د ملک بنے

وہ پاؤں بھاگنے کو زمین و ملک بنے

دریا تھا موج پر مگر اس آن چھپ گیا کسار میں یہ جا کے زبان چھپ گیا
لشکر میں شر ہو کے پریشان چھپ گیا ذر کر عمر کے قلب میں شیطان چھپ گیا

یاں موزہ ، واں ملاحدہ دستار ہوگئی

آمد ہی میں یہ فوج کی رفتار ہوگئی

دریا گھٹا حسام وہ پیکر کے گھاٹ سے زندوں نے کی تلاش کفن اس کے پاٹ سے
لشکر نے ہاتھ دھوئے لڑائی کے گھاٹ سے اک دم بھی خبر سے نہ کٹا اس کے کاٹ سے

تکوار تھی کہ قہر خداوند پاک کا

طوفان ہوا کا آگ کا پانی کا خاک کا

بو کی طرح دماغ میں آئی چلی گئی مثل ہوا سروں میں سائی چلی گئی

مانند شعلہ باگ اٹھائی چلی گئی آدھی کی طرح آگ لگائی چلی گئی

پینے میں صاف آتی تھی اور صاف جاتی تھی

انداز دم کی آمد شد کا دکھاتی تھی

خلعت میں آنے جانے میں آپ حیات تھی اور روشنی میں نیر اعظم کی ذات تھی

اندھیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی منہ سے نکلتا اس کے لیے ایک بات تھی

دن میں تو کافروں کے فقط طعن پر پھری

پہ شہروں میں زبانوں پہ مثل خبر پھری

سیدی چلی یہ تیغ تو لشکر الٹ دیا جیسے علی نے ہاتھ سے خیر الٹ دیا

ہزے کیے رسالوں کے دفتر الٹ دیا غصے سے پھر پڑی تو مقدر الٹ دیا

جس دم تری نہ پشت پہ باقی رہا کوئی

جیسے پٹ کے چوٹ کرے اڑدیا کوئی

ناگاہ شوق غلہ کے گلزار کا ہوا اور حوصلہ بزدلوں کے دیدار کا ہوا

ارمان ذوالجلال کے دربار کا ہوا سر کو خیال بدیہ خلفار کا ہوا

کی تیغ سہاں میں تو وہ بولی دہائی ہے

اب مشربک علی کے پیر سے جدائی ہے

تصویر حادثوں کی دکھانے لگا خیال دیکھا کہ ہے سکھتے کا منہ سلیموں سے لال
 ہوتے ہیں لاش شہدا دن میں پامال بازاروں میں کھلے ہیں نئی زاویوں کے ہال
 بخشتہ قطار شتر کا جو پوتا ہے
 وہ اونٹ کھینچ کھینچ کے ہے بوش ہوتا ہے

آئی عدا کہ یہ بھی تمہیں اب قبول ہے؟ پردیس میں اسیری زنج قبول ہے؟
 ش نے کہا قبول ہے یارب قبول ہے امت کی ہو رہائی ہمیں سب قبول ہے
 بابا کے شیعہ، ثانی کی امت عزیز ہے
 ان سے نہ گھر نہ کبہ نہ حرمت عزیز ہے

برباد جب مرقع خیراتسا ہوا اور پھر قلم قلم چمن مرتضیٰ ہوا
 پھر اقلو حسین کا نل جا بجا ہوا سیل نئی پہ نرہ اہل جفا ہوا
 مخبر خلق کا غافلہ کے دل پہ پھر گیا
 زہرا کا چاند فوج کے ہادل میں گھر گیا

نامہ بلا کی طرح گرا لشکر جفا ننگی میں اہل بیت کا گھر ڈوبنے لگا
 اور اقلو حسین کا نل ہر طرف اٹھا اک گھر کے ساتھ فرق ہوئے گھر بڑا رہا
 اب تک محب سید عالی پناہ ہیں

والی ہوا شہید سوالی جاہ ہیں
 نیزے لگے جو سینے میں قرآ کے رہ گئے بیٹا جو تیر ماتھے پہ تیور کے رہ گئے
 حکم خدا زبان سے فرما کے رہ گئے مرنے لگے تو ہاتھوں کو لٹکا کے رہ گئے
 اکبر نہ تھے جلو میں نہ عبات پاس تھے

مظلوم سچ میں تھا عدو آس پاس تھے
 سینے پہ بھالے رکھ کے گرایا حسین کو جی ہر کے خالموں نے ستایا حسین کو
 مرنے پہ خاک تودہ بنایا حسین کو ہے ظلم کی یہ حد کہ گرایا حسین کو

پھر دیکھو حواس شہنشاہ نیک کے
 جدے میں سر جھکا دیا ہاتھوں کو نیک کے
 آیا سر ہانے تیغ بکف شرر دوسیاہ بولا گلا کہ میں ہوں جیہر کی بوسہ گاہ
 دل نے کہا یہ سینہ ہے گھنیدہ الہ بیضا وہ اُس جگہ کہ نہیں جائے شرح آہ
 اس ظلم تو سے چرخ کہن کا پٹنے لگا
 ایسا حسین ترپے کہ دن کا پٹنے لگا
 دیوڑھی پہ آئے سب حرم بادشاہ دیں ہے ہے یہاں ہے کوئی مسلمان یا نہیں
 چلائی بیٹ بیٹ کے یہ نعتِ حزیں بیضا ہے کس بزرگ کے سینے پہ یہ لعیں
 اے ابنِ سعد من کے نبی حیرا روتا ہے
 تو دیکھتا ہے بھائی مرا قتل ہوتا ہے
 بولا عمر کہ روک لو غیصے کا سامنا اس ظلم سے بس لا رہی نعت کا دم گھٹا
 اک غول آ کے غیصے کے آگے کھڑا ہوا فضا کو دن میں بھیجا کہ حضرت کو دیکھ آ
 مثل کو وہ دیوڑھی تھی کہ چلا کے آہ کی
 کتنی تھی بوسہ گاہ رسالت پناہ کی
 نعت نے بال کھول کے دن کو قدم بڑھائے سیدانیاں بھی ساتھ چلیں گردنیں جھکائے
 نعت پکاری ہائے مرے بھائی جان ہائے بھیا پکار لو، یہ بہن کس طرف کو آئے
 بھیجوں کسے تلاش کو سب میرے مر گئے
 آنکھیں بہن کی دھونڈتی ہیں تم کدھر گئے
 کتنی تھیں داں گئے کی رگیں کون دے جواب ریتی پہ لوٹ لوٹ کے بولی وہ دل کباب
 اے آسمان! کہاں ہے حسینؑ فلکِ جناب اے آفتاب کیا ہوا زہراؑ کا ماہتاب
 کہہ اے فرات! پیاسوں کا سلطان کدھر گیا
 اے کرہ! بتا ترا مہماں کدھر گیا

نامہ چلی عمر کی طرف دن سے فوج شام اللح کی عدا ہوئی ہا ہے بیچے تمام
واں سے بڑھی یہ بھائی کی عاشق جو چند گام ہے سر ملا تڑپا ہوا لاشے تمام
جو جو قلق ہوئے تھے دم ذبح بھائی ہے

وہ سب کے سب گزر گئے زہرا کی جانی ہے

پر ہا بی ہاں کھولے ہوئے خاک اڑاتی تھی پر ہانوائے حسین کو کچھ بن نہ آتی تھی
جب سر کے کھولنے کے لیے ہاتھ اٹھاتی تھی کچھ اپنے دل میں سوچ کے وہ خسر جاتی تھی

چھریاں سی پھر رہی ہیں دل پاش پاش ہے

اک آہ آسمان پہ تھی ایک لاش ہے

آخر تڑپ کے حضرت زینب کو ڈی صدا اک دن وہ تھا کہ بجت ہوئے خواب میں دسا
جنت سے آئیں لوٹھی کی ہیں اشرف امتا سر گودھا اور پھولنے پھلنے کی دی دعا

عاشق جو مجھ کو پایا شہ شریفین کا

دکھلا دیا جمال جناب حسین کا

اکبر کا صدق اب تو مرے کام آئے آخر ہوا سہاگ مری تھ بڑھاپے
لوٹھی کے ہاں کھول کے بیوہ بنا پئے بھائی حسن کو روتی تھیں کیوں کرتا پئے؟

رہ سار میں طلب نہیں کرتی جناب سے

محروم تو نہ رکھے عزا کے ثواب

زینب پکاری آؤ گلے سے لگاؤں میں ماں نے دوا لہن بنایا تھا بیوہ بٹاؤں میں
آؤ جہیں پہ خاک ملوں تھ بڑھادوں میں مانگو دعا زمین پھنے اور سہاؤں میں

ہے ہے چمڑ کے گور کنارے گئے حسین

بھتی ہوں اور یہ سختی ہوں مارے گئے حسین

بس اے ویر بس کہ پریشاں ہے دل کا حال کھلتے ہیں شاہزادی امراں کے دن میں ہاں
ہر چھ طبع پر ہے بھم غم و ملال شکوہ مگر کسی کا نہیں فکر ذوالجلال

برعکس ہے کوئی تو کوئی برخلاف ہے

آئینہ دل اپنا ہر اک رو سے صاف ہے



تائیدِ خدا ہے بارِ گنجیں ہم ہیں
 گلشنِ آرائے بزمِ رنگیں ہم ہیں
 قرآن و احادیث کی قوت سے دیر
 مخلوقوں میں خلاق مضامین ہم ہیں



یہ لفظ یہ معنی معیں دیکھے ہیں
 منصف تو ہیں قائل کہ نہیں دیکھے ہیں
 تجھ کو ہر مضمون کی قسم ہے اے لقم
 خوش فکر دیر سے کہیں دیکھے ہیں

سلام

بُھری جبکہ چڑھا شاد کا سر نیزے پر
 ہے یہ لبت کہ ہو نصب سر نیزہ پہ پھل
 گرم ہنگامہ رہا حشر کا ہر ایک قدم
 کیوں فلکِ وسیع آفاق ہوا اس پہ ٹک
 سو زمام سے وہ خود رفتہ تھے پر ساری راہ
 دل اکڑ جو چھدا نیزے سے تو ہر گھٹ
 جس نے دیکھا سر اکڑ کو کہا صل علی
 جن کا شانہ تھا سدا بختِ دسب زہرا
 شاخ گل پر گل نوخیز ہے دیکھا اکڑ
 تھا سناں پر جو سر قدرت حق ہو کے قلم
 زلف تھی بس چوب لور سر انور پہ سناں
 آفتاب آیا قیامت کا نظر نیزے پر
 نہ کہ ہو باغِ نبوت کا شمر نیزے پر
 کیا خورشید نے تا شام سفر نیزے پر
 جا نہ باقی رہی اس سر کو مگر نیزے پر
 شمع کی طرح تھی زبٹ کی نظر نیزے پر
 گرہ نیزہ نے بانجھی ہے کر نیزے پر
 دیکھو ہے برجِ امامت کا قمر نیزے پر
 گرد آلودہ تھے وہ سنبل تر نیزے پر
 تھا گلستانِ نبی کا گل تر نیزے پر
 صادق آیا پہ قضا کلکِ قدر نیزے پر
 اک جگہ شام میں تھے شام و مگر نیزے پر

جو کہ ہو شیرِ نیستانِ امامت کا دبیر

کیا غضب ہے کہ ہو اس شیر کا سر نیزے پر

جب پریشاں ہوئی مولّا کی جماعت رن میں

جب پریشاں ہوئی مولا کی جماعت رن میں ہر نمازی کو پسند آئی اقامت رن میں
 قبلہ دیں نے کیا قصد عبادت رن میں شکل محراب بنی تیغ شہادت رن میں
 لکل ہوا اس کو امام دو جہاں کہتے ہیں
 تیغوں کے سائے میں شہرِ ازاں کہتے ہیں

مجتبیٰ حق سے ہوئے حاملِ عرشِ اعظم کر بلا جانے کا فرماں ہو الٰہی اس دم
 تا شریکِ حق تھا ہوں عبادت میں ہم سب صفیں باندھیں ہیں پشتِ امامِ اکرم
 آج تک ہم نے کہا: عرشِ غلا پر سجدہ
 اب سوئے کعبہ کریں خاکِ شفا پر سجدہ

آئی آواز بڑا رنجہ اسے ہم نے دیا صلب پاکِ حق مرداں ہے اسے خلق کیا
 جب یہ پیدا ہوا تو منہ سے مرا نام لیا کیوں نہ ہوں اس نے مری فاطمہ کا دودھ بچا
 قدر داس اس کا میں ہوں میرا شناسا یہ ہے
 کیوں نہ ہو میرے محمدؐ کا نواسا یہ ہے

یہ وہ طاعت ہے کہ تجا ہی ادا کرتے ہیں میرے عاشقِ حق شمشیر دعا کرتے ہیں
 سرِ قلم ہوتا ہے اور حکمِ خدا کرتے ہیں صادق الوعد، یٰٰ نہیں وعدہ وفا کرتے ہیں
 ہم نماز اس کے جنازے کی جو پڑھوائیں گے
 تم بھی جانا کہ رسولانِ سلف جائیں گے

ساکنِ عرشِ بریں کرنے لگے نالہ و آہ یاں ہوئی شتمِ ازاں شاہ کی اللہ اللہ
 ابھی مصروفِ اقامت تھے امامِ ذبیحہ جانِ واحد پہ گرے آن کے لاکھوں گمراہ

سورہ حمد نبی زادہ چڑھا چاہتا تھا
 شمر مخبر لیے جینے پہ چڑھا چاہتا تھا
 ہم بھل نے زبان سے جو کہا بسم اللہ حیر مارا ابو ایوب نے لب پہ ناگاہ
 در سے سیدائیاں چٹائیں کہ بتا للہ ہائے یہ قلم نمازی پہ عیاذ للہ
 واجب القتل کو ہے آب و غذا کی مہلت
 جان زہرا کو نہیں فرض خدا کی مہلت
 رنج عرش خدا خاک پہ آلودہ ہے نہ بھوتا ہے نہ مسد ہے نہ سجادہ ہے
 شمر مخبر لیے بالین پہ استاد ہے کوئی اتنا نہیں کہتا کہ نبی زادہ ہے
 قصد جدے کا ادر قبیلہ دیں کرتا ہے
 نیت ذبح ادر شمر لیں کرتا ہے
 آہ آخر ہوئی دھڑ کی جو نماز آخر دیکھا مخبر لیے بالین پہ کھڑا ہے کافر
 ننگے سر در پہ ہے سب آل رسول طاہر آئی آواز شہادت کہ ہوں میں بھی حاضر
 تیغ قاتل نے کہا حلق کے خاطر ہوں میں
 دھڑ نے فرمایا کہ تقدیر پہ شاکر ہوں میں
 مخبر قلم کو چمکا کے پکارا دشمن بوسہ گاہ نبوی کاٹوں میں اب یا گردن
 بولے شہ جس میں تو راضی ہو نہیں جائے غن حلق یہ طلق پیبر ہے یہ تن اُن کا تن
 دیکھ سر ننگے ہر اک حور جہاں آتی ہے
 ابھی جینے پہ نہ چڑھنا مری ماں آتی ہے
 ناگہاں آئی یہ آواز کہ لٹاں صدقے میرے ماں باپ فدا میں ترے قرباں صدقے
 کون کون آج ہوا تجھ پہ مری جاں صدقے جبر کتنے ہوئے کتنے ہوئے ناداں صدقے
 قتل مگر کو ابھی جنت سے جو میں آتی تھی
 حور اک ننھے سے لاشے کو لیے جاتی تھی

دور سے میں نے کھڑے ہو کے جو کی اس پر نظر
 باہیں سخی سی لنگھی تھیں ادھر اور ادھر روکے شہ بولے وہ تھا آپ کا پوتا اسٹر

نقل اس بارغ کے بے پھولے پھلے کھتے ہیں
 اب تلک صبح سے چاسوں کے گلے کھتے ہیں

قائد کف گیا اہاں مرا فکر نہ رہا عید احمد کی نشانی علی اکبر نہ رہا
 وہ گیا دور کر ہائے براء نہ رہا اب خبر آپ نے لی گم کر کی کہ جب گم نہ رہا
 ایک میں ہوں سو مجھے ذبح کی مشافی ہے
 بوسہ گاہ نبوی کھنے کو اب باقی ہے

اب دم ذبح یہ پورے مرے اہاں کرنا گود میں لے کے خدا پر مجھے قرباں کرنا
 میرے لاشے پہ نہ تم نالہ و الفاں کرنا عرش کے نیچے نہ بالوں کو پریشاں کرنا
 قلم قہر خدا جوش میں گر آئے گا
 اسب جد کا سینہ ابھی بہہ جائے گا

مفلکو مادر و فرزند میں یہ ہوتی تھی آہ روتی تھی فاطمہ مشاقی شہادت تھے شاہ
 آستیں غصے سے قاتل نے چڑھائی ناگاہ جھج جھاد پہ کی شاہ نے حسرت سے نگاہ
 شمر نے پوچھا کوئی عذر تمہیں اب تو نہیں
 بولے شہ دیکھ لے دروازے پہ نہت تو نہیں

وہ پکارا نظر آتی نہیں دور پر نہت جنتی پھرتی ہے غصے میں کھلے سر نہت
 گر سراچوں سے چلی آئے گی باہر نہت روک سکتے کی نہیں اب مرا بھجر نہت
 حلق دونوں کے میں بھجوف و خطر کاٹوں گا
 ایک بھجر سے بہن بھائی کا سر کاٹوں گا

آئی دہرا کی صدا شمر تو ناچتا ہے دور پہ نہت نہیں پالیں پہ مگر دہرا ہے
 ارے بے دم خطا میرے پر کی کیا ہے آستیں الٹی ہے کیوں جھج کیوں کھینچا ہے

کیا اسے پالا تھا میں نے ترے مخبر کے لیے
میرے بچے کو نہ کر ذبح جیبر کے لیے

نہ غزانہ نہ اٹاٹ نہ یہ زر رکھتا ہے سلطنت پر نہ ریاست پہ نظر رکھتا ہے
فوج بے جاں ہوئی اک اپنا یہ سر رکھتا ہے یاں مسافر ہے نہ ہمسایہ نہ گھر رکھتا ہے
اس کے بعد اہل و عیال اس کے کدھر جائیں گے

اس کے مرنے سے بنی فاطمہ مر جائیں گے

یہ سنا شمر نے اور حلق پہ مخبر رکھا بڑھ کے ذہرا نے گھاٹنگ گلے پر رکھا
بوسہ شہ رگ پہ دیا زانو پہ پھر سر رکھا اور دامان کفن آنکھوں پہ رو کر رکھا
شاہ نکس جو تہہ زانوئے قاتل تڑپے

ہاں زمیں تڑپتی کہ جس طرح سے ہسل تڑپے

دیکھ کر حلق پہ شہر کے مخبر ذہرا خاک پر لوٹ گئی کوکھ پکڑ کر ذہرا
کبھی تالاں تھی سوئے تھو جیبر ذہرا کبھی کبھی تھی نجف کو یہ کھلے سر ذہرا
دلو رس کوئی نہیں دیر سے چلاتی ہوں

یا حلق آؤ مدد کو میں لئی جاتی ہوں

کبھی حلق کو یہ چلاتی تھی اکڑ اکڑ دیکھو مخبر کے تنے پاؤں دگڑتا ہے پد
استغاثہ یہ کبھی کرتی تھی سوئے لشکر دیکھو اے لشکر کتنا ہے مہمان کا سر
دل کو تم لوگوں کے کس طرح سکوں ہوتا ہے

بے گنہ ہائے نبی زانوے کا خوں ہوتا ہے

کل کو بے مرے سید کو بچاؤ بلڈ اے مسلمانو کچھ انصاف پہ آؤ بلڈ
کوٹھو پانی ڈیچے کو چلاؤ بلڈ رحم سیدانی کے فرزند پہ کھاؤ بلڈ
خود نام اور حکم کا نواسا ہے یہ

پانی دو ساتویں تاریخ سے پیاسا ہے یہ

پہنچا خیمے میں جو یہ شور فغان زہرا آئے دروازے پہ سب غم و گلان زہرا
جب نظر زن میں نہ آیا دل و جان زہرا کہا نہت نے کہ ختا ہے نشان زہرا
لنوں کے رونے پہ اس دم مراد دل پہننا ہے

اے نبی زاد و سید کا گلا کٹنا ہے

کہہ کے یہ بات ہر اسماں جو ہوئی نہت زار بے تاخیر کیا کاندھے پہ سیکڑ کو سوار
اور کہا تھ پہ میں صدقے مرے ماں باپ زار دیکھ عقل کی طرف پونچھ کے اشک اے دلدار
عہدہ کرتے ہیں کہ امت کو دعا کرتے ہیں
گر کے اب گھوڑے سے کیا شاد ہوا کرتے ہیں

دیکھا حیرت سے سیکڑ نے جو سوائے میڈاں بیٹ کر سر کہا کہا ہائے امام دو جہاں
بانو چلائی بتا خیر تو ہے اے ناداں رو کے چلائی وہ مضطر کہ ڈھائی لنوں
کا کلیں پکڑے سر پاک لیے جاتا ہے
مہرے بابا کو کوئی ذبح کیے جاتا ہے

ناگہاں دن میں اغماطل وہ ہوئے قتل حسین بے خطر لوٹ لو ملیوں امام کو زمین
خاک پر بیٹھ کے سیدائیاں کرنے لگیں مین منہ پہ بانو نے ملی خاک بصد شہیون دشمن
ماتم شاد جو برپا کیا ماتم سب نے
پہلے بال اپنے پریشان کیے نہت نے

یاں تو ماتم تھا اور اس سمت کو تھی عید ظفر بیٹھا تھا کرسی دوزی پہ نکتہ سے غم
گرد سردار تھے سب غم دوزی لے ہاتھوں پر پر وہ کہتا تھا ابھی لوں گا نہ غم ظفر
ظہر و ظہر د میں ذرا شمر کو خلعت دے لوں
نذر پہلے سر فرزند جیبر لے لوں

تھا یہ سامان کہ آیا دہاں ہر اکفر صغیر اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں شہزاد کا سر
جہوم کر غم سے کہتا تھا یہ وہ بد اختر ہے شہابان عرب میں کوئی میرا ہسر

میں نے فرزندِ ید اللہ کے سر کو کاٹا
 جس کی شمشیر نے جبریل کے ہر کو کاٹا
 بادشاہ ملک و جن و بشر کو مارا حاکم انجم و خورشید و قمر کو مارا
 میں نے ہمسفل جیبر کے پدر کو مارا جس کو معراج ہوئی اس کے پسر کو مارا
 سینہ شق کر کے میں زہرا کا جگر لایا ہوں
 کات کر پنجتن پاک کا سر لایا ہوں
 آفریں کہ کے اٹھا کرئی زوزیں سے غر اور لیا ہاتھ میں اپنے سر ابن حیدر
 سر کی مظلوی و غربت پہ جو کی اس نے نظر دیکھا رخساروں پہ انگلیوں کی روانی کا اثر
 شمر سے پوچھا کہ سر جب کہ قلم ہوتا تھا
 علی اکبر کی جوانی پہ یہ کیا روتا تھا
 وہ پکارا کہ نہیں یہ تو ہے جھکو معلوم ذبح کے وقت پہ کہتے تھے امام مظلوم
 ہائے بے پردگی رشت و ام کلثوم شاد تو روتے تھے اور رکتا تھا میں مظلوم
 میری جلدی سے نہ شہ ہوش میں رہنے پائے
 دل کی دل میں رہی کچھ اور نہ کہنے پائے
 من کے اس ظلم کو بولا پسر سعد لعلیں سچ تھا دم بھی آیا تجھے سید پہ کہیں
 عرض کی اس نے ترم مری خلقت میں نہیں اور جو ہوتا بھی جائز تھا نہ بہر شہ دیں
 نہ حیا شاد سے آئی نہ مرثیہ آئی
 ایک روداد پہ لیکن مجھے رشت آئی
 جب ہوا سینہ پہ اسوار نہ دم آیا مجھے خلق پہ رنگی جو تلواریں نہ دم آیا مجھے
 ترپے کیا کیا شہ ابرار نہ دم آیا مجھے پانی پانی کہا دوہار نہ دم آیا مجھے
 پر ہر اک شرب پہ چھاتی مری پھٹ جاتی تھی
 کوئی بی بی مرے غم سے پھٹ جاتی تھی

نہیں دے دے کے وہ کیا مجھے سمجھایا کی کوڑ و غلہ کا اقرار بھی فرمایا کی
 ذبح کرتا رہا میں اور وہ چلایا کی کان میں ہائے حسرت کی صدا آیا کی
 بولا وہ کون یہ غم خواہ ہو والا تھی

دی صدا شام کے سرنے مری ماں زہرا تھی

تھا یہ مذکور کہ مقتل کی زمیں تھڑائی بھائی کی لاش پہ منہ ڈھانپنے نہت آئی
 لوح کرتی تھی کہ ہے سرے بے سر بھائی بس دہر اب نہیں مجھ کو ہوس گویا کی
 ہے یہ نیند قوی فاطمہ کے جانی سے
 کہ فہمست ہو بدل طاقت ایمانی سے





تانیہ کا ہاتھن سے میں طالب ہوں
 میدانِ سخن میں دہما غالب ہوں
 میں کیا مری نظم کیا پہ ہاں فخر یہ ہے
 مذاہج علی ابن ابی طالب ہوں



ہاں بلبل سدرہ شہرِ تحسین ہو جائے
 وہ نظم پڑھوں کے بزمِ رنگیں ہو جائے
 پہلِ نعلی ہوں پھولِ حرفِ طوبیٰ مصرع
 فردوسیٰ اگر آئے تو گلِ جیس ہو جائے

الوداع

آخری مجلس ہے یارو الوداع	ارہیں کے سوگوارو الوداع
الوداع اے اٹکلہارو الوداع	خاتمہ بالخیر چہلم کا ہوا
فاطمہ زہرا کے پیارو الوداع	کہتے تھے گنج شہیداں پر حرم
بے دیاروں کے مزارو الوداع	دشت سونا، پاس بستی بھی نہیں
عرش اعظم کے ستارو الوداع	کر بلا کی خاک کو سونپا تمہیں
مُر قطنی کے رشتے دارو الوداع	نجیہ و مرہم نہ دھنوں کا ہوا
بے مکانو بے دیارو الوداع	گھر کہیں، قبریں کہیں، کنبہ کہیں
نوجوانو شیرخوارو والوداع	اکمز و صفر غن کی ضامی
لو بیکن زینب سدھارو الوداع	قبر سے آواز دیتے ہیں حسین

مومنو اب تم بھی مانید ویدہ

رود پیٹ اور پکارو الوداع

چہلم جو کربلا میں بہتر کا ہو چکا

چہلم جو کربلا میں بہتر کا ہو چکا بیچم ٹیکوں کے تن و سر کا ہو چکا
 اور قاتل حسین کے لشکر کا ہو چکا قبروں پہ شور آلِ عسبر کا ہو چکا
 ماتم میں تین روز رہے شورِ شمین سے
 روئے لپٹ لپٹ کے مزارِ حسین سے

مٹی چراغِ گورِ غربیاں پہ دل جلائے پھولوں کے ساتھ قبروں پہ لعلِ جگر چھائے
 عیاروں کی بود و باش کے سامان جو یاد آئے بے ساختہ پکارے کیلئے پکار کے ہائے
 اب کس کے ساتھ داخلہ کربلا ہوا
 لایا تھا جو مدینے سے ہم کو وہ کیا ہوا

آئے تھے دوسری کو محرم کی کس کے سات ٹھیکے پیا ہوئے تھے برابر لبِ فرات
 اترے تھے ہم تو روکی تھی جہان نے قاتل تاکید تھی پکارے کوئی اور کرے نہ بات
 ہے ہے کہاں چھڑ کے وہ آرامِ دل گئے
 پردہ تھا جن سے خاک کے پردے میں مل گئے

آیا ہے یادِ داخلۂ شادِ دوسرا کیسی چہل پہل تھی نہ تھا رنجِ اک ذرا
 اترے تھے یاں رفیقِ ادھر تھی محلِ سرا پر ساتویں سے ٹوٹا جاتا تھا آسرا
 نقارہ و نساں کی یہاں زیب و زین تھی
 انجامِ کارِ لوبہ قتلِ حسین تھی

واں مسجدِ عروسی قاسمِ بچھائی تھی اک رات کی ڈلمین نے یہاں تھوڑا سا تھی
 قطعہ یہاں حضور کی پوشاک لائی تھی آوازِ واں بتوں کے رونے کی آئی تھی

اس جا خیرکات رسالت مآب تھا

واں آبدار خانہ تھا یاں قلیہ آب تھا

بازار اک طرف تھا خریدار اک طرف سردار اک طرف تھا علمدار اک طرف

اکبر کا تھا عروج پہ دربار اک طرف ابن حسن کی چھوٹی سی سرکار اک طرف

اصطبل واں تھا دوشِ نبی کے سوار کا

مھولا پڑا ہوا تھا یہاں شیرخوار کا

ہے ہے وہ شیر مرگئے افسانہ رہ گیا ارمان نوجوانوں کو کیا کیا نہ رہ گیا

نے بارگاہِ رہی نہ جلو خانہ رہ گیا ہستی خلق کی لٹ گئی ویرانہ رہ گیا

دھشت سے آج تاب نہیں یاں قیام کی

کل یاں کھڑی ہوئی تھی جماعت امام کی

پڑھ کر نماز صبح کی باہر جو حضرت آئے پیاسوں کو پاٹنے ہوئے تقسیم و جنت آئے

کس کس صوب سے دوست برائے زیادت آئے غل تھا ادھر ادھر کہ خداوند نصرت آئے

یوں سب جہیم قاطر کے آس پاس تھے

جس طرح جمع پیاس میں دھڑ کے حواس تھے

اُس وقت تھا یہ حال جگر بندہ مصطفیٰ اس کا سلام نہیں کے لیا اُس کو دی دعا

قاسم سے کچھ کہا کبھی اکبر سے کچھ کہا مہاشن سے ملے جو ہوئے عون سے جدا

مڑ مڑ کے گماہ سوئے مدینہ نگاہ کی

صغریٰ کا نام منہ سے لیا اور آہ کی

نوبت نہ قبل جنگ کے بچنے کی آئی تھی رخصت کی دھوم جو شہدا نے بچائی تھی

یاں چند خلسگانِ خدا واں خدائی تھی پر آنکھ جب کھلی تن و جاں میں خدائی تھی

مگر اپنے جاں ٹاؤں کو آقا نہ تمام لیں

لشکر سے نہر حاکم شامی سے شام لیں

نام خدا جناب علمدار کیا لڑے اس صب پہ جاڑے کبھی اُس صب پہ جاڑے
 آپ رواں پہ تخم بٹھایا کڑے کڑے پانی کیے دل ان کے جو تھے سنگدل بڑے
 چمکا کے برقی قنچ جو بادل سے نکل گئے
 ہانگھی ہوا وہ دن میں کہ سب گھاٹ کھل گئے

جب منک لے کے عازم دشت ستم ہوئے تسلیم کر کے شاہ کے قدموں پہ خم ہوئے
 بولے حسین نکس و بے یار ہم ہوئے عہاں زیب رخصت ہمایوں قدم ہوئے
 بیٹھا جو شہسوار بیاد اللہ زمین پر
 دہشت سے آسمان نہ ٹھہرا زمین پر

اللہ رے زعب حال تھا رو میں توں کا غیر دیتے تھے یہ دعا ملک و حور و وحش و طیر
 سقائے اہلیت مبارک جہاں کی سیر آقا کا چاہ چار فزوں عاقبت بخیر
 شاہد وفا پہ آپ کی برتا و سحر ہیں
 اس عصر میں جناب، جناب امیر ہیں

اہل نظر پکارتے تھے بے نظیر ہیں آرزوں میں تھی دعا کہ یہ مہر منیر ہیں
 کہتی تھی فتح خاصہ جی قدیر ہیں بازو حسین کے ہیں مرے دلگیر ہیں
 دونوں خدا کے شیر کی آنکھوں کے نور ہیں
 حضرت بڑے حضور یہ چھوٹے حضور ہیں

کیا حیز مرکب دو رکابہ تھا شیر کا جلدی نے جس کی نام مٹایا تھا دیر کا
 کاوے میں صرف فقرہ تھا یہ اُس دلیر کا نقشہ یہ ہے لعینوں کی نیت کے پھیر کا
 ٹھہرا تو کار مصلحت کردگار تھا
 دوڑا تو تخم جاری ہر درگاہ تھا

مگر لفظ ہاں کسی کے وہاں سے نکل گیا کاوے کی راہ کاٹ کے دن سے نکل گیا
 دن کیسا، حد چرخ کہن سے نکل گیا اک حیر تھا تھا کہ پلے پہلے سن سے نکل گیا

چھوٹا جو تیر پھر نہ کیا رخ کمان کو

یہ جا کے لامکان سے پھرا آسمان کو

ہل چل پڑی شہاموں میں سب فوج ڈرگئی بن بن کے گردن کی زمیں چرخ پر گئی

بھاگے حواس اور لڑائی ظہر گئی ہر ایک رہگور میں قیامت گزر گئی

نصرت شکستہ دل تھی سو اس کو امان دی

خیر نے جس طرح سے نصیری کو جان دی

دربا نے راہ دی شہ عالی کے بھائی کو دیکھی جو منک شیروں نے چھوڑا ترائی کو

تج دو دم نیام سے نکل صفائی کو ناخن پڑھا جو تیج کا عقدہ کشائی کو

غیر از سکوت پھر ہوئی دم زدن نہ تھی

دھنوں کے منہ کھلے تھے مہال سخن نہ تھی

تیج شرہ لٹاں ادھر آئی ادھر گئی ظہری نہ پاں نہ واں، ادھر آئی ادھر گئی

ہوکر لبو لبان ادھر آئی ادھر گئی سن سن ہوئی رواں ادھر آئی ادھر گئی

خونیں جو تھے تو نرے میں ہر بار گھومتے تھے

چپچپے ہوئے یہ دھنوں کے جڑے میں پھرتے تھے

قاہو میں زندگی کے نہ بس میں ہی کے تھی روز ازل سے قبضے میں قہر خدا کے تھی

صورت اللہ کی پھل میں جو سیب نقاشا کے تھی آکے اہل کے چلتی تھی درپے بھا کے تھی

اٹھنے میں شل بندہ سر آسمان پہ تھی

باقی رہا تھا کون مکاں، لامکان پہ تھی

حافظ تھی روئے پاک کی یوں تیج آبدار چہرے پہ ہاتھ رہتا ہے جس شکل سے تار

اس چال سے چلی کہ چلا ایک کا نہ وار ہر وجہ سے بچاتی تھی غازی کو بار بار

حاجت نہ ان کو ڈھال کی وقت جدال تھی

شمیر آبدار کی کیا چال ڈھال تھی

بجلی کا جست، شیر کی آمد، ہوا کا شور قدرت کا کھیل، قہر کی طاقت، باد کا زور
راہ عدم جنازہ، استی دہان گور جلوہ وہ تھا کہ دیکھنے سے مدھی بھی کور

دن میں جدھر یہ پارہ الماس مزگی

مانند ہوش اہل جفا دھوپ اڑگی

انوار تھی جہاں میں بلائے جہاں ہے تجھ اس صف میں شور تھا کہ دہاں سے دہاں ہے تجھ
اُس غول میں یہ غل تھا یہاں ہے جہاں ہے تجھ کہتے تھا قہر حق ارے میں ہوں کہاں ہے تجھ
بدنام تجھ کو نہ کرو بے خطا ہے یہ

حیدر کے دشمنوں کے عمل کی سزا ہے یہ

تن پھیلیوں کی طرح غباں ہر جواں کا تھا کوسوں تک نشان نہ کسی پہلوں کا تھا
دم بند ضرب تجھ سے آب رواں کا تھا اس نہر علقہ پہ سہاں نہروں کا تھا
مٹے کے حرب سے یہ ہوا غل جہاں میں

دیں اگلیاں فرات نے موجوں کے کان میں

کہ آب گاہ شعلہ فطانی دکھاتی تھی پانی میں آگ آگ میں پانی دکھاتی تھی
حیزی جو تجھ جعفر جانی دکھاتی تھی فرمان کبریٰ کی روانی دکھاتی تھی
ممکن نہیں کسی سے کمال اس نے جو کیا

اڑنے دیا نہ رنگ کو چہرے سے وہ کیا

کاناپک میں آنکھ کو پتلی میں نور کو پاؤں میں کبردی کو سروں میں غرور کو
بینے میں بغض دیکھنے کو دل میں غور کو نیت میں معصیت کو طبیعت میں زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا سب کی صفات کو

کبھی نہاں نہاں میں یہ کات آئی بات کو

کہتی تھی تجھ ہاں مرے مصدر بزن بکش کوئی وہ ہیں یہ شامی خود سر بزن بکش
بہری وہ ہیں یہ ساکن خیرہ بزن بکش یہ شمر یہ غمر ہے یہ لشکر بزن بکش

ہاں تجھ جسم ڈھروں کا جھکڑا ہی پاک کر
 بیٹے کو پارہ، سر کو قلم، دل کو چاک کر
 پھر کوئی ہوئی جو یہ برق اجل گئی بھری تو کیا ہیں بھرے تلک برجل گئی
 صف کوئیوں کی زیر و زبر ہو کے جل گئی یہ مثل پیش، کونے کے آگے نکل گئی
 روئی روز کا نہ رہا دن میں نام تک
 مانند صبح بڑھی تجھ، شام تک
 مثل شفق لہو سے لٹک کی جیہیں بھری گھسیں سے چرخ کشتوں سے دن کی زمیں بھری
 پوچھا جو تجھ سے ابھی نیت نہیں بھری بیٹے میں تھی بدلت فوج لہیں بھری
 لاکھوں کا خون کرنے پہ ہاں تھی نہیں نہ تھی
 ہر چا تھی اور جو دیکھو کہاں تھی کہیں نہ تھی
 اونچی ہوئی تو چاند نہ چرخ کہن میں تھا زیر زمیں گئی تو نہ رستم کہن میں تھا
 ادنیٰ جو خود میں تومہ نو گھن میں تھا کی جب کڑی زرہ پہ نہ کمتر بدن میں تھا
 لوحی بلند بر میں زرہ پیش و پس نہ تھی
 قدرت خدا کی شعلہ تو تھا اور خس نہ تھی
 اس کو گرا گئی کبھی اس کو چٹک گئی اس جا تڑپ گئی، کبھی اس جا چٹک گئی
 بے چاری موت دن سے یہ کہہ کر سرک گئی کس کس کی جان قبض کروں میں تو جھک گئی
 گرتے ہیں سو جو ایک کے ہالیں پہ آتی ہوں
 تو جانے اور کام ترالے میں جاتی ہوں
 رستم سے داستان لڑائی کی پہنچے شیروں سے سرگزشت لڑائی کی پہنچے
 لیکن جدائی بھائی کی بھائی سے پہنچے آقا کے دل سے موت فدا کی پہنچے
 تکلیف اس طرح کی نہیں عمر بھر ہوئی
 جب تک چنے حسین نہ سیدی کمر ہوئی

جب کہہ کے یا اخلاش دیں کو بلایا تھا عمامہ یاں حسین نے سر سے گرایا تھا
بانو پکاری فحش مرے والی کو آیا تھا حق بخشے میرے لال نے آکر اٹھایا تھا

بھائی کے غم میں آپ کو دیران کر دیا

کیا جلد جلد بیٹوں کو قربان کر دیا

زہرا کے یادگار کے صدے ہیں یادگار تنہا رہے تو ٹوٹ پڑے آ کے سو ہزار
گھوڑے سے واں گرے تھے شہنشاہِ نادر قافل ہوا تھا جینے پہ حضرت کے پاں سوار

جینے کا درد کرتا تھا بیدم حسین کو

ہم کو حسین دیکھتے تھے ہم حسین کو

راضی ہو جو رضائے امام طویل ہے پر قافل ملاحظہ بازو کا نخل ہے
نے کوئی دادرس ہے نہ کوئی کفیل ہے بھائی بغیر آپ کے نہ بٹ ذلیل ہے

پشت و پناہ اٹھ گیا ہے خانہاں ہوئی

دیکھو یہ پشت قافلِ نوکِ سناں ہوئی

مر جائیں سب قیسوں کے سر پر رہوں تو میں بچپن میں ان کے قید کی ایذا سہوں تو میں
بہلانے کو قصارے کہانی کہوں تو میں میں ہوں تو میں پوچھی ہوں تو میں باپ ہوں تو میں

ان کا بھی داغ آج لے یا کر کل لے

ایسے نہیں نصیب کر خدمت کا پھل لے

میں جانتی تھی شہر بسا ہوگا بھائی کا ہوگا م ہجومِ قبر پہ ساری خدائی کا
چہلم کروں گی دھوم سے میں کر بلائی کا بڑے ساں ہے یاں کوئی نہیں زہرا کی چائی کا

منہ ڈھانپنے کو آپ ہی پٹا بھی لٹتی ہوں

اور اپنے دل کو آپ ہی پُرسہ بھی دیتی ہوں

چہلم تو کر چکی میں دل انگار یا حسین اب روضہ کس طرح سے ہو تیار یا حسین
چٹا بھی اور بہن بھی ہے نادر یا حسین آخر کبھی تو آئیں گے زوار یا حسین

نکلے ہے کار سازی پروردگار پر
 اس دم تو سائباں بھی نہیں ہے حزار پر
 حضرت کی قبر بل گئی نہت کے بین سے آکر کہا بشیر نے دن صیٰ سے
 شہزادے جاں بلب ہے پھونکی شور و شین سے چلے وطن کو قبر وہ مشرقین سے
 عابد نے پوچھا کیوں پھونکی اماں قبول ہے
 وہ بولی اختیار ہے کیا ہاں قبول ہے
 ہونے لگا سوار رسالہ بشیر کا ڈنکا بجا حرم کے وداعِ اخیر کا
 خیرہ اٹھا لہ سے شہ بے نظیر کا اور سب تحریکات جناب امیر کا
 تربت کے گرد اونٹ برابر کھڑے ہوئے
 رخصت کو جمع قبر پہ چھوٹے بڑے ہوئے
 وہ وقت صبح اور وہ نوبت وداع کی وہ لذت وصال وہ حسرت وداع کی
 وہ قبر کا طواف وہ نیت وداع کی وہ زائروں کی صف وہ زیارت وداع کی
 جاری تھے نام سب شہدا کے زبان پر
 تھا شورِ اسلام ملکِ آسمان پر
 آئے تھے کس طرح سے وطن کس طرح چلے سر پر نہ شہ نہ گدیوں میں گود کے چلے
 سوتے تھے قبر میں جو کٹائے ہوئے گلے یہ وقت وہ تھا پھرتے تھے سب آنکھ کے تلے
 عابد سے ہانو کہتی تھی مہلتِ ثقیل ہے
 کچھ خاک پاک لے لو کہ منفرّا طلیل ہے
 نہتِ پکاری کوچ کا سامان ہو گیا پھر شہر میرے بھائی کا دیران ہو گیا
 پھر مقبرہ حسین کا سنسان ہو گیا بنو کا مکان قتل کا میدان ہو گیا
 آئی مسافروں کو مرے وہ زمیں پسند
 دنیا میں جس زمین کو بہتی نہیں پسند

اے کر بلائے سردر دگبیر الوداع اے قل گاہ حضرت بشیر الوداع
اے قبر ابن صاحب تظہیر الوداع کو بھائی جان جاتی ہے بشیر الوداع

کیا بے نصیب ہے یہ سواری رسول کی

تم نے مجھادی نہ ہماری قبول کی

بے آپ کے بھیے میں کس منہ سے جاؤں گی نانا کے بھی مزار پہ عزت نہ پاؤں گی
گر جاؤں گی نجف تو غرامت اشقاؤں کی پہنچیں گے سب بزرگ حصیں کیا تباؤں کی

درخت کیا حضور نے کیوں کر یہاں رہوں

جاؤں میں کس طرف جو رہوں تو کہاں رہوں

واں قافلے میں بت علی کی پکار ہے یاں حاضر حضور یہ سینہ نگار ہے
سالار کارواں کا مجھے انتظار ہے کوئی جلو میں ہے نہ کوئی پردہ دار ہے

کہہ کر پھوپھی پھوپھی مجھے عابد بلائے ہیں

میں کہہ رہی ہوں صبر کرو، آپ آتے ہیں

بھیا اٹھو کھادے میں مجھ کو حصیں بٹاؤ بھیا میں بے نقاب ہوں دیکھو ں کو بٹاؤ
دوکیں قات اکتر د عباں کو بلاؤ خالی ہے گود بھابی کی استر کو لیتے آؤ

سردار سارے قافلے میں آگے ہوتے ہیں

تجار کارواں ہوا اور آپ سوتے ہیں

کب سے حصیں پکار رہی ہوں میں خستہ تن ہے بے جواب بھی نہیں دیتے شہ دشمن
بھیا گلے لگاؤ تو جاؤں سوئے وطن آئی نما سدھارو خدا حافظ اے بہن

صغرا کو میری ست سے بھی پیار کچھ

ہوگا ثواب خاطر پیار کچھ

لے کر بلائیں قبر کی بولی وہ سوگوار اس پیار کے ثار، اس آواز کے ثار
تعلیم کو لہہ کی پھری گرد سات پار ہی تو نہ چاہتا تھا پہ جہرا ہوئی سوار

جب تربت حسینی کی غربت نظر پڑی
 تاتے پہ کتنی بار چڑھی اور اتر پڑی
 ناگوار قافلے میں قیامت بپا ہوئی ہانوائے خستہ دل کی یہ پیدا صدا ہوئی
 ہے ہے غضب ہوا مری بنی جدائی بدت حسینی عاشق عباہن کیا ہوئی
 آکر لئی تھی چلتے ہوئے بھی میں لٹ گئی
 بیٹی تو چھٹ چکی تھی سکیڑ بھی بھٹ گئی
 رستے سے اک عرب نے کہا یہ پکار کر اک لڑکی تو وہ پیٹ رہی ہے فرات پر
 ہانو بھر پہ ہاتھ دھرے دوڑی ننگے سر واں قبر سے لپٹ کے یہ بولی وہ بے پدر
 آتی ہیں اماں ان کی مروت نہ کچھ
 اچھے مرے بچا ، مجھے رخصت نہ کچھ
 پاس آکے ماں پکاری، بھلا ہم نے سن لیا واری مرا قصور بالوں، مری خطا
 بی بی تو میری اہل وفا ہیں یہ کیا کہا وہ بولی باوفا مجھے سمجھو کہ بے وفا
 بٹے کی قبر سے نہ کہیں اٹھ کے جاؤں گی
 بیٹھے ہوئے سبیل یہاں میں پلاؤں گی
 غصے کی بات یہ نہیں منصف ہو، کیا کروں تم سے وفا کروں کہ بچا سے وفا کروں
 تجھا ہے ان کی قبر نہ خوف خدا کروں کم ہے جہاں تک ان کی میں خدمت ادا کروں
 پالا ہے مجھ کو گود میں سناؤ مدینہ نے
 آخر تمھارا دودھ پیا ہے سکیڑ نے
 اس درد کے خون سے بٹے رائیوں کے جگر آیا سکیڑ پاس ملدو کا پر
 منشی سی ٹوپی پاؤں پہ رکھ دی اتار کر چھوٹے سے ہاتھ جڑ کے بولا پہ چشم تر
 ہم بھی تمھارے پاس ہی بسز نکائیں گے
 بہتا جو تم نہ جاؤ گی ہم بھی نہ جائیں گے

اٹھو بہن، دمن کو چلو اب ہمارے سات دیکھو تمہارے سامنے ہم پاندھتے ہیں بات
 ہم کیسے مان لیتے ہیں اپنی بہن کی بات ان کی قسم یہ جن کی لہ ہے لب قرات
 خاطر مری کرو میں بہت دل ملول ہوں

بہنا غلام زادہ سبط رسول ہوں

روتی ہوئی مزار سے انھی وہ ناتواں آئی صدا کہ خان اکبر لگا بہاں
 جب دودھ مجھ کو بخش پچھیں میری لٹاں جاں میں صدقے میری سمت سے یہ کجج بیاں
 روتی ہیں آکے قبر پہ زہرا غلام کو

اب آپ روئے گا تو میرے امام کو





بن ٹھن کے ہزار بار آئی دنیا
پر چشمِ علی میں نہ سہائی دنیا
بتا درِ خمیر کو اٹھایا تھا بلند
ظہروں سے اسی طرح گرانی دنیا



ہر شام کو خورشید کہاں جاتا ہے
روشن ہے دیر پر جہاں جاتا ہے
مغرب ہی کا جانب کو ہے قمرِ حیدر
یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

سلام

بُجری یاد حق ہے یاد علی
 خلد کیا ہے محبوب حیدر
 دختر حشر میں صحیح نہیں
 یوں جگہ خلد میں ہے شیعوں کی
 خلد و طوبیٰ و نیر کوثر ہے
 چار عنصر ہیں قالب دیں کے
 نور ہی نور ہے خدا کا لفظ
 اُن کی مشکل کے عقدے سب حل ہیں
 باب فردوس فتح کر دیں گے
 شب معراج ساتھ ساتھ رہے
 ہیں علی خانہ زاو رب حرم
 ہر مرض کی دوا ہے خاک شفا
 لوج دل پر رقم ہے ناو علی
 قبر دوزخ ہے کیا عناد علی
 فرد ایمان بغیر ساو علی
 دل میں شیعوں کے جیسے یاد علی
 کاغذ و خامہ و مداد علی
 فضل و احسان و عدل و دلو علی
 آتش و خاک و آب و بار علی
 جن کو دل سے ہے اعتقاد علی
 قبر میں ہم پڑھیں گے ناو علی
 کیا نبی سے تھا اتحاد علی
 زاو ایمان ہے خانہ زاو علی
 ہر بلا کی سپر ہے ناو علی
 کیوں نہ چار آئینے ہو شیعوں کا
 ہے رہائی کی قطع ناو علی

گُلگو نہ رخسار فلک گرد ہے ان کی

گُلگو نہ رخسار فلک گرد ہے دن کی ہر خار میں خوشبو ہے ہاتھوں کے چمن کی
خود ہیہ نقیبانہ لیے چوب کرن کی کہتا ہے کہ آمد ہے خداوند زمین کی
محبہ براتی نبوی رخش ہے رو میں

روح القدس آتے ہیں خوزادے کے جلو میں

رخشدہ ہے دن مہر درخشاں کی ہے آمد ایمن ہوا بن موسیٰ عمراں کی ہے آمد
جن پڑھتے ہیں کلمہ کہ سلیمان کی ہے آمد سجدے میں ہیں سب قبلۂ ایمان کی ہے آمد
پر یوں کے پرے قاف میں بیہوش پڑے ہیں

پر خوف سے بالائے بدن بال کھڑے ہیں

دن میں خلیفہ صغیم دلاور کی ہے آمد رخشدہ ہیں ڈرے ہوئے خادہ کی ہے آمد
اعدا ہیں ہرن سیر دلاور کی ہے آمد دریائے قہور کے شہادہ کی ہے آمد
بالائے زمین گرد سواری کی نہیں ہے

پردے میں بلا گرد زمین چرخ بریں ہے

دن نور زمین نور جہاں نور ہوا ہے عظمت تلک نور سے معمور ہوا ہے
دریا صفت حقیقہ بلور ہوا ہے اب سوکھ کے کانچا خیر طور ہوا ہے
عالم ہے ستاروں کا جو کائنات کی چمک پر

انہی ہے زمین دڑوں کے داغوں سے فلک پر

کہا ایمن چلی درود ہو دیں ہے روشن ہے فلک پر کہ زمین عرش بریں ہے
جو ذرہ ہے خورشید کی مسند پہ بکیں ہے کھبت دو صد سخن جہاں دن کی زمین ہے

اس سر سے زردی کی جو تھری لڑی ہے

دن کو زرخ خورشید پہ آج اوس چٹنی ہے

محشر ہے عیاں ہیبت سلطانِ زمین سے یک لخت وہاں روح ہے اسکا کے بدن سے

شیروں کو تعرض نہیں صحرا کے ہرن سے شاہین کے پر پلٹے ہیں اب کبک چمن سے

یہ مصیبت زرخِ بلبلوں کے فحشِ نظر ہے

ہر بارغ میں سیپارۂ گلِ زیرِ دہر ہے

باران ہے نی بعد ہے نی برقِ فلک پر یہ انگک ہے وہ نالہ یہ آہِ دلِ مضطر

نی ماہ نہ خورشید نہ گردوں ہے نہ اختر وہ دارغ وہ رعشہ وہ دھواں اور وہ انگر

المیاق و خضر کو ہوں میر نہیں ہے

سیادوں کو ثابت ہے کہ اب خیر نہیں ہے

اطلس کے بھونے پہ فلک کو نہیں آرام اس مرتبہ کوٹا ہے کہ بیلا ہے سب اندام

سیادوں پہ ثابت ہوئی اب گردشِ ایام خورشیدِ بحر کے لیے اب حشر کی ہے شام

اک دم قدمِ گاوِ زمیں جم نہیں سکتے

گردش میں ہیں قطبینِ فلکِ عظم نہیں سکتے

عدلِ حقِ والا کا چراغ اب ہوا روشن قانونِ بے شمعِ کبوترے کا ہے دامن

ہے ایک جگہ باز و کیوتر کا نقیض بجلی ابھی جل جائے جو دیکھے سوئے خرمن

اللہ دے اثرِ معدیجہ شاہِ زباں کا

دلِ سوزِ شررِ چنبہ کا ہے ماہِ کتل کا

زردی کی نکاہوں میں ساتا نہیں گردوں کیا دب گیا ہے سر کو اٹھاتا نہیں گردوں

کس سمت بھٹکتا ہوا چاتا نہیں گردوں پر امن کا گوشہ کہیں پاتا نہیں گردوں

گردش نہ د خورشید کو گردوں پہ نہیں ہے

یہ چٹلیاں پھرتی ہیں دمِ باز کبھی ہے

شیروں کا نہ بیش ہے نہ آہو کا تھن آج مچھلی کا نہ دریا ہے نہ بلبل کا چمن آج
لعلوں کا بدخشاں ہے نہ موتی کا عدن آج مصر و حلب و زنگ ہے نہ روم و یمن آج
رو جائیں گے خود برق کے پرکالے بھی جل کر

بہہ جائیں گے تلواریں کے جو ہر بھی پکھل کر
کتنی ہے زمیں گنود گردوں سے ظہر جا ہستی سے ہے پیغام اجل رن سے گزر جا
شہرہ جو سنا رنخل فلک سیر کا ہر جا دل چٹ گیا بادل کا نہ پھر رعد بھی گر جا
بکلی کی تڑپ اور کڑک آج کہاں ہے
بن بن کے شر نعل ٹکاؤر میں نہاں ہے

نہ لعل یمن میں ہے نہ دریا میں گہر ہے آنسو ہے یہ سوکھا ہوا وہ خون جگر ہے
اس دم یمن دہر میں جو شاخ شجر ہے وہ شاخ ہے آہو کی نہ گل ہے نہ ثمر ہے
گلیچوں کے رخ گلشن ہستی سے مزے ہیں
میاؤں کے بلبل کی طرح ہوش اڑے ہیں

دن میں ہے جب وہ پہ خسر و عادل ششیر ہر اک نضر جو ہر سے ہے بسل
جھڑے ہوئے باتوں کو لب سے ہے جلاجل سسلی پر ایسی کہ پھیلے کاسنی۔ گل
تینیں ہیں نیاموں میں مگر آپ نہیں ہے
ناوک ہیں طے چنوں سے پر تاب نہیں ہے

دریا میں جو ہے شور تو میداں میں ہے لہلہل ایک ایک کا ہے مشورہ فکر سے نکل چل
سر پاؤں پہ چڑتا ہے ارے جلد سنہل چل غارے دام بھی کہتے ہیں کہ چل چل
تنگی تو ہر اک لوٹ میں مڑکاں سے میاں ہے
چٹائی مگر دیدہ مردم سے نہاں ہے

تاہد خدا پشت پہ ہے فتح و ظفر پیش جس طرح سے اک حرف پہ ہوزیر و وزیر پیش
مومن کو سنی سورہ توحید کا در پیش ہو سورہ اخلاص ہدا شام و سحر پیش

واں سورہ میں ایک زیر ہے یاں شان جدا ہے

یاں زیر نہیں پشت پہ تاجِ خدا ہے

تقریر ہے آپس میں بھی اہل قسم کی آمد ہے ابھی دن میں مہماؤ ام کی
موقوف ہے برآمد دشت سینہ میں دم کی دم ہوگا عدم تچا دو دم دن میں جو چکی
لڑنا نہیں کچھ ذہن کوئی خاک لڑے گا

دن ہوگا نہ بن ہوگا وہ دن آج پڑے گا

نامردوں سے بہن شہِ مرداں نہیں رکتا ہاں مورچوں سے رشتِ سلیمان نہیں رکتا
بے خون ہے مخبرِ نواں نہیں رکتا بے فرق کیے نوح کا طوفاں نہیں رکتا
لڑنا نہیں درخشِ عذاب اپنے لیے ہیں
اب ان کو بھگتا ہے جو اعمال کیے ہیں

اب ہم ہیں نہ تم ہو نہ یہ فکر نہ نکلاں ہے اب تچا ہے نے حیر ہے چلہ نہ کہاں ہے
آنکھیں ہیں نہ چہرہ نہ دہان ہے نہ زباں ہے سرش سے مل چنے سے جلتن سے مل ہے
تا شام نہ تسکین سپ شام کو ہوگی
چوٹی بھی نہ اب مورچوں میں نام کو ہوگی

مانگیں جو اماں اب بھی شدیں سے تو پائیں اطلب ہے کہ امت پہ نہ بھر ہاتھ اٹھائیں
منہ اپنے تو ایسے نہیں کیا جا کے دکھائیں اکڑ کی جوانی کے مرقع کو مٹائیں
اس طرح مسافر کوئی لٹے نہیں دیکھا
سردار کو یوں فوج سے چھٹے نہیں دیکھا

اب کچے کہ یکس کا ستانا نہیں اچھا اولادِ پیبر کا زلانا نہیں اچھا
دل درد رسیدوں کا دکھانا نہیں اچھا حید پہ کبھی ہاتھ اٹھانا نہیں اچھا
سیدائوں کی آہ سے دسواں نہیں ہے
مہمان بھانے کا بھی کچھ پاس نہیں ہے

کیا کیا ستم و جبر ہوئے آج نہ ہم سے زخمی سر بھانٹ کیا گرز ستم سے
 نوئی کر شاہ ہوا بھائی کے غم سے سیدھے نہیں ہو سکتے ہیں اس ہارالم سے
 زخمی کہا برہمچی سے جگر نور نظر کا
 حضرت کے کلیجہ کو دیا داغ پر کا
 نہت کے جگر گوشوں پہ بھی چل گئے بھالے بیدم ہوئے شیز کی آغوش کے پالے
 کب تک ہجر شاہ زسل دل کو سنبھالے شایک طرف دوتے ہیں سب دیکھنے والے
 نہت کے وہ رونے کی صدا آتی ہے یارو
 ماتم میں جگر گوشوں کے چلائی ہے یارو
 لٹھے رہے پچپ لٹھے یہ سن سن کے پکارے مردہ ہوئے جاتے ہو مٹ خوف کے مارے
 دریافت کرو حال تو شیز کا بارے ریش دن کا ہے یا جاتے ہیں دریا کے کنارے
 دن میں نہ چنید وہ لڑائی کا کریں گے
 پیاسے ہیں بہت قصد ترائی کا کریں گے
 ناگاہ نمایاں ہوا اک بیک بہت شاہ چلایا مہارک ہو مٹی جنگ کی بنیاد
 ہے قاطب عبرت شبہ مظلوم کی روداد بیہوش کے کہوں تین دیا بچوں کی فریاد
 فرزند حق رنجب کہن مانگ رہا ہے
 روتی ہے بہن بھائی کفن مانگ رہا ہے
 کہتی ہے بہن مز کے ہید کی دودھائی لتاں مجھے برباد کئے جاتے ہیں بھائی
 شہ کہتے ہیں نہت شدنی ہے یہ جدائی خالق نے کیا یاد قضا لینے کو آئی
 یہ حکم سلاطین سے بھی نکل نہیں سکتا
 چلنے کے سوا عذر کوئی چل نہیں سکتا
 اہل بھی بہت چاہتی تھیں نانا ہی کو پر جب اہل آئی تو نہ چارو تھا کسی کو
 ہم سب تھے پہ رکاشب خربت نہ علی کو اور زہر ہلائی سے بچایا نہ افی کو

سب سے بھی شیوہ ہے جہاں گذراں کا
 دیکھے گا لہ جس نے شکم دیکھا ہے ماں کا
 بے فوج سلیمان د سکندر گئے نصب
 دنیا سے اکیلے علی اکبر گئے نصب
 بچے کی رفاقت بھی نہ کی ہائے لہ میں
 تھا علی ہضرت کو سلا آئے لہ میں
 وہ کہتی ہے بھائی کے گھریار کو سوچا
 یہ قافلہ سب عابد تیار کو سوچا
 جب شہر ہمیں داغ کرے ہیں نہ کرنا
 نجر کے تلے بھائی کو بے ہیں نہ کرنا
 سر لاشہ میوز پہ مریاں نہ کرنا
 گردوں کے تلے حال پریشان نہ کرنا
 غصہ شہ مرداں کا بھلا دیکھو نصب
 ان کے قتل پہ نظر کیجو نصب
 یہ سن کے سیکڑ نے گریاں کیا پارہ
 اب کون ہے اسے قبلہ حاجات ہمارا
 بی بی کو تو بہلاتے ہیں سب رنج دہن میں
 صفرا پہ کرد غور کہ تھا ہے دہن میں
 جس کا نہ کوئی یار د مددگار ہو بیٹی
 اکبر سے جواں کا جو عزادار ہو بیٹی
 اب حال نہ انہوں کے لیے غیر ہو میرا
 مانگو یہ دعا خاتمہ بالخیر ہو میرا

گھبرا کے نگہاری وہ گرفتار مصیبت اب مرگئے سب آنکھی اس کمر پہ قیامت
لے میرے جناب لے مرے پیارے حضرت بچپن پہ سیکڑ کے اب اتنی ہو عنایت
ناقد دوند تحمل دوند پانی نہ غذا دو

لے جا کے ہمیں نانا کے روضہ پہ بٹھا دو
واں سے تو نہ بندہ ہی میں ہمیں لائیں گے کفار روئے میں نئی کے تو نہ لوئیں گے سزاگار
تھڑا کے دم سرد بھرا شہ نے کئی بار فرمایا کہ اے جانِ پدر یہ بھی ہے دشوار
ناکوں پہ کئی کوس حلق فوج نصیں ہے
جز قبر کہیں جانے کی اب راہ نہیں ہے

جانے دیں جفا کار تو لے جائیں ابھی ہم نانا کی لحد پر حصیں پہنچائیں ابھی ہم
مرتے ہوئے صغرا سے بھی مل آئیں ابھی ہم تقدیر میں ہے خلق کو کنوائیں ابھی ہم
ایسے نہیں بچھڑے کہ طیس قبر نئی سے
تا حشر نہ اب ہوگی ملاقات کسی سے

بحر عالم حسرت میں چلے شاہِ دو عالم اور گردِ چلیں دہیاں کرتی ہوئی ماتم
مجموعہ سادات ہوا درہم و برہم نزدیک تھا تھڑا کے گرے عرشِ معظم
دونا تھا قیامت حرمِ زار و حزیں کا
اس وقت عزا خانہ تھا خیمہ شہِ دیں کا

بولا مر سعد کہو اب تو ملی کل ناسخ کا یہ دوساں تھا ہے وجہ کی پہل
جی چھوٹ گئے فوج کے افسر تھے معطل مرنے کو حسین آتے ہیں قصہ ہوا فسیل
ایسا کوئی حیدر کے گھرانے میں نہیں ہے
حضرت سا اولو المعزم زمانے میں نہیں ہے

یہ ذکر تھا جو نور کا مجمع نظر آیا مجموعہ قدرت کا مرقع نظر آیا
وجہ دوسرا حسن کا مطلع نظر آیا غور شد فلفل شرم کا مرقع نظر آیا

پروں نے کہا ہاں بہاری نظر آئی
 سرتاج سلیمان کی سواری نظر آئی
 ہر ایک طرف قدرت باری نظر آئی کانٹے ہوئے گل ہاں بہاری نظر آئی
 کوئین کے سلطان کی سواری نظر آئی اعدا نے کہا موت ہماری نظر آئی
 یا شاہ نجف کہہ کے جو لشکر پہ جھکیں گے
 ہم کیا ہیں فرشتوں سے ہمارے نہ رکیں گے

کس رخ پر نور سے دن بن گیا امین فانوس کا پردہ ہے بیابان کا دامن
 کانٹے عوض شمع ہیں فانوس میں روشن ہے دھوپ کی گری کہ ہے اک حلقہ گلشن
 یہ دھوپ پہ کس رخ گلرنگ پڑا ہے
 یا حلقۃ الماس پہ باقوت جزا ہے

چکار کے روکا فرس حیر قدم کو اور ش نے عدا دی عمر خس شیم کو
 او بے خبر آ سامنے کچھ کہتا ہے ہم کو مٹھار نے لپک کہا شاہ ام کو
 استاد ہوا خسرو جمہور کے آگے
 ماری نے قیام آگے کیا نور کے آگے

کی عرض کہ حاضر ہے یہ خالی یہ پشیمان بسم اللہ اگر بیعت حاکم کا ہے سامان
 فرمایا کہ انجان نہ بن اب بھی مجھے جان ہیں تین سوال کن میں سے جو سہل ہو وہ مان
 یہ کہیکہ جو اب بند کروں گا میں دہاں کو
 امت کے لیے حشر میں کھولوں گا زباں کو

نخوت سے کہا اس نے کہو ہم نے رضا دی وہ بولے قرینوں کی حمیت بھی بھلا دی
 تو نے ہمیں پانی نہ دیا ہم نے دعا دی اب راہ وطن دے کہ نکل جائے یہ ہادی
 روضہ کو حاتم کے عزا خانہ کروں گا
 رو رو کے وہیں ماتم اکبر میں مروں گا

وہ بولا کہ یہ بات تو بندے نے نہ مانی تو مطلب جانی کہہ اے حیدر جانی
فرمایا کہ اب قہر کی ہے تفتہ دہانی جہاں ہے کھجور اے پانی اے پانی
اللہ پہ روشن ہے جیبر کا میں جو ہوں
کھجور نہ امام اپنا بنی قاطرہ تو ہوں

منہ بجیر کے حضرت سے پکارا یہ وہ اظم کھائی ہے قسم پانی پلانے کے نہیں ہم
حضرت کو ابھی پیاس کا صدمہ ہے بہت کم اس وقت مرا ہوگا کہ جب ترپ کے ہام
ہے بہر جہاں نہر کا جلاب کا پانی
حضرت کے لیے نجر ہے آب کا پانی

گر آپ جیبر کے نواسے ہیں ہمیں کیا بچے وہب ہنقم سے جو پیاسے ہیں ہمیں کیا
مخروم جو سادات دوا سے ہیں ہمیں کیا سر ٹنگے جو قتل شہدا سے ہیں ہمیں کیا
پانی کی حقیقت نہیں پر تم کو نہ دیں گے
دکھلا کے بہا دیں گے کر تم کو نہ دیں گے

تھڑا کے کہا شاء نے ہم ایسے ہیں تو بہ مہماں پہ روا قلم دستم ایسے ہیں تو بہ
بحرم مرے مانا کے حرم ایسے ہیں تو بہ ناموس شہنشاہ ام ایسے ہیں تو بہ
عشر میں رسول دوسرا سے بھی یہ کہنا
جو ہم سے کہا آج خدا سے بھی یہ کہنا

کہہ دوں تو پچھل کر ابھی کھسار ہو پانی جنگل میں ہر اک ذرہ ہر اک خار ہو پانی
حیرے لیے دریا میں شرابار ہو پانی اپنے لیے آتش میں نمودار ہو پانی
چاہوں تو ابھی فرق قہر میں جہاں ہو
نورہ مرے خون سے کوڑ کا رواں ہو

پر آب بھا سے بھی مجھے تو ہے کنار پیاسا مرا شش ماہہ زمانہ سے سدھارا
اب قتل ہی منظور ہے تجھ کو جو ہمارا تو حکم یہ دے فوج کو تو اے ستم آرا

تھا پہ نہ سب ٹوٹ پڑیں چار طرف سے
ایک ایک لڑے حیدر صفد کے خلف سے

میراقتہ خالم نے کہا یہ بھی ہے دشوار مطلب تو یہ ہے جلد ہوں بے سرشہ ابرار
ناگاہ بیچ طبل کھینچے خنجر خونوار چلو نے لے حیر ہوئے لیس کماندار
دل کہتا تھا دم آیا نہ اپنے تن و سر پہ
نامرد بچکے پھر شہ مرداں کے پھر پہ

ڈنگے پہ لگی چوب علم ہو گئے بھالے بڑھ آئے پیادوں سے سواروں کے رسالے
تکواریں لیے ہاتھ میں بھالوں کو سنبھالے اک چاند کے چوگرد یہ محرب تھے یہ ہالے
تھا سرکہ جو قاریغ خیبر کے پھر سے
نشتے تھے شہاوں کے ہرن جان کے ڈار سے

کاشی میں نہ ٹھہرا گیا ششیر دوسرے وہ میان سے نکل کر قمر برنج قمر سے
خودشید نے کی جلوہ گری حبیب سحر سے رعشیں ہوا گر ہر صدف فتح و ظفر سے
تھا ماہ دو ہفتہ کہ گہن سے نکل آیا
طاؤس ملیا بان چمن سے نکل آیا

طوقان سٹ کر لب خور سے نکلا یا شور قیامت دہن صود سے نکلا
یہ حسن کا کلہ لب جمہور سے نکلا پھل نور کا شارب شہر طود سے نکلا
خائی جو ہوا میان تو نشتے تھے غضب کے
مٹھ ساپ نے کھولا تھا گل جانے کو سب کے

تھی جامہ سے باہر جو وہ تیغ شہ عالم تن برہنہ اور سرخی بیای کی طرح ثم
شوقی میں غزال تھنی رعب میں طیفم پردہ میں میزہ قوسب جنگ میں رستم
باہر جو ہوئی میان سے غل تھے یہ اجل کے
مردانہ دلہن غنی ہے جلد سے نکل کر

نکوار کا بڑھتا تھا کہ سب دن سے پرے تھے تو بہت تھی نہ دایت نہ مٹیں تھیں نہ پرے تھے
جوہر سے کھلے پیٹ میں ٹٹن جتنے بھرے تھے بے فصل برابر چمن زخم ہرے تھے

جب سیر ہوئی شیر سے تو میدہ غوری تھی

بھرتیوں کے پھل تھے نہ سناں تھی نہ چھری تھی

اس حسن سے تابندہ ہوئی چٹخ صیبتی خوش ہو کے کہا فتح نے یا قرۃ عینی
بے دینوں کا ہے قتل تجھے واجب عینی یہ کوئی د شامی ہیں وہ بدری وحینی

بھلی پہ ٹھہرتا نہ سر گاد زمیں پر

دم لہجہ بڑے سے کے لیے عرش بریں پر

پھر موزیوں کا شعلہ چمکتا نظر آیا کایا تھا کہ آنکھوں میں نکلتا نظر آیا
یا ناگ جہنم کا پکتا نظر آیا جوہر سے ترا زہر نکلتا نظر آیا

جو دام میں جوہر کے پھنسا پھر نہ پتا تھا

ناگن کی طرح جس کو ڈسا پھر نہ بچا تھا

بھلی کی چمک شعلہ فطانی نے دکھائی اور شمع کی لو چرب زبانی نے دکھائی
طوفان کی رت دھار کے پانی نے دکھائی گھٹاؤں پہ نئی سیر روانی نے دکھائی

تھی آگ بھی اور پانی بھی اس چٹخ فضا میں

جل جل کے حد بہہ گئے دوزخ کی ہوا میں

اک جان دو قالب ہے شل اہل سخن میں اس چٹخ دو بیکر کے تھے بیکر کلی دن میں
دائے کے بدن میں کبھی مرکب کے بدن میں گہرہ خود میں گہرہ سر میں گہرے چشم دو بدن میں

یہ مردہ وہ بھل پہ سر راو عدم تھا

نولاکھ کے قالب تھے اور ایک چٹخ کا دم تھا

اس صف کو آہاڑا وہ پرا کر دیا سوتا شمشیر تھی یا تھر الہی کا سوتا
چانا جو لہو کاٹ ہوا چٹخ کا دوتا پرنگ بھکتی تھی وہ کفار کا چھوتا

اللہ رہی صفا صاف کیا غول سرو کا
 دھبہ نہ لگا دھار میں کافر کے لبو کا
 جس صف پہ مری سیف صفائی نظر آئی نکل کر جو پڑی ضرب سوائی نظر آئی
 ترکیب عناصر میں جدائی نظر آئی نہ شانہ نہ بازو نہ کلائی نظر آئی
 بازو پہ جو تڑپی نہ کسی دوش پہ سر تھا
 پیلو پہ جو چنگی تو نہ دل تھا نہ جگر تھا
 اعدا کے اڑے ہوش نکالوں کے پھر رہے اور تیر یہ سبے کہ نہ چلے پہ بھی ظہرے
 دریا پہ نہ چوکی تھی نہ گھاٹوں پہ تھے پھرے پانی ہوئے جاتے تھے ٹکبہاؤں کے زہرے
 اس تیغ کو جو تاریوں سے لاگ لگی تھی
 دریا کے کنارے بھی جب آگ لگی تھی
 شہباز اجل تیغ تھی اعدا تھے چکاوک بڑ موت سروتن کا طریقہ نہ گاہک
 پھلتی تھا جگر سینوں میں دھلیس تھیں شہک بوڑی تھی جدا چمڑے تو سوار سے ناوک
 چلے بھی کمانوں سے کشیدہ نظر آئے
 دل اہل کبادہ کے کبیدہ نظر آئے
 اُن تاریوں سے تیغ شردوم کو جو تھی لاگ صحرا کرا ہار تھا برساتی تھی یہ آگ
 سرپاؤں سے کہتا تھا اے بھاگ اے بھاگ بل کھاتا ہے من اپنا دامن میں لیے دو ناک
 ڈستے ہوئے لگ جاتی ہے اک آگ بدن میں
 شعلہ غضب حق کا ہے اژدر کے دامن میں
 عالم تھا حاظم کا صوبہ جنگ میں ہر سو جس تن کے مقابل ہوئی تیغ وہ خوش خو
 ڈر ڈر کے نکل جاتا تھا دل چیر کے پیلو پٹے سے کلائی تھی جدا شانے سے بازو
 بے ضرب میاں فصل تھا وصل تن دسر میں
 دھڑ لونٹا تھا خاک پہ سر قمر ستر میں

چیز کا یہ عالم اسے کاٹا آئے مارا نکل اٹھتا تھا جیم اسے کاٹا اُسے مارا
 پاں سر لیا وہاں دم اسے کاٹا اُسے مارا حیران تھے ظلم اسے کاٹا اُسے مارا
 اس قح کے سایے کا زمیں میں جو گزر تھا
 قبروں میں کسی مُردے کی گردن پہ نہ سر تھا
 کہہ شعلہ کبھی برق جھنڈہ نظر آئی کہہ ناخن ضرغام درندہ نظر آئی
 کہہ صورتِ شبان گزندہ نظر آئی آب اُس کی مگر دہر کھنڈہ نظر آئی
 زکے کا کہوں ڈھنگ وہ بچا چال کا عالم
 تھا اہوئے شمشیر میں بھونچال کا عالم
 غل تھا کہ عجب ضربتِ شمشیر دووم ہے نو سر وہ پہلوانِ دُشقی کا قلم ہے
 بھل وہ بل روم ہے وہ ترکِ بجم ہے وہ خاک پہ ترش وہ کھادہ وہ علم ہے
 وہ تودہ ہے تیروں کا وہ چلہ ہے کماں کا
 کاٹا ہوا جنگل ہے وہ لشکر کے نشان کا
 کہہ شرق میں خورشید کے مانند عیاں تھی کہہ غرب میں مثلِ مہِ نو جلوہ کنایں تھی
 کہہ چرخ پہ روشن صلیب کا بکشاں تھی یہ قح کے پرتو تھے فقط خود وہ کہاں تھی
 کب دیکھنے میں صورتِ سیب دو سر آئے
 ہاں موت نظر آئے تو یہ بھی نظر آئے
 یاں شور وہاں غل ادھر آئی ادھر آئی وہ چکی وہ ترابی وہ بٹھی وہ نظر آئی
 وہ تیر گئی غوہ میں وہ سر میں در آئی گردن سے بڑھی سید لیا تا کمر آئی
 سن اُس کا گھٹا تھا جو دلیرانہ نہ بڑھا تھا
 منہ کی وہی کھاتا تھا جو منہ اُس کے چڑھا تھا
 تو سن کا لقب ہے شہِ جن قوم پری میں شہِ فہیں گری یہ فہیم سہری میں
 پریں سے بھی سہقت ہے اُسے چیز روی میں نوم اُس کی ہے ملاؤں جہاں جلوہ گری میں

سرعت میں جو یہ فعل در آتش نظر آیا

خوشید بھی سیلاب بر آتش نظر آیا

اک حسن کی تصویر تھا تک سکھ میں دو تو سن دہرا بدن آہوئے نگہ شیر کی چتون
شہباز کا سید تھا تو طاعن کی گردن دم رشک وہ سنبھل سُم بدر سے روشن
جاود تھا کہ اعجاز و کرامات تھا گھوڑا

چھل بل تھا چھلاؤ تھا طلسمات تھا گھوڑا

ہیں ششہمت اس رخش کی رفتار سے مششدر درمائدہ ہے دور فلک المردہ ہیں اختر
خوشید و قمر اس کی رکابیں ہیں مقرر جنبش دم جلاں ہوئی ساتھ اس کے جو دم بھر
دست ہوئی گھوڑا تو نگاہوں سے نہاں ہے

اب تک حرکت دونوں رکابوں میں عیاں ہے

آہوں سے دو چند اس کے سراپے نظر آئے سایہ جو بھرا ساتھ پنکارے نظر آئے
آپا جو عرق ابر میں تارے نظر آئے چل پھر فقط ابرو کے اشارے نظر آئے
دیکھا ہوئے کل تین فرس دونوں جہاں میں

یہ دن میں ہے اور طلل و دفر ہے جہاں میں

خوشید رکاب ایک ہے اور ایک قمر اس کی جتنے میں کوئی دم ہوئی دھلت گمر اس کی
چلنے میں مدد خود سے جو بدلی فکر اس کی بھر اس کو خبر ان کی نہ ان کو خبر اس کی
سرعت مدد خود کو یہ سکھائی ہے اسی نے

دیکھی ہیں فلک سیر رکابیں بھی کسی نے

ہر جہت میں کف منہ سے خوشید نے ڈالا ہر مزارع ہستی میں پڑا قہر کا پالا
ساتھ اس کے بھرا یہ تو کیا چرخ نے ڈالا سوچ سے عیاں تھا کہ پڑا پانوں میں پھالا
شہدیز فلک چلنے میں تو سن سے بٹے ہیں

کوچوں میں یہ بھرتا تھا دہاں کو پے کٹے ہیں

جنس جنس گیا ناہوں کی دھک سے سر قاروں پس کرم تو سن سے بیل بن گئے ہاموں
خوزیری شمشیر سے جنگل ہوا ٹکڑوں تاکہ نظر شاہ گئی چاہ گروں
بولے کہ دم فرضی قدر ازی ہے

اب غم کا ہے عصر کہ دوپہر دھلی ہے
چلائی قضا دعوہ وفا کی گزری ہے حملہ کا نہ موقع نہ لڑائی کی گزری ہے
اب لبت مضر سے جدائی کی گزری ہے دوزخ سے غلاموں کی رہائی کی گزری ہے
فردوس سے زہرا کے اب آنے کی ہے ساعت
دوبار خداوند میں جانے کی ہے ساعت

پریشان میں آئی تھی نہ تیغ شہ دلا جو شیٹ نے مارا جگر پاک پہ بھلا
فالتے میں کیجئے کا لبو منہ سے جو ڈالا پھر آپ نہ سنئے یہ ہوا دل نہ دھالا
سجدہ کی تمنا تھی جو زہرا کے خلف کو
مضہ پھیر دیا کرنے میں قبلہ کی طرف کو

گرد شہ دیں چار ہزار آئے کہاں دار چو گرد سے اک سید پہ کی تیروں کی بو چہار
بود خیمہ عصمت کو بڑھا ہر سحر کار لشکر کو نکارا کہ یہی وقت ہے ہشیار
تجویز یہ عالم کی نرانی ہے جہاں سے
جلتی ہے وہاں آہ کہوں کیا میں وہاں سے

اللہ سدا اس کو جہنم میں جلائے جس خیمہ میں جبریل ایں سر کے بل آئے
نیزے کئی اس خیمہ پہ عالم نے لگائے لشکر کو نما دی کہ ترس کوئی نہ کھائے
ہاں خیمہ زنگاری صہر جلا دو
اس گھر کو مع صاحب تصویر جلا دو

یہ وقت خیمت ہے کبھی پانہ سکیں گے یوں رنج کبھی راغزوں کو پہنچا نہ سکیں گے
ہے بس ہیں حرم گھر سے کہیں جانا سکیں گے صہر ہیں نرسے میں یہاں آنہ سکیں گے

یاں آگ وہاں تیروں کا پاراں سو دیں پر
 یہ سیر بھی دیکھی ہے کبھی روئے زمیں پر
 خیر کے جلانے کو ہوئے جمع جو مردوں دیکھا ہے مظلوم نے ہو کر غضب آلود
 آواز دی یہ شر کو اوثانی ضرور باز آئے باز آ بھی زندہ ہوں میں موجود
 کن کو تو جلانے گا یہ کیا بے ادبی ہے
 اس گھر میں کوئی اور نہیں آل نبی ہے
 کیا ناروں کو کمر سے لہز کا تا ہے ناری اللہ کہ ہے نور خدا آل ہماری
 مہذب ظلیل ان پہ بھی ہے رحمت باری یاں آگ ہو گل اور دھواں اب بہاری
 جس کے لیے مخلوق فقط رحمت رب ہے
 منگواتا ہے آگ اُن کے لیے کیا یہ غضب ہے
 نکلا تو جلانے گا کسے او ستم آرا کبراً د سکینہ کے جلانے کا ہے یارا
 یا نہت نکس پہ ہے یہ نلم گوارا یا عابد بیمار جو ہے پھول ہمارا
 وہ دم کے قابل ہے ستائے گا اُسے کیا
 جلتا ہے بدن تپ میں جلانے گا اُسے کیا
 مجھے کو نہ تو لوٹے گا کیا بعد ہمارے ہاتھ سے گا نہ بچوں کا گلا بعد ہمارے
 جو چاہو کچھ وہ جفا بعد ہمارے لے لہجہ نہت کی روا بعد ہمارے
 نانا کے حضور ان سے جو منہ موڑ کے جاؤں
 پردے میں تو سیدانوں کو چھوڑ کے جاؤں
 خیر نہ جلا آہر ہیز قلم کر اُنھ جاؤں میں دنیا سے تو نہت کا کھٹے سر
 ناکہ پکارا عمر سعد شکر اس ظلم کے شایان نہیں اولاد حکمر
 جب تک پھر فاطمہ کا سر نہ اتارو
 ناموس یہ اللہ کی چادر نہ اتارو

یہ سن کر لہیں جانب فوج عمر آیا یہ کہتا برابر ادھر آیا ادھر آیا
لو لکھڑو خوش ہو کر وقت ظفر آیا بے سر کرو ٹیڑھ کو ارتان بر آیا
جس کو کہ حق زانوے کا سر ہاتھ گئے گا
مطلب نہ بھی ہوگا وہ زر ہاتھ گئے گا

مگر یہ سنتے ہی پہنچے دام ہوں میں داور سے پھرے آگئے شیطان کے بس میں
اک دم میں کیا وہ جو نہ ہولاکھ برس میں قتل شد مظلوم پہ کھانے گئے تمہیں
ٹھیکر کی اک جان کے گاہک تھے ہزاروں
اک سید تھا اور ظلم کے ناک تھے ہزاروں

فرزید حسنی کا جو تھا عہد اللہ زیجاہ کی اُس نے نظر خیمہ سے میدان کو ناگاہ
دیکھا کہ ہے شہ پر یورش لکھڑ گمراہ بس ہائے چچا کہہ کے بڑھا چپ جنگاہ
سیدانوں میں نقل ہوا فریاد و فغاں کا
نسب نے کہا داری ارادہ ہے کہاں کا

مغل کو بھائی ترے صدقے ترے داری تیار وہاں جنگ پہ ہے لکھڑ ناری
تم لڑنے کے قابل نہیں کیا عمر تمہاری قاسم کی جوانی پہ ابھی کرتی ہوں زاری
دیکھو تو وہاں ہائی بیداد کھڑے ہیں
تیغوں کو نکالے ہوئے جلا د کھڑے ہیں

وہ یولا کر رکھتے کے نہیں ہم پھونگی اماں ٹھہراؤ نہ گھر میں ہمیں اس دم پھونگی اماں
تھا ہیں کھڑے قبلہ عالم پھونگی اماں ٹھہراؤ کوئی اب ہے نہ ہم پھونگی اماں
رکھتے کا نہیں سید میں جب تک مرادم ہے
اس وقت چچا پاس نہ جاؤں تو ستم ہے

یہ کہہ کے چارن کی طرف ہنر آہ پہنچا جو قریب وہیں غنچہ دہن آہ
دیکھا کہ ہے مجروح وہ آوارہ وطن آہ تیروں سے تھا کھڑے ہے پرزے ہے بدن آہ

سینہ سے لپٹ کر کہا کیا حال ہے حضرت
 مصروفِ دہ سے لود غلوں سے دن لال ہے حضرت
 بیہات ابھی قسم ہوئی تھی نہ یہ گفتار جو حرمہ آیا دہاں تولے ہوئے تلواریں
 اور غصہ سے چاہا کہ سرش پہ کرے وار ہاتھوں کو پر کر دیا معصوم نے اکبار
 بولا کہ بچا جان پہ میرے نہ قسم کر
 حاضر ہے مرا سر میری گردن کو قلم کر
 عادل ہے خدا بھول نہ تو عدل خدا کو کیا ذبح کرے گا مرے مظلوم بچا کو
 یہ سختی ہی پیار آگیا شاہ شہدا کو اور سید سے لپٹا لیا اُس ماہ لٹکا کو
 فرمایا جو گزروے وہ گزرو جانے دو بیٹا
 آتی ہے بلا میر کر آنے دو بیٹا
 چپ رہ گیا پر منہ کو حمایت سے نہ سوزا طعنوں نے اُدھر حیرت میں چلے میں جوتا
 وہ کر کے کہاں حیر کو اس طرح سے چھوڑا بچے کا گلا چسید کے دل شاہ کا توڑا
 گردوں پہ گئی آہ شہ تکتہ دہن کی
 تھڑانے لگے قبر دینے میں منن کی
 کھلا کے گرا بھول رسالت کے چمن کا بھلی سا ترپنے لگا فرزندِ منن کا
 اور سرد ہوا ہائے ہر اک عضو بدن کا اودے ہوئے لب پھر گئی نو ذہل گیا منکا
 دم نکلا گلے سے کہ لبو بہ گیا ہے ہے
 منہ دیکھ کے سکتے میں بچا رہ گیا ہے ہے
 غضبِ در خیر سے یہ درو کے پکاری آباد کیا پہلوئے قاسم کو میں داری
 پیارے نے بھی جان اپنے بچا جان پہ داری ہے ہے نہ ذہن آئی اجل آئی تمہاری
 ملنے کو شہیدوں سے مری جان سدھارے
 لیکن یہ غضب ہے کہ بُر ایمان سدھارے

خمید سے پھرے دن کی طرف ہانی بیداو اور ٹوٹ پڑا شاہ پر سب لشکر جلاو
اک شیر نیرستان علی سیکڑوں صیاد یاں تیزا بیداو وہاں خنجر فولاد
بڑھ کر قدر اندازوں نے دکھلایا ہنر کو

غربال کیا سینے کو پہلو کو جگر کو

تھامک دلوں کو جو نبی زاوے سے کیند برساتے تھے پتھر بھی سوئے شاہ مدیند
سب توڑتے تھے میر نبوت کا تمکیند خشکی میں ڈبوئے تھے حکمر کا سفیند
وہ دھوپ کی ایذا کسی مجروح سے پوچھو

شیر سے یا قاضی کی روح سے پوچھو

پہلو میں نہ قاسم تھے نہ ہم شکل نبی یاس بن ہاتھ کے دریا پہ پڑے سوتے تھے مہاں
گردِ حیدر والا تھی فقہ بیکسی ویاس جالو سے زہاں لگ گئی کس قبر کی تھی یاس
دل سینے میں ہوتا تھا بدن کانپ رہا تھا

اور بالیس پہ رہوار کھڑا بانپ رہا تھا

فرماتے تھے اندا سے ارے ہانی چاڈ وہ کہتے تھے کوڑ سے کوئی جام منکاڈ
چلاتے تھے سولا کہ ترس دھنوں پہ کھاڈ وہ کہتے تھے مہاں اور اکبر کو بلاڈ
کیا بغض تھا ہر جوں کو شاہ مدنی سے

دھنوں پہ چھڑکتے تھے تک طعنہ زنی سے

پیدا ہوئے آفاق میں آچار جاہی چھائی فلک وارض پہ یک وفد سیاہی
موقوف فرشتوں نے کیا ذکر الہی مقتل کو ہوئے چار ہزار اُن میں سے راہی
سر کھولے ہوئے ماتم سلطان دمن میں

پر نوپتے سر پیٹتے وارو ہوئے دن میں

دیکھا کہ زمیں پر ہے پڑا تاج امامت سر پر بنی آدم کے قسم سے ہے قیامت
کہنے نہیں دیتے ہیں نمازی کو اقامت ہر بار تھم کرتے ہیں طوطی سا وہ قیامت

چنے میں شاں منہ میں زہاں نکل ہوئی

ٹپے سے بہن قبر سے ہاں نکل ہوئی ہے

دیکھا کہ ہے زلے میں جگر بنو پیپر باقی کوئی ہدم نہیں غیر از دم مخفر

کہد غش میں کہے ہوش میں ہے ہاب حیدر شق ہو کے زہاں منہ سے نکل آئی ہے ہابر

ہے خون جراحت کا جو خلوط عرق میں

بالائے زمیں نیر اعظم ہے شفق میں

منہ پیٹ کے سب نے سر تسلیم کیا تم چلائے نیک اصلاحات ہے شبہ عالم

ہے ہے ترے قاتل کلمہ گو بنی آدم ہو مرضی اقدس تو اُنہیں قتل کریں ہم

کوفین میں شہزادہ جبریل امیں ہو

جبریل تو ہو سدرہ پہ تم خاک نشیں ہو

قاتل نے ہاتل کا جو خون بہایا نہلایا بھی کھنایا بھی مدفن بھی ہٹایا

یہ بھی بنی آدم ہیں پہ دم اتنا نہ کھایا بسم تو کیا اور نہ لاشوں کو اٹھایا

جنت میں فرشتوں سے قبل ہوتے ہیں آدم

ہلعم سے خوزادوں کے لیے روتے ہیں آدم

کھسا ہے کہ دو درد رسیدوں کو دلاسا قرآن کا بھی ان میں نہیں کوئی شفا

آدم کا شرف فخر طالع کا نواسا اور ہائے غضب تین شب و روز کا پیاسا

پتھر ہیں جگر ان کے یہ انسان ہیں کیسے

کافر بھی نہ ہوں گے یہ مسلمان ہیں کیسے

حضرت نے کہا مہری مروت سے ہے یہ درد انسان نظر آتے ہیں ملک آنکھوں سے مسطور

قطع نظر اس کے مجھے احساں نہیں منظور سب کچھ میرے مالک نے دیا ہے مجھے مقدور

ملکن نہیں جھڑھیں حکم دعا دے

پوچھا تھے اس دکھ میں خدا تم کو جزا دے

ہر چند فرشتوں نے کیا شاء سے اصرار پر کل کا مددگار نہ راضی ہوا زہار
انکار سے حضرت کے ملک ہو گئے ناچار کی عرض کہ مجبور ہیں ہم آپ ہیں مختار

خیر آپ نے جانے کو کہا جاتے ہیں حضرت

پر غم خدا لے کے ابھی آتے ہیں حضرت

یہ کہہ کے ملک پر گئے ساکن وہ ملک کے اور حشر کیا تاج مقرب کو چک کے
کی عرض چناب احدی میں یہ ملک کے مشتاق ہیں امداد شد جن و ملک کے
دو لاکھ کی تیغیں ہیں اور اک اس کا گھا ہے

پیارا ترے پیارے کا گرفتار بلا ہے

پر شاک جسے مید کے دن تو نے عطا کی پُرزے ہے قبا حیروں سے اس شاء ہوا کی
جو لونا تھا چھاتی پہ محبوب خدا کی آج اس کا بچھونا ہے زمیں دشت بلا کی
ایسی کسی بھل کو ازیت نہیں دیتے

جلاد ترچنے کی بھی مہلت نہیں دیتے

ہم فرما مہبت سے گئے تھے کلی ہاری کیا کیا نہ کہا پر نہ نسی ایک ہماری
تجھ پر ہے توکل اے اے خالق باری فرمان مدد کر تو ہمارے لیے جاری
بھر چاہ عقل ابھی پرواز کریں ہم

جا کر مدد شاء سرافراز کریں ہم

آئی یہ دعا جاؤ اجازت ہے خدا کی امداد کرو مالک حلیم و رضا کی
پائی جو فرشتوں نے رضا رب عطا کی بیساختہ پرواز سوئے دشت و عا کی
یہ شوق مددگاری شاء دو جہاں تھا

رستے میں انھیں سانس کا لینا بھی گراں تھا

انہوں فرشتوں کو رہی حسرت امداد رستے میں خبر پائی کہ زہرا ہوئیں برہاد
وارد ہوئے دن میں تو نظر آئی یہ رواد سرکات کے سید کا لیے جاتا ہے جلا

زہرا و جیہرؑ نے کفنِ خون میں بھرے ہیں
 منہ اپنا علیٰ خلقِ بریدہ پہ دھرے ہیں
 چلاتی ہے خواہر مرے بھائی مرے بھائی اے کشتِ خنجر مرے بھائی مرے بھائی
 ہے ہے مرے بے سرمے بھئی مرے بھائی اب مر گیا سب گھر مرے بھائی مرے بھائی
 کیوں بھائی سفر میں یہی وعدہ تھا بہن سے
 لاشے پہ دلاؤں گا تجھے لا کے وطن سے
 ہے ہے مری ماں کی مرے باپ کی کماٹی لوائی ملک الموت نے امت نے لوائی
 دیرانہ میں بسکتی مرے تاتا کی بھائی ششماہی کو موت آئی مجھے موت نہ آئی
 وارث رہے میدان میں نہ بچے رہے گھر میں
 کیا ہو گیا ہے ہے یہ غضبِ تین پہر میں
 آئے تھے حد کو وہ فرشتے جو زمیں پر صاف پاندھ کے رونے لگے لاشِ شہیدیں پر
 بحر حق سے کہا شہ کا لبوئل کے جبین پر یاری کی نہ صدقے ہوئے اس عرشِ فقیں پر
 ہم چشموں کو منہ اب تو دکھایا نہیں جاتا
 کیا حکم ہے گردوں پہ تو آیا نہیں
 پیدا ہوئی آواز کہ اب حق کا ہے فرماں تا دفن رہو لاشے بے سر کے تنہاں
 تعمیر ہو جب مقبرہ شامِ شہیداں روئے میں کرو ماتمِ شہید کا سامان
 احسانِ خدا کا ہے یہ ہے حکمِ خدا کا
 دو اس کے محبوں کو ثواب اپنی بکا کا
 کیا تم کو دہر اور مضامین بتائیں ہر بند پہ دیتے ہیں عزاوارِ دُعائیں
 اللہ کرے ہم بھی اب اس روئے پہ جائیں یہ مرنے پڑ پڑ کے فرشتوں کو سنائیں
 دنیا میں اگر دولتِ عقیقی ہے تو یہ ہے
 باقی مرے دل میں جو جمنا ہے تو یہ ہے



شیران مضامین کو کہاں بند کروں
بھریں گے ذکاریں گے جہاں بند کروں
خلاقی مضمون کا ہے دعویٰ سب کو
کھل جائے حقیقت جو زباں بند کروں



جو عظیم معانی و بیاں کو سمجھے
البتہ دیر کی زباں کو سمجھے
کیا داغ بلند کی سخن اس سے بھلا
یکساں جو زمین و آسمان کو سمجھے

سلام

نام پر شاہ کے پانی جو پلا دیتے ہیں میر کوثر انھیں نحرانی دعا دیتے ہیں
 فاطمہ کہتی ہیں دنیا میں پہ آباد رہیں شہ کا پڑسا مجھے سب اہل عزا دیتے ہیں
 کربلا میں کوئی مدفون اگر ہو تو حسین خاک کو مرہہ خاک شفا دیتے ہیں
 قتل اکبر سا پھر ہوتا ہے یہ کرتے ہیں شکر صبر ایوب کو شہید جلا دیتے ہیں
 ذرا شہید کو کرتا ہے لعیں نجر سے یو سے حلقوم پہ محبوب خدا دیتے ہیں
 رو کے کہتی تھی سکیڑ کہ ہمیں قید کیا لوگ زنداں سے قیسوں کو چھڑا دیتے ہیں
 پوچھتا ہے جو کوئی کس نے کمر کو توڑا شہا عہاں کے لاشے کو بتا دیتے ہیں
 کیا سچی ہیں شہ دیں بخشش نصرت کے لیے جاں بھی دیتے ہیں گھر کو بھی لٹا دیتے ہیں

یہ سلام شہ مظلوم کہا خوب دہر

دیکھو انعام میں سونے مجھے کیا دیتے ہیں

قید خانے میں طلاطم ہے کہ ہند آتی ہے

قید خانے میں طلاطم ہے کہ ہند آتی ہے دختر قاضی غیرت سے موئی جاتی ہے
روح خواب میں وہ زندان میں گھبراتی ہے بے حواسی سے ہر اک باریہ بھاتی ہے
آہیں دور زمیں سخت کدھر جاؤں میں

بیوی مل کے دعا مانگو کہ مر جاؤں میں
آمد ہند کا غل عزت تھیر میں ہے شور ماتم، حرم صاحب قسطیر میں ہے
دختر قاضی، روپوشی کی تدبیر میں ہے کہتی ہے جاؤں کہاں پاؤں تو زنجیر میں ہے

کس غضب کی یہ خیالات ہے وہائی لوگو
ہند آنچلی مجھے موت نہ آئی لوگو

جا کے دربانوں کو قہقہیں دو کہ بہر سہاں کوئی کھلوائے نہ تم کھولیو قفل زنداں
رات کا وقت ہے بچے ہیں ہمارے ناداں گر کھل جائیں گے تو ہم انھیں ڈھکیں گے کہاں
حاکم شام کا کل تم پہ عتاب آئے گا
اور ہمارا تو گلا پہلے ہی کٹ جائے گا

کیا کروں، کیا نہ کروں، جلد بتاؤ لوگو صدقہ اکٹرا کا، حقارت سے بچاؤ لوگو
اوٹ کر کے ہو کھڑے، مجھ کو چھپاؤ لوگو یا کسی کو نے میں لے جا کے بھڑاؤ لوگو
سر کھلے ہوں، کسی جگرے میں مجھے بند کرو

یہ بھی ممکن نہ ہو تو خاک کا پیچہ کرو
سلطنت پر ہے وہ نازاں میں اسیر و مجبور منہ بھی بالوں سے چھپاؤں کی تو سبھی کی غرور
آمد حرف میں کہہ بیٹھے کی یہ ہند ضرور بی بی دربار میں تو جاتی تھی مردوں کے حضور

ایسی غیرت تھی تو بلوے میں نہ آئی ہوتی
خلق پر اپنے ماتھری آپ پھرائی ہوتی

شرم ہزار میں کل تم کو نہ آئی بی بی داس تو گرد و آلودہوں کے تھی ساری خدائی بی بی
شر کے خوف سے گردن نہ جھکا بی بی دیکھ کر مجھ کو عبث شکل چھپائی بی بی
ہند جو چاہے گی بڑھ کر مجھے کہہ جائے گی

دختر قاطلہ منہ دیکھ کے رہ جائے گی

اور جو پہچان کے مجھ سے کیا خلق و احساں لوطیاں ہند کی گھبرا کے کریں گی یہ بیاں
بی بی کچھ خیر ہے نہ بپ کہاں زندان کہاں باپ تو عقدہ کشا بی بی اسیر زندان
بے ردا بی بی ہے جانی ہے پریشانی ہے

توبہ توبہ یہ نیا زادی ہے سیدانی ہے

کس طرح ہند کے آنے سے نہ گھبراؤں میں بت حیدر ہوں نہ کیوں قید میں شرمائوں میں
کوئی دیوار جو شق ہو تو مفر پاؤں میں سیدی میں جائے کے عقل کو چلی چلاؤں میں
کر بلا میں نہ یہ ذات ہے نہ رسوائی ہے

بے ردا میں ہوں تو بے گور مرا بھائی ہے

لے کے لاشے کی بلائیں کہوں حال زندان ہندو اس آئی تھی بسا میں چلی آئی بیاں
تھانہ کی خوف کر گھبرا کے کرے گی وہ بیاں اے جیسبر کی نواسی تو اسیروں میں کہاں
قافلہ طوق ہوئی لائق زنجیر ہوئی

کیا گنہ تھ سے ہوا کوئی قصیر ہوئی

سب ستم دیکھے یہ اندوہ آٹھائے نہ گئے ہند کو خاک بھرے ہال دکھائے نہ گئے
قید میں نام بزدلوں کے بتائے نہ گئے در بدر بھرنے کے احوال سنائے نہ گئے
ملتی کیا ہند سے میں خاک عزا تھی سر پر

نہ تو تم تھے مرے سر پر نہ ردا تھی سر پر

کر بلا کا جو سنا نام سکیہ نے آہ یک بیک ہو کے کھڑی کہنے لگی بسم اللہ
ابھی میرنی پھونکی اماں مجھے لینا امراہ داس ملے گی مجھے عالم کے طمانچوں سے پناہ

ضبط اب رونے کا زہار نہ ہوگا مجھ سے

ننگے سر روز کا دربار نہ ہوگا مجھ سے۔

آہ بھر کر کہا نسیب نے میں تم پر قرباں کر بلا شاو شہیدان کی کہاں اور میں کہاں
طوقِ گرہن میں ہے اور پاؤں میں زنجیر گراں میں ہوں زخموں کے قابل مرے قابل زخماں
بہنو صدقے مٹی بیٹھو میں کدھر جاؤں گی

جزایاں پہننے کسی دن یہیں سر جاؤں گی
میں ہوں بخود مرے کہنے پہ نہ چاؤ داری آنے جانے کا کہیں ذکر نہ لاؤ داری
پوچھی کہہ کہہ کے نہ اب شور مچاؤ داری ہند آتی ہے مری گود میں آؤ داری
غیر ملنے کو جو آتا ہے تو چپ رہتے ہیں
پوچھی کو ایسی جگہ کہہ مونی کہتے ہیں

ماں کو وہ پوچھے تو آوارہ وطن بھلائی نام خواہر کا فقط رابطہ دلہن بھلائی
بھائی کو قیدی زنجیر و رمن بھلائی باپ کو سید بے گور و کفن بھلائی
دیکھو غیرت سے میں ہو جاؤں گی پانی پانی
ہند کے آگے نہ تم مانگیو جانی پانی

رو کے وہ بولی کہ اچھا پوچھی صاحب اچھا میں بھی اکڑ کی بہن ہوں مجھے غیرت نہیں کیا
جان فاقے سے نکل جائے تو مانگوں نہ غذا اپنے بٹے کے لیے روتی ہوں، پانی کیسا
پانی اُس سے نہیں میں تھنہ جگر مانگوں گی
لاش پاپا کی ہے، بے گور، کفن مانگوں گی

میں نہیں لینے کی میوے وہ اگر لائے گی خاک سمجھوں گی اگر خلعت و زمرائے گی
کان دکھلاؤں گی زخمی جو گہر لائے گی پر دعا دوں گی جو حاجت مری برائے گی
پوچھا نسیب نے کہ کیا رو کے کہا کہہ دوں گی
پاپا صاحب کا جو سردے گی تو میں لے لوں گی

ناگہاں فضا نے دی اہل حرم کو یہ خبر بند آتی ہے بڑے جاہ و جہل سے ابھر
 بھر قیاس نگرہ و زر کی ہیں جلو کے اندر پر کنیریں تو روا اوڑھے ہیں وہ ننگے سر
 ہر قدم ہوتی ہے بیہوش ذہ شیدائے حسین
 ہائے نعت بھی کہتی ہے بھی ہائے حسین
 کہتی ہے قیدیوں کی شور و ہنگامے مارا مجھ کو اس ہائے حسینا کی صدا نے مارا
 ان کے سردار کو کس فوج جہان نے مارا کیا وہ سید تھا جسے اہل دعا نے مارا
 ایک بجلی سی کیلئے پہ مرے گرتی ہے
 ننگے سرفاطہ آنکھوں کے تلے بھرتی ہے
 مر گیا کونسا یہ خاصہ باری لوگو اس وجہ حور و ملک کرتے ہیں زاری لوگو
 لے چلو سوئے نجف میری سواری لوگو ہوگی مشکل وہیں آسان ہماری لوگو
 خبر سے ہیں مرے آقا تو وہ سوتے ہوں گے
 در نہ مر قد میں علی بیٹے کو روتے ہوں گے
 در زنداں پہ ہوا اسنے میں انبؤہ کمال بولے درہاں کے بڑھے دولت و عمر و اقبال
 قیدیوں اٹھو دعا دے کے کرد استقبال زن حاکم کا ہے زنداں میں نزول اجال
 تم کھلے سرتے حضور اب تمہیں چادر دیں گی
 رحم دل ہیں ابھی زنداں سے رہا کر دیں گی
 مہرباں ہوں گی تو خلعت ابھی پہنا دیں گی صبح کو چیزیاں بھی پاؤں کی کٹوا دیں گی
 عذر حاکم نہ کرے گا جو یہ سمجھا دیں گی نام جس شہر کا لوگے وہیں پہنچا دیں گی
 قصر شامی سے جو تشریف یہاں لائی ہیں
 پردوش کرنے کو تم سب کی حضور آئی ہیں
 دم بخود رہ گئیں سیدائیاں سن کر یہ صدا ہوگئی قطع زباں تجھ حیا سے گویا
 دم نہ تھا جان نہ تھی ہوش نہ تھا مہر نہ تھا تھر تھرانے لگے بچے بھی کہ کیا قہر ہوا

یوں حرم لوستے تھے جکڑے ہوئے آہن میں

ذبح ہو کر مٹے دیں تڑپے تھے جیسے دن میں

درِ زنداں پہ قدم بند نے رکھا ناگاہ اور باہر سے نظیروں نے کہا بسم اللہ

لوٹیاں آگے بڑھیں کتنی ہوئیں پیش نگاہ پیچھے دامن لیے ہاتھوں میں خواتین ہوا

سر پر رکھے کوئی کرسی دیر جد آئی

کوئی بظلوں میں لیے تکیہ و مسند آئی

دنِ حاکم کی یہ حشمت یہ لباسِ پُر در اور ہاتھوں حسین ابن علی نکلے سر

نہ دامن نہ مدینہ نہ پیر نے شومر دونوں سرکاری نہیں رہنے کو پایا یہ گھر

خون اکڑ کا لگائے ہوئے پیشانی پر

روتی تھی اپنی گرفتاری و حیرانی پر

لوٹیاں تھیں دنِ حاکم کے جلوں میں جودوں دیکھتی کیا ہیں کراک شیر ہے آہن میں نہاں

لاغر و خشک تن و فاق کش و تھکے دہاں منہ پہ سیلی کے نشان پخت پہ دلوں کے نشان

ساق پا قاتل سے زنجیر میں قمرانی ہے

استخوانوں سے لرزے کی صدا آتی ہے

سب نے مڑ کر طرف بند یہ کی نوحہ گری دیکھیے شام کے زنداں میں چراغ سحری

کیوں مسلسل کیا یہ تو ہے عدم کا سفری یاد حق سے ہے خبرِ خلق سے ہے بے خبری

کس نے دم بند کیا طوق جفا سے ان کا

سلسلہ مٹا نہ ہو شیر خدا سے ان کا

ننگی لب سے مہاں ہے کہ مہنوں کی ہے پیاس چپ سے بیہوش ہے پر شکر خدا کا ہے حواس

نہ کچھوٹا ہے نہ تکیہ نہ غلام نہ لباس سر کو زانو پہ جھکائے ہوئے بیٹھا ہے آداس

نگہِ طوق سے سیدھا نہیں ہو سکتا ہے

نہ تو سو سکتا ہے بیمار نہ رو سکتا ہے

جج میں زلفوں کے سر کی ہے کیا حرکت و شاں نور کی دھل پہ گویا کہ دھرا ہے قرآن
کیا بھوں کے تھے آنکھوں سے جلی ہے عیاں کبھے کے طاق میں روشن ہے چراغ ایساں
قلم قدرت حق بنی نورانی ہے
لوح محفوظ کی اثبات کو پیشانی ہے

سورہ نور جو پڑھنا ہو تو چہرا دیکھو لیلۃ القدر ہے کاکل سے ہویدا دیکھو
شجر طود کے بدلے قد زیبا دیکھو پو بیضا کے عوض آبلہ پا دیکھو
کیوں نہ پاں صل علی منہ سے ہمارے نکلے
صدقے ان پاؤں کے جن سے یہ ستارے نکلے

جھنڈی میں ہے یہ تگی سی کلائی روشن یا ہال شب نزل کے ہے چو گرد گہن
دیکھنا بی بی گلے میں ہے یہ طوق آہن یا کہ ہالے میں خورشید فلک جلوہ گہن
بی بی قربان ترے اس کی رہائی کر دے
ہاتھ ہم ہاندھتے ہیں عقدہ کشائی کر دے

ہند نے دیکھ کے رانڈوں کی طرف دی یہ صدا خاک پر در نجف ہائے پڑا ہے کس کا
کس کا یسٹ ہے یہ زنداں میں گرفتار بلا کیسے بے قدر ہو تم قدر نہیں اس کی ذرا
کام آخر ہوا اک دم میں یہ دم توڑتا ہے
ایسے بیمار کو تمہا بھی کوئی نہ پوچھتا ہے

گرد علیہ کے پھری بحر وہ بحال فقیر رکھ دیا پاؤں پہ سر اپنا بنا کر زنجیر
بولے وہ کون یہ چلائی کنیز ھیز اسلام اسے دین و طوق و سلاسل کے اسیر
ہے وصیت کا محل مرنے پہ تیار ہے تو
کچھ کلن کے لیے رکھتا ہے کہ تیار ہے تو

غم نہ کھا مگر دکن میں تھے دوں گی واللہ نکلے سر تیرے جنازے کے چلوں گی ہمراہ
مرنے والے ترا کیا نام ہے اور کہیں ہے جاہ بولے سولا ابھی چالیس برس بیٹا ہے آہ

نام نکس بھی ہے قیدی بھی ہے نادار بھی ہے
حال یہ ہے کہ اسیری بھی ہے آزار بھی ہے

ہند نے پوچھا مرض کیا ہے کہا بے پردی رو کے وہ بولی دوا کیا ہے کہا لوح گری
گھر جو دریاخت کیا کہنے لگے در پردی بولی لیتا ہے خبر کون کہا ہے خبری
آہ کرنے کا سبب پوچھا تو شرمانے لگے

تازیانوں کے نشان پھٹتے پہ دکھلانے لگے
بولی وہ کوئی عصیاں یہ لی یہ تعذیر رو کے فرمایا گنہ کچھ بھی نہیں ہے تقصیر
اُس نے منہ پیٹ لیا اور کہا کب سے ہو اسیر بولے دوسری تھی عزم کی جو پہنی زنجیر
کچھ کفن کے لیے ہمراہ نہیں لایا ہوں
باپ کو چھوڑ کے بے گور دکن آیا ہوں

بولی وہ کوئی ترے سر پہ ہے اسے خاک نہیں سر اٹھایا سوئے گردوں کے خداوند زمیں
ہاتھ بیہوش کی طرف کر کے پکارا وہ حزیں یہ ہمارے لیے ہم ان کے لیے ہیں غمگین
بابا صاحب کے گئے پر جو نہ بھڑ بھڑاتا
ان کے سر کھینچتے نہ میں کانٹوں پہ در در بھڑاتا

نہن کے جلد کے کلام اُس نے غصوں سے کہا صاف کہجے کے فکھوں کا ہے کبھ بھدا
م گیا حیدر کزار کی باتوں کا مزا اب چلو رائیوں سے پوچھیں نہ اسے دیں ایذا
پاس بیہوش کے جو وہ صاحب حشمت آئی

اور خاتون قیامت پہ قیامت آئی
شانِ نسب پہ نظر کر کے کہا یا داور خلد سے فاطمہ زمان میں آمین کیوکر
دیکھا ہانو کو تو یہ کہنے لگی وہ ششدر ہائے ایران کی شہزادی ہے کیوں نکلے سر
قدرتِ خالقِ قیوم نظر آتی ہے
کوئی نسب کوئی کلثوم نظر آتی ہے۔

ہولی نہت کہ نہ لے نہت و کلثوم کا نام وہ مجی زادیاں ہیں قید میں اُن کا کیا کام
ہے غصب قلمز کی آہ کے حق میں یہ کلام توبہ کر ہوش میں آئی بی زباں اپنی تمام
بلوے میں عترت محبوب الہی آئے

اور جہاں میں نہ قیامت نہ تہائی آئے
دن کو جس بی بی کا مردہ بھی نہ نکلا ہابر شام میں پھرنے لگیں ویشیاں اُس کی قادر
جن کی تعریف کی منبر پہ نیئی نے اکثر اُن کو لوٹیں گے مسلمان تھیں آیا باور
جن کو اللہ و نبی حرمت و عزت دیں گے
چادر میں اُن کی بھلا صاحب ایمان لیں گے

ہند ہولی کہ بُدی ہوتی ہے حرم دیا انہیا پر نہیں کیا کیا ستم اُمت نے کیا
مصطفیٰ کون سے راضی گئے اُمت سے بھلا مرتے دم تک رہیں نالاں مری بی بی زہرا
دُش بازو پہ لگا وہ کہ پھر اچھا نہ ہوا
ہاتھ مخدومہ کوئین کا سیدھا نہ ہوا

شاہ مرداں کو رن میں کیا اُمت نے اسیر زہر ہجر کو مخالف نے دیا بے تقصیر
اب فقط ہفتن پاک میں ہے اک شبیر اُن کی بھی جان کے دشمن ہیں جڑوں بے ہجر
تھن دل کے مرے اس رخ سے پہنے میں نہیں
کوئی کہتا تھا کہ شبیر پہنے میں نہیں

ظلم گزرے ہیں جو آگے وہ ہیں ایک ایک کو یاد کر بلا میں کوئی گھر تازہ ہوا ہے برباد
لائی ہے مال و اثاثہ سپہ بدن زیاد یا الہی رہے سرکار مسیحی آباد
کل مجھے لوٹ کا اسباب جو دکھلایا تھا
اک پہنے جاسے پہ حاکم کو بھی غش آیا تھا

اک ظلم ہے اسی اسباب میں خود شیدائیاں مشک پہنے میں بندگی خوں میں پھر ہر انگشتاں
ایک گہوارے کی خوشبو سے یہ ہوتا ہے میاں کہ ابھی اُنھ کے سدھارا ہے کوئی غمخواراں

سچ میں نکلیں کے ننھا ساٹلو کا دیکھا

دودھ اٹکھا ہوا اور داغ لہو کا دیکھا

چادر میں بھی کٹی مٹی سی چیں ہوسیدہ کمال آٹھار اُن سے ہے سیدانوں کے فقر کا حال

ٹوئیاں جھلسیاں روٹیاں بندے خلخال سرکھیں تن چیں کہیں تھنوں کے پھل خون میں لال

اسی غارت میں کچھ اسباب نیا بچاؤ کا ہے

نقد ہے اک بیزی کی سیرا کسی نوشاہ کا ہے

اک انگریزی اُسی اسباب میں نکل ناگاہ لال تھا اُس کا تھیں خون سے مالک کے آہ

میں نے جھک جھک کے جو کی اس کے گلے پہ لگا دیکھتی کیا ہوں کہ مرقوم ہے ماشاء اللہ

جب اُسے سوتھیتی ہوں جان نکل جاتی ہے

صاف خوشبوئے حسین ابن علی آتی ہے

اُس نے اسباب کی تفصیل جو غمی ظاہری تھا یہ نزدیک کہ غیب کہے ہے ہے بھائی

کہا کبیرا نے کہ شادی نہ مجھے داس آئی دوہا کے مردے پہ تقدیر نے نقد بڑھوائی

جھولے والے کے قصور میں پکاری باتو

ترے صدقے ترے گہوارے کے داری باتو

ہند ایک ایک کے قدموں پہ گری گھبرا کر اور دوہائی دی کہ اب چپ نہ رہو شرما کر

ذبح کر ڈالو مجھے ایک چھری سکوا کر کس مصیبت میں چڑی آہ نعل سے آکر

ذکر مہر کا کرتی ہوں تو رو دیتی ہو

نام جب پہنچتی ہوں سر کو جھکا لیتی ہو

کہا نہٹ نے داس بات پہ ہودامن گیر نام وارث کا ہمارے بھی ہے نکس مہر

مال و اسباب ہمارا بھی لٹا ہے تقصیر پیٹ کر اُس نے کہا ہائے لگا دل پر تیر

یہ گزارش مری زہرا کے لیے ماتو تم

اُس انگریزی کو میں سکھواتی ہوں پچانو تم

کہہ کے یہ خاتم شاہ شہدا شکوائی ایک لوٹری گئی دوڑی ہوئی اور لے آئی
 ہند سب رانڈوں کے آگے وہ انجمنی لائی بہر تعظیم انجمنی شیر خدا کی جائی
 غل ہوا شاہ شہیداں کی نشانی آئی
 لوگو زہرا کے سلیمان کی نشانی آئی

آئی اُس غل میں یہ آواز بول نکلیں اے اسیر وہ مرے لال کا ہے سرخ نہیں
 کات کر لاش کی انگلی کو لے آئے ہیں لعین وہیں سیدائیں سر پید کے ہے ہے خیز دیں
 کہا تلا کے سکینے نے میں پہچان گئی
 یہ انگوٹھی مرے بابا کی ہے قربان گئی

سو گھٹتے سو گھٹتے اکثری شاہ دمن ہو کے بیہوش گری جب وہ قلم شکن
 کہا قلم نے کہ ہے ہے مری محسوس دن پڑ گیا غل کہ تصدق ہوئی بھائی پہ بہن
 بولو اے مریم ثانی مری صاحبزادی
 میری بی بی کی نشانی مری صاحبزادی

ہول آتا ہے مجھے ہوش میں آؤ بی بی کبھی جاتی ہے سکینے نہ ملاؤ بی بی
 ہند دیتی ہے قسم نام بتاؤ بی بی بچے سب روتے ہیں آواز سناؤ بی بی
 انجو تعظیم کو زہرا کا پیر آیا ہے
 دیکھو دیوار پہ تھوڑ کا سر آیا ہے

نیم دا چشم سے کی نہت نکس نے ٹکا ہند نے رو کے کہا آہ نمی زادی آہ
 میں نہ کہتی تھی کہ گھر ہو گیا زہرا کا تاج یہ حسین اور حسین، من علی ہے وامد
 نور حق خاک میں پوشیدہ و چنناں کب ہو
 میں تو پہلے ہی یہ گئی تھی کہ تم نہت ہو

خفیہ میری خطا میر جناب تھوڑ میں رہی پوسے میں دوتم بھریں بلوے میں میر
 کہا نہت نے کہ بھراں میں تری کیا نصیر اسی قابل تھی حسین دہی علی کی ہشیر

غروب حاکم ترا بی بی حق و باطل سمجھا

پسر فاطمہ کو رنج کے قابل سمجھا

ناگہاں نور خدا سے ہوا زنداں روشن سر دیوار ہوا شاد کا سر جلوہ گلشن
چشم ہر سوگراں، غرق بنوں شک و بہن لب اعجاز سے جاری تھا ہر اک دم یہ سخن
دیکھ اسے بند بہن بھائی کی تقدیر یہ ہے

سر شیر میں ہوں خواہر شیر یہ ہے

نذر دینے لگی زنج کو روا وہ غنوار آئی زہرا کی صدا بٹی نہ لینا زہار
بے کفن ہے ابھی جنگل میں ہمارا دلدار دھوپ میں لاش پڑی ہے نہ کفن ہے نہ مزار
دیکھوں کب دفن مرا لخت جگر ہوتا ہے

لاش پر شیر خدا آتا ہے اور روتا ہے

سُن کے یہ دہیوں کے ساتھ کیے بند نے ہیں اور کہا کون ہے ہانوائے امام کو نہیں
ہانو چٹائی کہو بولی وہ ہاشموں و دشمن سلفی ہوں آپ کا معلوم ہے ہم شکل حسین
جان قربان جمالِ حق ابرار کروں

دو مری گود میں ہفت کو تو میں پیار کروں

گود خالی اسے دکھلا کے یہ ہانو نے کہا بی بی اسفر کہاں، اسفر ہوئے بابا پہ نرا
تین دن تک مرے ششماہ کو پانی نہ ملا جھد گیا ہائے غضب تیر سے نھا سا گلہ
دودھ اگلتے ہوئے جنت کو سدھارے اسفر

نام لے کر مرا ہے ہے نہ پکارے اسفر

بس دیر اب نہیں تصنیف کا پارا باقی گو کہ مضمون نئے ہیں، ابھی کیا کیا باقی
نہ ابھی رہے جب تک کے یہ دنیا باقی تعویذ دار رہیں شاہ کے ہر جا باقی

جو نامان علی بن ابی طالب ہوں

ناب کل کے مخالف پہ سدا غالب ہوں



گنجینہ جسے رب ہدا دیتا ہے
وہ داد عطیۂ خدا دیتا ہے
خاموش جہاں کے ہیں ظرف خالی
دریا میں ہیں موتی وہ صدا دیتا ہے



رجہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے
دل میں وہ فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتا ہے تہی دست ثنا آپ اپنی
جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

سلام

بھری دامن میں لی جب کربلا کے بن کی خاک
 اے سلائی میں نہ لوں فردوس کے گلشن کی خاک
 خاک اس کے منہ میں جو اس کو بے گلشن کی خاک
 بولے شہ آرام شیعوں کا مجھے منظور ہے
 دن میں بھر حرب جب آئے امام شرق و غرب
 دھڑا الفت قوی ہے تو بنا کر سبھ تو
 قبر کی راحت ہے کیا؟ اخلاص ابن بو تراب
 شمر و حر کی زشتی خوبی سے یہ ثابت ہوا
 جب تک ہو گا نہ محشر ہے یہ شکل فاطمہ
 بنانا کے روئے سے نکلے شاد یہ کہتے ہوئے
 گر گئی نظروں سے اپنے دادائی ایمن کی خاک
 ایک ذرہ گر طے ٹھیز کے مدفن کی خاک
 نور ہے اے بھری ٹھیز کے مدفن کی خاک
 دیکھنا خاک شفا ہوگی مرے مدفن کی خاک
 پر تو عارض سے چنگی ذرہ ذرہ زن کی خاک
 ہاتھ میں رکھو سدا مظلوم کے مدفن کی خاک
 دین کی دولت ہے کیا؟ ٹھیز کے دامن کی خاک
 وہ جہنم کا دھواں یہ غلد کے گلشن کی خاک
 منہ پہ شہ کا خون سر پر کربلا کے بن کی خاک
 ہے مقدر میں ہمارے کربلا کے بن کی خاک

مریم زخم گنہ پوچھا جو بھیی سے دیر

لکھ دیا نسخہ لگا ٹھیز کے مدفن کی خاک

جب داغ بیکسی نہ سکیئے اٹھا سکی

جب داغ بیکسی نہ سکیئے اٹھا سکی کچھ درد دل نہ خوف کے مارے سنا سکی
کھائے مٹائے شہر کے جب تک کرکھا سکی سن کم تھا دکھ بہت تھے نہ برداشت لاسکی
روٹی تو غلاموں نے جٹا ہے شہر کی

آخر یہ جبر دیکھ کے موت اختیار کی
گر آہ کی تو شہر پکارا غموش ہو اور چپ ہوئی تو بے پاری نے کہا کہ رو
کہ نہ شدت عطش میں پکاری کہ پانی دو کہہ یاد کر کے رہ گئی بابا کی پیاس کو
سوئی جو آنسو پونچھ کے چشم پر آب سے
ہے ہے حسین کہہ کے پھر اٹھ بیٹھی خواب سے

دل میں سا گیا تھا جو شہر لہیں کا ڈار سوتے میں بھی ہچک کے یہ کہتی تھی رات بھر
فریاد پھیلتا ہے کہہ شہر بد گھر اماں بھانڈا آتا ہے دذہ لیے عمر
نہب پھوپھی پچھلو کلیجہ دھڑکتا ہے
سجاد بھائی دیکھو وہ غولی گھڑکتا ہے

چپ تھی تو چپ تھی بولتی تھی تو ڈاری ہوئی دان شہر آکا فن من یہاں قمر تھری ہوئی
تھی آہ بات بات میں لب پر دھری ہوئی نور ریسماں گلے کے لبو سے بھری ہوئی
دم رکھنے لگا تھا تو رن کھول دیتی تھی
سن کر صدائے شہر رن ہاندہ لیتی تھی

فاتوس سے رفزہ رفزہ یہ لاغر بدن ہوا مشکل سے اُٹھتی بیٹھتی تھی غم کی جلا
آواز بند ضعف سے منہ پیاس سے کھلا تھا پوست برگ گل کی طرح چہرے سے جدا

جاری تھے آنسو آنکھوں سے اور خون کان سے

پیدا تھا شور ہائے حسینا زبان سے

حرف درشت غلاموں نے بار بار کہا ٹیکس نے من لیا نہ کسی کو برا کہا
اللہ دے صبر پہ بھی نہ پوچھا کہ کیا کہا دیکھا فلک کو یاس سے خدا کہا
کیا کیا نہ طلق کھلے حقارت کے کہہ گئی

یہ ٹیکسی سے دیکھ کے منہ سب کا رہ گئی

بن فرش سوتے سوتے جی پیرہن میں گرد رہنے لگا ترچے ترچے بدن میں درد
دل غم سے جلتے جلتے ہوا زندگی سے سرد تھا فاقے کرتے کرتے بدن خشک چہرہ زرد
چلا کے دونا شمر کی دہشت سے چھٹ گیا

یاس تک گلا بندھا کہ دم آخر کو گھٹ گیا

جب پیاس گئی روکے بچا کو پکارتی دیکھتے جو کان شاہ ہا کو پکارتی
آتا نہ جب کوئی تو خدا کو پکارتی جینے سے تنگ ہو کے تھا کو پکارتی
کہتی تھی نے بچا نہ امام ام رہے

شر لہیں کی گھڑ کیاں کھانے کو ہم رہے

حال شب وقات سیکڑ ہے یاد گار گویا کہ اپنی مرگ تھی ٹیکس پہ آشکار
ملتی تھی شام سے وہ گلے سب کے بار بار ماں کی بلائیں لیتی تھی وہ ماں کی غمگسار
حسین کو پوچھی کی بھی سر جھکاتی تھی

تھی بے خطا پہ سب سے خطا بخشواتی تھی

کبر اسے چپکے چپکے بھی کرتی تھی بیاں کل اک جگہ میں چاہیں گی اس گھر سے سہاں
رو کر وہ پوچھتی تھی کہو تو کہاں کہاں دودارے میں تو قفل ہے ہاتھوں میں رہ سہاں
یہ کہتی تھی کہ قفل لگا ہے تو کیا ہوا

زندہان ہے بند باب چٹاں ہے کھلا ہوا

دعا سے کہتی تھی یہ کبھی وہ اسیر تم ہو جائے گا کل ایک ترا میہاں کم
میت کسی کی نکلے گی مضمیٰ سی صمد ہا نو سے یہ خطاب کبھی تھا بہ چشم تم
اک تازہ موت ہوگی نبی کے گھرانے میں

اباں لٹوکی آج کی شب قید خانے میں
ہا نو پکاری لٹ تو بچی اب لٹوں کی کیا ہے نہ نام لٹنے کا لو تم پہ میں فدا
گوہر چنے طراپے لگے کان شق ہوا لٹنے سے میری بچی کا پر دل نہیں بھرا
نہض کی پشت نوک ستان سے نگار ہے

لٹنے کا میری بی بی کو پھر انتظار ہے
اب کیا لئے گا مال نہیں در نہیں رہا اکبر نہیں رہے علی اسفر نہیں رہا
رہنے کو قید خانہ رہا گھر نہیں رہا ہاتھوں میں ریمان ہے زہر نہیں رہا
دولت ہے کوئی جسے دعاں میں کھوڑاں گی
رونا تھا جس کو رو بچی اب کس کو روؤں گی

کبرا ہے تم ہو اور یہ سجاد ناتوان مگر یہ بچے تو نام ہے ورنہ ہوں بے نشان
وہ بولی سب رہیں گے سلامت پہ میں کہاں ماں نے کہا خدا نہ کرے آہ میری جاں
وہ بولی کل ہی جائے گا اباں جو ہوئے گا

ہا پا کی رونے والی کو کل کتیرہ رونے گا
غم سے تمہارے قید کا اور بے روائی کا آگے مرے نہ طور ہوا کچھ رہائی کا
لگا کھا نہ طوق سے سجاد بھائی کا حاکم نے سرد یانہ شبہ کر بھائی کا
مرصہ کفن پہنے میں اپنے بھی کیا رہا

پر حیف سر پھونگی کا مری بے روا رہا
پھر رو کے بولی آپ ہی دیا ہے یہ گلاں کتیرہ اسیر دیس پرایا کفن کہاں
عالم عدد زمانہ نبی مشرف جہاں کیا نیکی کا وقت ہے ہم پر کہ الاماں

تیکس ہوں کر دیا جو امیر دین مجھے

ہے کون بعد مرگ جو دے گا کفن مجھے

اب میری موت ایسی مبارک کرے خدا مرتے ہی میرے قید سے سب کبھ ہو رہا
جاتا رہے بخار برادر کا بے دوا جنت کو میں رواں ہوں عید کو اقربا

غل ہو سیکند لے کے بلا سب کی مرگ

حیدر کی پوتی مشکطیں آسان کر گئی

عابد سے پھر کہا جو نہ بخت کریں لعیں جانا پسند کرنے کو خود قبر کی زمیں
پھر سو بے پاؤں دیکھ کے بولی نہیں نہیں ایسے مریض اٹھ کے سنبھل سکتے ہیں کہیں
تکلیف تم نہ کرنا کہ حالت تغیر ہے

دفن وہیں ملے گا جہاں کا ظہیر ہے

یہ کہہ کے ماں کی گود میں لیٹی وہ نوحہ گر آنکھوں میں خواب خواب میں آئی وہیں پدر
کپڑے لبوہان تن پاک خون میں تر لیکن نہ ہاتھ جسم مبارک میں ہیں نہ سر
شہد رگ کٹی ہوئی یہ کرامت دکھائی ہے

ہیم صدا سیکند سیکند کی آتی ہے

بیچان کر سیکند صدائے شہ زماں تسلیم کر کے لپٹی کہا واہ بابا جاں
جب ہم طمانچے کھا چکے تب آئے ہو یہاں کہتی تھی میں اب آئیں گے جو شاہ بے کس
کھلواؤں گی گلے کو میں ہاتھوں سے باپ کے

سو ہاتھ بھی نظر نہیں آتے ہیں آپ کے

مشکل کشا کے لال کہو ہاتھ کیا ہوئے میں نے سنا تھا ذرا شہد کر دیا ہوئے
ہے ہے یہاں تو ہاتھ بھی دونوں جدا ہوئے گویا وہاں زخم سے شاہ ہدا ہوئے

دعویٰ پہ سر دیا تھا ترے بابا جان نے

اے مینی ہاتھ کاٹ لیے ساربان نے

لو آخری سلام کر دیا جا کے ماں کو اب جنت میں فاطمہؑ نے کیا ہے قصیں طلب
 وہ بولی پھر طو کے نہ شہادۂ عرب فرمایا حق کو دیتا ہوں ضامن میں تکتہ لب
 عزت سے باپ غلہ میں تھک کو بلانے کا
 تن جانے کا تو سرتے لینے کو آئے کا
 یہ سن کے چوگی اور ملی سب سے یک دگر پھر ہاتھوں سے اندھیرے میں دھوڑا اور فہر
 جس پر کہ ہاتھ پڑ گیا بولی پھر پھر چلائی ماں پھر کہاں قیدی ہیں خاک پر
 یہ ہم ہیں اور بچے ہیں غش میں پڑے ہوئے
 اس نے کہا پھر بھی نہیں تھے کھڑے ہوئے
 ماں نکلاں سناؤں غلط کہتی ہوں میں کیا جس سینے پر میں سوتی تھی تیروں سے ہے چمنا
 شہدہ دگ کا خون بند ابھی تک نہیں ہوا ہے ہے کچھ اور تم نے سنا ہاتھ ہیں جدا
 ہے ہے طبق نہ ارض و سما کے اُلت گئے
 سرتو کتنا تھا ہاتھ بھی بابا کے کٹ گئے
 سن کر یہ حال ہو گیا سب کا جاہ حال کھولے سکھوں نے گرد یکینہ کے اپنے بال
 منہ پینے اس قدر کہ بلا عرش ذو الجلال خواب اجل سے چونکا بڑی زبوں خصال
 بولیں خواہیں ہے یہ سب شورشین کا
 ماں سے یکینہ مانگی ہے سر حسین کا
 یہ سن کے اس نے طشت میں بھجوا دیا شاکر جی کے لینے کے لیے آیا سر پھر
 رکھا گیا جو طشت طحالی زمین پر سرپوش اس کا الٹا یکینہ نے دوڑ کر
 حسرت سے باپ جی نے ہاتھ نکال کی
 سرنے بھی رو کے آو کی اس نے بھی آو کی
 دلیس جو ابھی دیکھیں کہا لو کہ کنگھی لاؤ مہاں مرا جیسا ہے پانی کوئی چلاؤ
 لینے کو ہانا آئے ہیں رخصت کو میری آؤ ماں کفن منگاؤ سولاری مری منگاؤ

قاسم بھی پیشوائی کو اکبر بھی آئے ہیں

لو دیکھو گفتوں علی ہسٹری بھی آئے ہیں

کرتی ہوں اک وصیت آخر میں سوگوار اماں بچا کی روح سے جاتی ہوں شرمسار

کچھ ہو سکا نہ مجھ سے وہ مجھ پر ہوئے ثار دنیا میں جب ہلالِ محرم ہو آشکار

میری طرف سے فاتحہ سچے کا دہجہ

ہشتم کو حاضری مرے سچے کی کچیج

یہ کہہ کے سر جھکا دیا پیش سر پیر اور بولی ہے تو ناب مشکل کشا کا سر

اے سر تو میری موت کی سختی کو سہل کر آئی عاکفزے ہیں علی بھی سر ہانے پر

سر کی جبین پہ اپنی جبین دھر کے رہ گئی

کلہ پڑھا بلائیں لیں اور مر کے رہ گئی

جب گل ہوا چراغِ حرم ملکِ شام میں یعنی سیکندہ مرگئی یادِ امام میں

دیکھے ستم یزد کے دوبار عام میں شہ کے سلام کو مہنگی دارالسلام میں

دنیا میں داد دس نہ ملا دادِ خواہ کو

جا کر نشانِ طمانچوں کے دکھائے شاہ کو

غل پڑ گیا حسین کی عاشق نے کی قضا بانو نے نہیں دیکھی تو پایا نہ دم ورا

چلائی صدقے جاؤں مجھے دے گئیں دعا اپنی کہی نہ میری سنی آہ کیا کیا

اصغر کو کچھ پیام بھی میں نے دیا نہیں

تم چل ہمیں اور اماں نے رخصت کیا نہیں

باپ کی پیاری ماں کی دلااری دہاں تو کھول لاتی ہوں شربت اے میری پیاسی دہاں تو کھول

ماں بددی ہے دیدہ کو ہر نشان تو کھول مہماں بند ہے گلے سے نہ چارہ سہاں کو تو کھول

دادی مگوچیں گی آؤ کہ زلفیں سنوار دوں

بی بی کا یہ پٹا ہوا کرتا اتار دوں

اصغر کی بھولی باتیں خاکِ ثارِ ماں اکبر کا ذکر کر کے زلاؤ ثارِ ماں
 سلی کا نیل ہم کو دکھاؤں ثارِ ماں بابا کو جا کے گھر پہ بلاؤ ثارِ ماں
 ماتم کے غلطے ہیں نہ روے کے جوش ہیں
 بی بی جواب غموش ہیں تو سب غموش ہیں

منہ ڈھانپے کا وقت ہے پچھلا پیر ہوا بابا کو تیرے روتی ہوں میں منہ چھپا چھپا
 کرتے سے منہ کو ڈھانپ کے پہلو میں بیٹھ جا ماں صدقے کیوں غموش ہے آواز تو سنا
 ماتم سرا یہ گھر تھا ترے عین کرنے سے
 زحماں سونا ہو گیا بی بی کے مرنے سے

یاں کس کے پاس رہتیں نہ کرنا نہیں بی بی کے ناز اٹھانے کے خاطر چچا نہیں
 نادار ماں ہے پانی نہیں اور غذا نہیں پر اب کفن کے واسطے ہے ہے ردا نہیں
 اماں کے پاس رہنے کی ایذا اٹھا چکیں
 بی بی طمانچے شہرِ حشر کے کما چکیں

تم نے جو شام کو مرے زانو پہ سر دھرا میں بھی تھی کہ کان کا کچھ درد کم ہوا
 آتی ہے آج سونے کو خود میری مدد تھا اس درد لا علاج کی مجھ کو خبر تھی کیا
 آباد گود کی تھی مری خالی کرنے کو
 کیوں بی بی آج سوئیں مرے پاس مرنے کو

درد پیش تھی جو بی بی کو ملکِ عدم کی راہ چار اس سبب سے ماں کا زیادہ ہوا تھا آہ
 کہتی تھی مجھ سے شام کو ہوجاؤ گی جاہ باور نہ مجھ کو آتا تھا اے نور چشم شاہ
 مجھ سی رفیقِ بنی مری آہ چھٹ گئی
 جی تھیں تم میں لٹ گئی دلفی لٹ گئی

اکبر جہا نہ ہوتے تھے بابا سے ایک دم اصغر سے اور تم سے بہلتا تھا میرا غم
 اب نا امید ہو گئے دونوں طرف سے ہم عہدیدہ میرے دکھ کی صدا کھائیں گے قسم

نقد یہ کیسی ہو گئی مجھ خستہ حال کی

ششما ہے وہ گذر گئے تم چار سال کی

ہانو کے ہیں سن کے حرم روئے بے شمار سن کر یہ غل پکارا یزید ستم شعار

بجھو لیا شہ کا سر بھی اور ان کو نہیں قرار آئی خبر کہ باپ پہ بیٹی ہوئی شمار

ایسی کسی کی موت نہ ہوگی زمانے میں

سیدانی بے کفن ہے پڑی قید خانے میں

اس نیکی پہ رو دیا یزید اور یہ کہا جا کر کہو حرم سے کہ اے آل مصطفیٰ

احسان سے میرے اب نہ کرو غیرت دھیا سامان مجھ سے لے لو سکیں گے دُشمن کا

پردے میں شب کے سوپ لا اس نیک ذات کو

داری کی طرح دُشمن ہو پرتی بھی رات کو

آئے اپنی ملازم حاکم سوئے حرم حاکم نے جو کہا تھا سنا وہ یک قلم

نضب پکاری آل رسول خدا ہیں ہم غیرت ہمارے ساتھ ہے غیرت کے ساتھ ہم

عزمہ جو اس کے دُشمن میں ہوگا تو کیا ہوا

بے گھر باپ بھی تو ہے دن میں پڑا ہوا

مردے کا پردہ کرتا ہے اب بانی جفا لاش اُس کی دُشمن رات کو ہو اس سے فائدہ

اتھ جائے گی غریب کی میت کو اٹھایا کیا ہدائے شامیانہ زریں نہیں ڈرا

خیرات کو نہ لعل نہ یاقوت چاہیے

مضیٰ سی قبر چھوٹا سا تابوت چاہیے

اب تو بڑا سلوک یہ ہے قیدیوں کے ساتھ آیا ہے لوٹ میں جو ہمارا تمہرکات

بجھو اے اس میں سے علم شاہ نیک ذات اور وہ ردا کہ اوڑھی تھی زہرا نے تاوقات

زُعماء سے اپنے گھر جو سکیں روانہ ہو

بس وہ ردا کفن ہو علم شامیانہ ہو

جب یہ پیام حاکم بے رحم نے سنا اسباب اس نے بھیج دیا اہلیت کا
سادات میں دوبارہ قیامت ہوئی چا کفتا کے مردہ نصے سے تابوت میں رکھا
دنجریں پہنے اہل حرم اٹھ کھڑے ہوئے

میت کے گرد آن کے چھوٹے بڑے ہوئے

کبریا نے منہ کو ڈال کے تابوت میں کہا بھیجا وطن کو جاتے ہو یا سوئے کرہا
دوکر پکاری بانو کہ اے آل مصطفیٰ تلا دو حادثہ یہ نیا مجھ پہ ہے پڑا
ہالیں پہ پا کر پانچتی کو خاک اڑاتی ہے

ماں کس طرح سے بیٹی کی میت اٹھاتی ہے

آئی عدا سرہانے تو سرنگے ہیں رسول اور پانچتی کو ہال کھلے روتی ہیں بڑول
ہیں داس و چپ علی و حسن ششدر و طول کرو جہاں عرش کا ہے اس جگہ نزول
پھرتی ہے گرد روح شہیدان کرہا

قبر اس کی صاف کرتا ہے مہماں کرہا

اس طرح اس جنازے کو لے کر چلے حرم ماند شامیانے کے کھولے ہوئے علم
جب مقبرے میں شام کے پہلے اسیر غم اور قبر میں وہ مردہ آثار بچشم غم
بالائے قبر اہل حرم روئے خود سے

آواز آئی بچے کے رونے کی گود سے

جھک جھک کے دیکھا بیویوں نے تو یہ نظر پڑا امیر کو گود میں لیے ہیں سرور ہوا
امیر ہے ان کی گود میں خواہر کو دودھا نسب نے لے کے مردے کو ہاتھوں پہ یہ کہا
اپنی نکالی دختر خیر حکم سے لو

لو بھائی جان اپنی امانت بہن سے لو

بیٹی کو تو بلایا مجھے کب جاؤ گے یا اور کچھ دنوں مجھے در در پھراؤ گے
کیا اک مجھے کو سب کے عزا میں رلاؤ گے بیواؤ بیہن کو نہ کیا تم چھڑاؤ گے

آئی عدا کہ قید کی مدت گذر چکی
 اب غصے ہے مرنا تھا جس کو وہ مر چکی
 یہ سن کے بانو گر پڑی غش کھا کے ایک جا اور سب نے دفن میت مصوم کو کیا
 بانو کو ہوش آیا تو وہ دیکھتی ہے کیا پانی سے تر ہر ہے حرار ایک عدا سا
 بکلی حق کی صبر کے غرضن پہ گر پڑی
 بسل کی طرح دوڑ کے دفن پہ گر پڑی
 بولی پٹ پٹ کے لہ سے دواہائی ہے ہے ہے یہ میری چار برس کی کمائی ہے
 کس بے وطن کو ہائے یہ منزل خوش آئی ہے ہے ہے یہ قبر غرضی ہی کس کی بھائی ہے
 مجھ سے نہ پوچھا قبر پہ تھختے بچھا دیے
 کس نے یہ خاک میں مرے ارماں ملا دیے
 سونے کی تھی زمین پہ نہ عادت سیکھنے کو کچھ قبر میں بچھا دیا ہے بولو نساہو
 سر رکھ کے پھر لہ پہ کہا ماں ٹار ہو سوتی ہو یا کہ روتی ہو لی لی جواب دو
 اس قبر سے چھٹیں کہ جہاں سے چلی گئیں
 داوی کے پاس روٹھ کے ماں سے چلی گئیں
 بی بی کے بھولے پن کی میں دانست پر خدا نے کعب نے نجف نہ مدینہ نہ کربلا
 سونے کو یہ مقام پسند آپ نے کیا اب تو بھلا قریب ہوں میں غم کی چٹلا
 پھر کیا کروں گی سمجھ کے جو شرب کو چاہوں گی
 آئی عدائے فاطمہؑ میں روز آؤں گی
 ناگاہ آکے شر نے خضر سے یہ کہا اب قید خانے کو چلو آے آل مصطفیٰ
 بس دو بچے حرار سیکھنے بھی بن چکا نضب پکاری جبر نہ کر بہر کبریٰ
 جائیں کہاں خواں ہمارے بجا نہیں
 مرتد پہ فاتحہ بھی ابھی تو پڑھا نہیں

وہ بولا میں یہ عذر نہ مانوں گا نہ چہار اُٹھو تو اُٹھو ورنہ سزا دوں گا بے شمار
لے کر جائیں قبر کی بولی وہ دلفگار جس بات کا تھا خوف وہی اب ہے رو بہ کار

یاں شمر رہے دچا نہیں مجھ اسیر کو

لو بی بی تم کو سوچا جناب امیر کو

تم کو حمصاری قبر کو اللہ کی پناہ پھر آکوں کی اگر مجھے آنا ملے گا آہ
یہ کہہ کے قید خانے کی لی مقبری سے راہ بس اسے دیر بس کہ مرا حال ہے چاہ

یوں ملتی حضور خدا و رسول ہو

یہ مرشد بحق سکینے قبول ہو



کتابیات

- آب حیات، مولانا محمد حسین آزاد، رام نرائن جینی ماحول، الہ آباد، 1962
- ابواب الصائب، مرزا سلامت علی دیر، مطبع یوسفی، دہلی، 1876
- اسلوب، عابد علی عابد، اسرار کریمی پریس، الہ آباد، 1976
- اردو مرچے میں مرزا دیر کا مقام، ڈاکٹر مظفر حسن ملک، مقبول اکیڈمی، لاہور، 1976
- انیس شہابی، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، گلوب آنسٹ پریس، دہلی، 1981
- اردو مرچے کا ارتقا، ڈاکٹر مسیح الزماں، دلی پرنٹنگ پریس، الہ آباد، 1989
- اردو رہائی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مطبوعہ کراچی، 1962
- انتخاب مرثیہ دیر، رام نرائن، الہ آباد، 1962
- الہیز ان، سید نظیر الحسن رضوی فوق، مطبع فیض عام، علی گڑھ، 1916
- انتخاب مرثیہ دیر، ڈاکٹر اکبر حیدری، اتر پردیش اردو اکیڈمی، لکھنؤ، 1980
- اردو مرچے کے پانچ سو سال، عبدالرؤف عروج، کراچی، 1961
- باقیات دیر، ڈاکٹر اکبر حیدری، مرزا پبلشرز، حسن آباد، سری نگر، 1994
- بیمبران غنم، شاد عظیم آبادی، لاہور، 1974
- تفہیم البلاغت، دہاب اشرفی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1992
- حلاش دیر، کالم علی خاں، لکھنؤ، 1979
- دہستان دیر، ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی، نسیم بک ڈپ، لکھنؤ، 1966
- دربار حسین، افضل حسین ثابت، مطبع اشاعہ شری، دہلی، 1338ھ

- حیات دیر حصہ اول، افضل حسین ثابت کسنوی، مطبع سیوک شمیم پریس، لاہور، 1913
- حیات دیر حصہ دوم، افضل حسین ثابت کسنوی، مطبع سیوک شمیم پریس، لاہور، 1915
- دختر ماتم، جلد اول تا جلد ہشتم، دیر، مطبع امیری، کسنو، 1896، 1897
- دختر دیر، ڈاکٹر ہلال نقوی، محمدی ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی، 1995
- رزم نامہ دیر، سرفراز حسین خیر کسنوی، شمیم بک ڈپ، کسنو، 1954
- رزم نگارانی کر بلا، ڈاکٹر سید صفدر حسین صفدر، ندرت پرنٹرز، لاہور، 1977
- رباعیات دیر، مرحب سید سرفراز حسین خیر کسنوی، نگاہی پریس، کسنو، 1952
- اردو رباعیات، ڈاکٹر سلام سندیلوی، شمیم بک ڈپ، کسنو، 1962
- سج مثانی، مرحب سید سرفراز حسین خیر کسنوی، نگاہی پریس، کسنو، 1349ھ
- نوسالہ سرفراز کسنو دیر نمبر، مرحب کاظم علی خاں، سرفراز قوی پریس، کسنو، 1975
- شعار دیر، مرحب مہذب کسنوی، یونائیٹڈ پریس، کسنو، 1951
- شاعر اعظم مرزا دیر، پروفیسر اکبر حیدری، اردو پبلشرز، کسنو، 1976
- شمس البختی، مولوی صفدر حسین، مطبع اشاعشری، دہلی، 1298ھ
- ماہنامہ کتاب نما دیر نمبر، مرحب عبدالقوی سنوی، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، 1975
- کاشف الحقائق جلد اول، لداد امام اثر، مطبع استاد آف انڈیا، 1897
- کاشف الحقائق جلد اول، لداد امام اثر، مکتبہ معین الادب، لاہور، 1956
- فسانہ عجائب، وجہ علی بیگ سرور، عظم پبلشرز، الہ آباد، 1969
- مرزا دیر اور ان کی مرثیہ نگاری، ڈاکٹر نفیس طاہر، لیتھو پریس، پٹنہ، 1987
- مراثی دیر جلد اول، مرزا دیر، نول کشور پریس، کسنو، 1875
- مراثی دیر جلد دوم، مرزا دیر، نول کشور پریس، کسنو، 1875
- ماہ کمال، مہذب کسنوی، سرفراز قوی پریس، کسنو، 1961

- مرزا دیر کی مرثیہ نگاری، ایس اے صدیقی، راحت پریس، دیوبند، 1980
- مرزا سلامت علی دیر، ڈاکٹر محمد زہاں آزدوہ، مرزا پبلشرز، حسن آباد، سری نگر، 1985
- ماہ نو، راولپنڈی، دیر نمبر، مدیر فضل قدیم، راولپنڈی، 1975
- موازیہ انیس و دیر از شبلی نعمانی، ڈاکٹر فضل امام، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1988
- نادرات مرزا دیر، ڈاکٹر صفدر حسین، چمن بک ڈپو، دہلی، 1977
- واقعات انیس، سید مہدی حسن احسن لکھنوی، مطبع اصح المطابع، لکھنؤ، 1908
- یادگار انیس، میر احمد علوی، سر فراز پریس، لکھنؤ، 1957

Back Page

فلک مرثیہ کے اگر میر انیس آفتاب ہیں تو یقیناً مرزا دیر ماہتاب ہیں۔ مرزا دیر اردو کے وہ ممتاز شاعر ہیں جنہوں نے نہ صرف سب سے زیادہ مرثیے تصنیف کیے بلکہ اردو میں سب سے زیادہ شعر کہنے کا سہرا بھی ان ہی کے سر رہا۔ مرزا دیر ایک عمدہ رباعی گو اور مشغوی نگار بھی تھے۔ اگرچہ مرزا دیر کے مرثیوں کی تعداد 650، رباعیات کی تعداد 1330 اور سلاسون کی تعداد 130 سے زیادہ ہے لیکن اس کتاب میں چند مرثیوں، چندہ سلام اور تیس رباعیات کے ساتھ ان کی حیات اور فن کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے تاکہ اس نمونہ کلام سے مرزا دیر کے خاص اسلوب 'دیریت' سے واقفیت ہو سکے۔ دیر کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ دیر کے کلام کی چھاپ کسی دوسرے شاعر کے کلام میں نظر نہیں آتی۔ فصاحت ہو کہ بلاغت، محاسن زبان ہوں کہ مناسبت و بدائع، محاورے ہوں کہ روزمرہ، نادر تشبیہات ہوں کہ جدید استعارے سب نجوم کے لشکر کی طرح مرثیے کے آسمان پر اپنی چمک دکھاتے ہیں۔

اس کتاب کے مولف ڈاکٹر سید تقی عابدی اگرچہ پیشے سے طبیب ہیں لیکن اردو ادب کے ممتاز ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ شاعر بھی ہیں۔ اب تک ان کی چالیس سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مرزا دیر پر ان کی سات کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ حبشیات، دیریات، غالبیات اور اقبالیات کے موضوعات پر یہ اپنی خاص شناخت رکھتے ہیں۔